شریکۃ الحسینؑ

سیدہ عابدہ نرجس

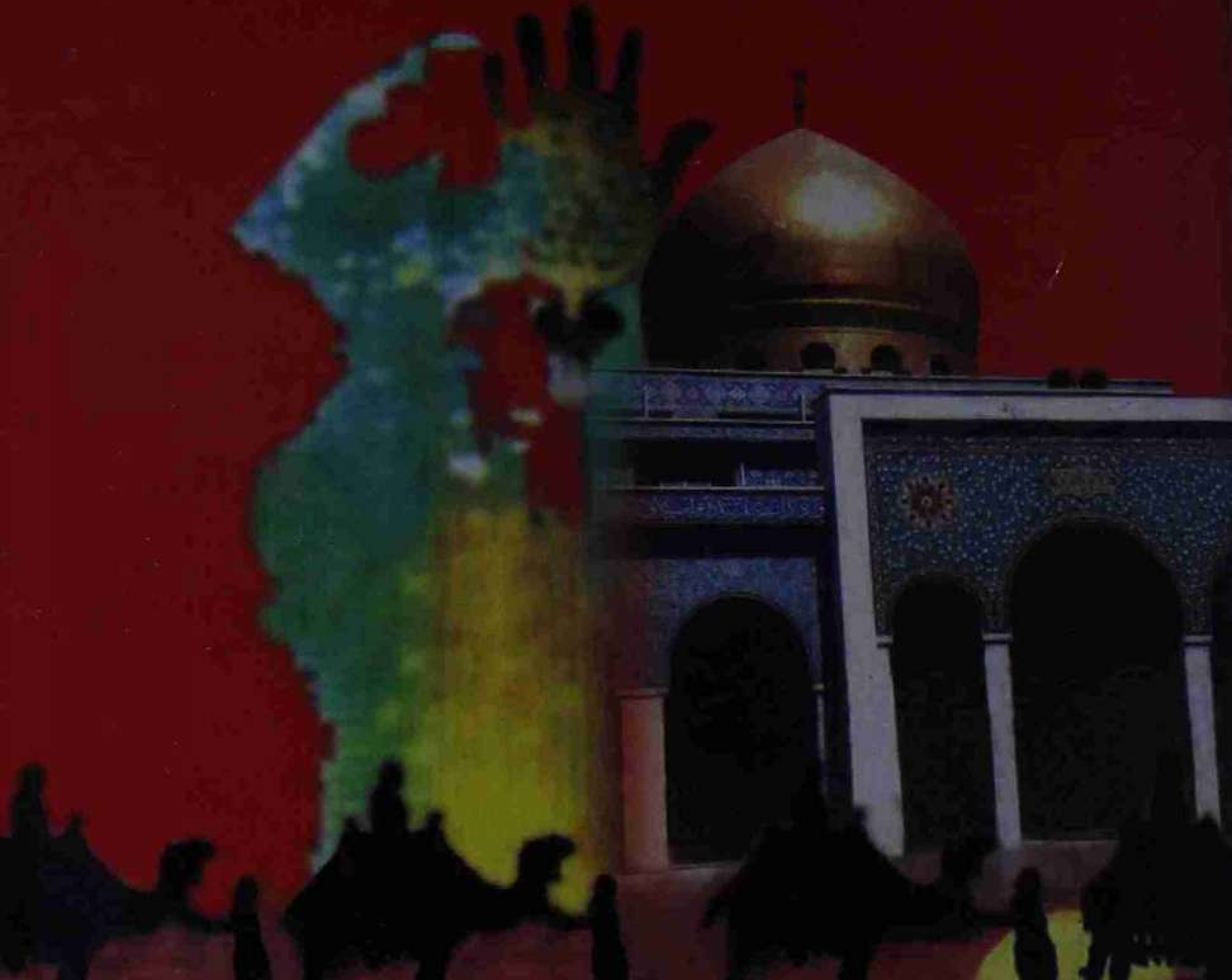

جامعہ تعلیماتِ اسلامی

لا إله إلا الله
محمد رسول الله

Rs 100.00

لا اله الا الله
محمد رسول الله

Rs 100.00

[redacted]

ORGANISATION

شریکۃ الحسینؑ

زینب علیا مقامؑ

سیدہ عابدہ نرجس

جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان
پوسٹ بکس ۵۴۲۵ - کراچی - پاکستان

جملہ حقوق طبع محفوظ ہیں

نام کتاب ---------- شریکۃ الحسینؑ زینب علیا مقامؑ

تالیف -------------------- سیدہ عابدہ نرجس

کمپوزنگ -------------------- عمار پرنٹرز کراچی

طبع اول ------------------------ ۲۰۰۱ء

مطبع ------------------------ عمار پرنٹرز کراچی

اے زینبؑ ـــ

اے علیؑ کی زبان ـــ

اے کربلا کی شیر دل خاتون ـــ!

کہ مردوں نے تجھ سے جوانمردی سیکھی ہے۔

اے فاتح شام ـــ!

اے حسینؑ کے انقلاب کی پیامبر

جو کربلا سے آئی ہے

اور تاریخ کے طویل سفر میں ـــ

ساری نسلوں سے ملی اور انہیں شہیدوں کا پیغام پہنچایا

تجھ پر سلام ـــ!!!

(ڈاکٹر علی شریعتی)

بھائی کا ناز ، باپ کی زینت ، حیا کی خُو
کردار اور عمل میں جو زہراؑ تھی ہوبہو
جس نے رسن پہن کے کیا دین کو سرخرو
چادر لُٹا کے رکھ دی نبیوں کی آبرو
خطبے پڑھے تو شور اٹھا مشرقین سے
صبر و رضا میں بڑھ گئیں زینبؑ حسینؑ سے

(محسن نقویؔ)

بنام خدائے بیاں آفریں

نذر قارئین

یہ سلسلہء کتب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کا مقصد اس مقدس سلسلہء رشد و ہدایت اور عظیم جہد مسلسل کو عام فہم انداز میں پیش کرنا ہے ــــ جو خدائے بزرگ و برتر کی جانب سے دین اسلام کی بقاء اور سربلندی کیلئے عالم نسواں میں سے منتخب کیا گیا تھا ــــ اس سلسلے کی پہلی دو اشاعتیں ”اسلام کی خاتون اول ۔ خدیجۃ الکبریٰؑ“ اور ”سیدۃ النساء العالمین ۔ فاطمۃ الزہراؑ“ تھیں۔ یہ تیسری کاوش ”شریکۃ الحسینؑ ــــ زینبؑ علیا مقام“ نذر قارئین ہے۔

خدائے بزر و برتر نے ملیکۃ ا ب خدیجہ . پے سب
سے محبوب بندے اور تاجدار رسالتؐ کے لئے شریک حیات چنا تھا۔ تو جناب خدیجہؑ نے اپنی غمگساری، وفا اور عزم و استقلال سے نہ صرف خود کو اس کا بہترین اہل ثابت کیا۔ بلکہ اپنی وفا اور استقلال کو آنے والی نسلوں میں بھی بہ تمام و کمال منتقل کیا۔

جناب خدیجہؑ کی بیٹی حضرت فاطمہؑ نے اپنی بیٹی زینبؑ علیا مقام کو آنے والے کڑے وقت کے لئے اس طرح تیار کیا کہ جب امام حسین علیہ السلام حق و باطل میں امتیاز کے سب سے بڑے معرکے کے لئے نکلے تو جناب زینبؑ ان کے شانے سے شانہ ملا کر کھڑی ہوئیں اور شہادت حسینؑ کے بعد بقائے اسلام کے فرائض کو یوں سربلندی سے نبھایا کہ تاریخ کے صفحات پر عالم نسواں کی شجاعت و استقامت دائمی طور پر ثبت ہو گئی۔

تاریخ کا مطالعہ رکھنے والے جانتے ہیں کہ جناب زینبؑ کی جدوجہد سب سے زیادہ کٹھن حالات اور نازک ادوار میں تکمیل کے مراحل سے گزری اور اس معراج کمال کو پہنچی۔ جس سے بلند کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ امیرالمومنینؑ کی خلافت سے محرومی اور ان کی پچیس سال کی صبر آزما خاموشی، فدک کی جائیداد کی ضبطی اور جناب فاطمہؑ کی اپنے حق کے حصول کی جدوجہد، حسنؑ مجتبیٰ کی قیام امن کے لئے خلافت سے

گی، انتہائی ناگفتہ بہ حالات میں معاہدے کی شرائط نبھانے کی اذیت اور شہادت اور کرب و بلا میں اسلام کو زندہ کرنے کی پر مصائب سعی و کاوش ایسے تاریخی موڑ ہیں ـــ جہاں ہر آن جناب زینب سلام اللہ علیہا کا چمکتا دمکتا کردار ہر دور کی خواتین کو یہ سکھاتا ہے کہ مردوں کے شانہ بہ شانہ چلنے کا دراصل مفہوم و مطلب کیا ہے ـــ؟؟

زینبؑ علیا مقام خانوادۂ رسالت کی خواتین میں تیسری نسل تھیں ـــ جو رسول اللہؐ کے مقاصد کی تکمیل میں سرگرم عمل ہوئیں ـــ ان کے کردار میں دو نسلوں کا ورثہ منتقل ہوا تھا ـــ جناب خدیجہؑ اور جناب فاطمہؑ کے سارے اٹل جذبوں کی معراج نسوانیت کے پورے وقار اور آن بان کے ساتھ ان کی شخصیت سے آشکار ہوئی ـــ

جناب خدیجہؑ نے رسول اللہؐ کے لئے نسوانی فطرت کو تسخیر کر کے ہر آسائش کو قربان کر دیا تھا ـــ تو جناب زینبؑ نے ماتا ایسے قوی ترین جذبے کو فتح کر کے اپنے بیٹوں کو دین اسلام پر تصدق کر دیا ـــ جناب زینبؑ کی نسوانیت بڑی کٹھن آزمائشوں سے گزری ـــ لیکن ہر مقام پر سربلند و سرخرو ٹھہری اور یزید ملعون ایسے جابر بادشاہ کو سرنگوں کر کے ہر جانب حسینیت کے پرچم گاڑ دیئے۔ اس کے ساتھ آنے والے کل زمانوں کو حسینیت کا فیض اور خوشبو عطا کرنے کیلئے جناب زینبؑ نے یزیدیت کے

صدر مقام میں ذکر حسینؑ کی مجالس کی ایسی مستحکم بنیاد ر ___ جو آج تیرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی نشر علوم کی ایسی زندۂ جاوید درسگاہ ہے ___ جسکی کوئی نظیر کہیں نہیں ملتی ___ حسینیت کو ابدالآباد تک زندہ و تابندہ رکھنے کا اہتمام کرنے والی حسینؑ کی بہن بجاطور پر ''شریکۃ الحسینؑ'' کہلاتی ہیں ___

جناب زینبؑ کی شخصیت کی عظمت و جلالت اس وقت اور بھی زیادہ آشکار ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ واقعۂ کربلا میں انہیں اس عالم میں مرکزیت حاصل تھی ___ جبکہ اس کارواں حق میں بیک وقت تین ائمہ معصومینؑ شامل تھے۔ امام حسین، امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہم السلام کی موجودگی میں بھی جناب زینبؑ کی اہمیت مسلم تھی۔ وہ ہر ایک کی پشت پناہ، ہر ایک کی ڈھارس اور امامت کو بچانے والی تھیں ___

ان کے کردار کی عظمتوں کو دیکھ دیکھ کر زمانہ پکارتا ہے کہ یہ رسول اللہؐ کی نواسی ہیں، یہ علیؑ ایسے شاہ مرداں کی زینت ہیں ___ یہ نقش خدیجہؑ، تصویر فاطمہؑ اور ثانئ زہراؑ ہیں ___ یہ حسینؑ ایسے ''بنائے لاالہ'' کی بہن ہیں ___

ان مقدس ہستیوں کی لفظی تصویر بنانے کی سعی میں یہ خصوصی اہتمام کیا گیا ہے کہ ان کے خدوخال ان روایات سے ابھارے جائیں ___ جو مستند اور ان کے شایانِ شان ہیں ___ کہ یہ عصمت مآب بیبیاں حضور رسالت مآبؐ سے براہ راست منسوب ہیں ___ خصوصاً جناب زینبؑ کے تذکرے میں ان

ہی روایات سے استفادہ کیا گیا ہے جو مصائب و مظلومیت کی انتہا میں بھی شیرِ خدا کی شیر دل بیٹی کے شجاعانہ کردار کو واضح و نمایاں کرتی ہیں کہ جنابِ زینبؑ تو علیؑ ایسے شجاع کی زینت اور دخترِ رسول فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وراثتوں کی حامل ہیں۔۔۔ یہ وراثتیں ان کے کردار سے کبھی علیحدہ نہیں ہوئیں اور نہ ہی ہو سکتی تھیں کہ یہ ان کے خون میں شامل تھیں۔

کربلا کے سارے کٹھن سفر میں جہاں کہیں ضرورت محسوس ہوئی جنابِ زینبؑ کی ذاتِ مبارکہ سے معجزات کا مسلسل ظہور ہوتا رہا ہے۔۔۔ ان پر کامل ایمان کے باوجود میں نے انہیں کتاب میں شامل نہیں کیا۔۔۔ کہ مظلومیت کی اس انتہا میں ایک خاتون کا یہ عظیم کردار بذاتِ خود کسی معجزہ سے کم نہیں۔۔۔

اس کتاب کا طرزِ بیاں افسانوی ضرور ہے۔۔۔ لیکن اسکے مندرجات میں کسی طرح کی کوئی افسانوی آمیزش نہیں بلکہ اس امر کو خصوصی طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ان مقدس ہستیوں کے کرداروں کی آپس کی گفتگو میں بھی وہی الفاظ استعمال ہوں جو روایات میں موجود اور مستند ہیں۔۔۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ یہ سلسلہ کتب روحانی بالیدگی اور روشنیٔ قلب کا وسیلہ بنے گا۔ اس کیلئے ہم خدائے بزرگ و برتر کے حضور سپاس گزار ہیں۔۔۔

سیدہ عابدہ نرجس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۶ھ میں چمن اسلام آمد بہار کے دلربا زمزموں سے گونج رہا تھا۔ نسیم بہار کی سبک روی نے گلستان دین حق کو معطر معطر کر دیا تھا۔ توحید و رسالت کی خوشبو دور و نزدیک پھیلتی جا رہی تھی۔ شعبان کے مہینے تک آتے آتے رسول اللہؐ کی سعیٔ جمیل یوں بار آور ہوئی کہ بارگاہ احدیت سے "انا فتحنا لك فتحا مبين" کی سند عطا ہوئی اور قلیل عرصے میں اتنے کفار و مشرکین حلقہ بگوش اسلام ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے۔

بیرون عرب روم و ایران جیسی سلطنتوں کے ساتھ مراسلت ہونے لگی تھی۔ اونچے ایوانوں اور درباروں سے خیر سگالی کے پیغامات آنے

لگے تھے۔ رسول اللہؐ کی طویل جدوجہد کامیابی سے ہمکنار ہونے لگی تھی۔ خوشی کے ان زمانوں میں شعبان کی ابتدائی تاریخیں تھیں۔ رسول اللہؐ مدینے سے باہر تشریف لے گئے تھے۔

ایک سہانی صبح ننھے منے حسینؑ اپنے والد ماجد علیؑ مرتضٰی کی انگلی تھامے انہیں خوشی خوشی اپنی والدہ فاطمہؑ کے حجرے میں لیکر آئے اور کمال اشتیاق و مسرت سے آغوش بتولؑ کی زینت کی جانب ایک مسرور اشارہ کیا اور شادمان لہجے میں معصومیت سے گویا ہوئے: "دیکھئے باباجان! اللہ تعالٰی نے ہمیں کتنی پیاری بہن عطا فرمائی ہے"۔

علیؑ مرتضٰی نے فاطمہؑ کی گود میں محو خواب چاند سی بیٹی کو دیکھا۔ پھر حسینؑ کی معصوم خوشی پر نگاہ کی تو پلکیں نم ہو گئیں۔ اپنے آنسو چھپاتے ہوئے وہ فاطمہؑ سے بولے: "رسول اللہؐ تشریف لے آئیں تو وہ اپنی نواسی کا نام رکھیں گے۔ جس طرح انہوں نے اس کے بھائیوں کے نام رکھے ہیں"۔

ننھی بچی کی ولادت کو تین روز گزرے تھے کہ رسول اللہؐ کی آمد کی مبارک نوید ان سے پہلے فاطمہؑ کے بیت الشرف میں پہنچی۔ فاطمہؑ ہواؤں میں شامل جانفزا خوشبو کا پیام پاکر والہانہ گھر کے آنگن میں آگئیں۔ رسول اللہؐ حسب معمول سب سے پہلے فاطمہؑ کے دروازے پر تشریف

لائے اور مشفق اور روح پرور صدا مدینے کی فضاؤں میں آیۂ تطہیر کا فردوسی آہنگ بن کر گونجی:

"اے اہل بیتؑ نبوت تم پر میرا سلام ہو کہ

خدا نے تمہیں ہر رجس سے اس طرح پاک وپاکیزہ رکھا

ہے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے"۔

فاطمہؑ سراپا اشتیاق بن کر دہلیز تک آئیں۔ گود چاند کو شرماتی نوزائدہ بیٹی سے ہری بھری تھی۔ فضہؓ، ام ایمنؓ اور دوسری کنیزوں نے مبارک سلامت کے ساتھ یہ خوشخبری رسول اللہؐ تک دہلیز میں قدم مبارک رکھتے ہی پہنچا دی۔ فاطمہؑ نے ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ استقبال کیا: "باباجانؐ! مبارک ہو خدا نے اپنے کرم سے ہمیں حسنؑ اور حسینؑ کی بہن عطا فرمائی ہے۔"

رسول اللہؐ نے پیشانی چومی اور بازو پھیلا کر فرمایا: "تمہیں بھی مبارک ہو جان پدر! "لاؤ میری بیٹی مجھے دو۔"

فاطمہؑ نے خوشی خوشی بیٹی کو آغوش رحمت میں دیدیا۔ رسول اللہؐ نے اشتیاق سے فاطمہؑ کے نورانی جمال اور علیؑ مرتضٰی کی حشمت اور وقار کو نوزائدہ بچی میں منعکس ہوتے ہوئے دیکھا تو چہرۂ انور کھل اٹھا۔ بے اختیار بچی کو سینے سے لگالیا۔

فاطمہؑ گویا ہوئیں: "باباجانؐ! ہم سب آپ کے انتظار میں تھے کہ آپ تشریف لائیں اور حسینؑ کی بہن کا نام رکھیں۔"

"بیٹی! میں اس معاملے میں حکم خداوندی کا پابند اور منتظر ہوں۔"

رسول اللہؐ نے ننھی کلی کے پھول سے رخسار کے ساتھ اپنا رخسار محبت سے لگادیا۔

اسی وقت رخ پرنور پر آثار وحی نمودار ہوئے۔ فاطمہؑ نزول وحی کی نشانیوں کو پہچان کر خاموش ہوگئیں لیکن یہ دیکھ کر ان کا دل ڈوبنے لگا کہ رسول اللہؐ کی آنکھوں سے اشکوں کا ایک سیل رواں جاری ہے جو انؐ کی ریش مبارک اور بچی کے ملائم رخساروں کو بھگو رہا ہے۔ فاطمہؑ نے بیتاب ہو کر دل تھام لیا۔

رسول اللہؐ نے فاطمہؑ کے سر پر ہاتھ رکھا اور علیؑ کو قریب بلا کر فرمایا:

"یہ ننھی بیٹی تم جیسے شاہ مرداں باپ کی زینت ہے۔ بارگاہ ایزدی سے اسے "زینبؑ" کا نام عطا ہوا ہے کہ لوح محفوظ پر اس کا یہی نام لکھا ہے"—

پھر چاروں جانب دیکھا اور گویا ہوئے:

"یہاں جو لوگ حاضر ہیں میں ان کو وصیت

کرتا ہوں اور ان پر فرض ہے کہ اس بات کو ان تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں ــــ سب میری اس بچی کے حقوق کی رعایت کریں ــــ اس کی عزت و حرمت کا پاس رکھیں، یہ صورت و سیرت میں اپنی نانی خدیجۃ الکبریٰؑ سے مشابہ ہے اور انہی کی طرح دین کے لئے قربانیاں دے گی"ــــ

جان سے پیارے بابا کی آنکھوں کے آنسو فاطمہؑ کے دل پر گر رہے تھے، انہوں نے بھیگی پلکوں کے ساتھ ایک بے قرار سوال کیا:

"باباؐــــ! کس بات نے آپ کو رلایا ہے؟"

رسول اللہؐ کے اشکوں کی روانی بڑھی اور شدت گریہ سے آواز بلند ہوگئی ــــ وہاں موجود سب ہی کے دلوں پر قیامت گزر گئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے ــــ رسول اللہؐ نے زینبؑ کے بالوں اور ننھی کلائیوں کو چوما اور فاطمہؑ و علیؑ سے مخاطب ہوئے ــــ "بیٹا ــــ! میری اس بات کو صبر و ضبط سے سنو ــــ جبرئیل امینؑ خبر لائے ہیں کہ زینبؑ اپنے بھائی حسینؑ کی قربانیوں میں برابر کی شریک ہوگی ــــ جب وہ امت کے بدترین گروہ کے ہاتھوں تین دن کی بھوک اور پیاس کے ساتھ شہید کر دیا جائے گا تو تمہاری بیٹی اس کے مقصد کو زندہ رکھے گی ــــ یہ میری امت کے ہاتھوں شدید

ترین تکالیف اور مصائب میں مبتلا ہوگی جو ایک ہی روز میں اس کے بالوں کو سفید اور کمر کو خمیدہ کردیں گے ــــ مجھ میں ان کے بیان کی تاب نہیں ــــ میری اس بیٹی کے حقوق میری امت پر اسی طرح واجب ہیں جس طرح اس کے بھائیوں حسنؑ اور حسینؑ کے ہیں" ــــ

ننھی سی جان ــــ پھول سی بچی جو آغوش رحمت میں آسودہ تھی ــــ اس کے مصائب و شدائد کی اس اندوہناک خبر نے فاطمہؑ کی ممتا کو ہلا کر رکھ دیا ــــ حسینؑ کی ولادت پر اس کے دکھوں اور قربانیوں کا جو حال اپنے باباؐ کی سچی زبان سے سنا تھا، فاطمہؑ کے دل پر لکھا تھا ــــ اس بیٹی کی ان مصائب میں برابر کی شرکت کی خبر نے فاطمہؑ کے دکھی دل کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا ــــ رسول اللہؐ کے آنسوؤں میں ان کے آنسو بھی شامل ہوگئے۔ علیؑ نے ڈھارس کے لئے فاطمہؑ کے شانوں کو تھاما ــــ فاطمہؑ نے سر تسلیم جھکایا اور اپنے آنسوؤں کو بارگاہ احدیت میں ہدیہ کردیا ــــ

"باباؐ ــــ! ہماری جان، مال اور اولاد سب کچھ خدا ہی کا ہے ــــ یہ اس کی راہ میں کام آجائے تو اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی" ــــ

"میں حمد کرتا ہوں اس خداوند متعال کی جس نے ہمارے بچوں کو دین حق کی حفاظت کا ذریعہ قرار دے کر ہمیں عزت و سعادت سے بہرہ مند فرمایا ہے" ــــ علیؑ بھی ادائے شکر میں فاطمہؑ کے ہم آواز ہوگئے۔

گلستان رسالت کی تر و تازہ کلی ہوائے مہر و محبت میں پروان چڑھنے لگی ــ وہ جس گھر میں اتری تھی ــ وہ بیت الشرف کہلاتا تھا ــ گھر کے مکین اہلبیتؑ کے لقب سے ملقب تھے ــ جن پر اللہ اور اس کے فرشتے درود و سلام بھیجتے تھے ــ جہاں وحی کا نزول ہوتا تھا اور فرشتے سائل بن کر آتے تھے۔ وہاں اتنی بلند پایہ اور جامع کمالات شخصیات کا بے مثال اجتماع تھا کہ روئے زمین پر کوئی ایسا گھر کہیں نہیں تھا ــ زینبؑ اتنے ہادیوں کے درمیان ایک عظیم خدائی درسگاہ میں پروان چڑھ رہی تھیں ــ ناناؐ ہادیٔ برحق معلم کائنات، باپ درِ مدینۃ العلم، امام المتقین، ماں خاتون جنت سیدۃ النساء العالمین، بھائی جوانان جنت کے سردار ــ گویا پنجتن پاک کے گلدستۂ کمالات نے زینبؑ کو اپنے جھرمٹ میں لے رکھا تھا اور ہر آن ان کے فطری جوہر معراج کمال کی جانب محو سفر تھے ــ

بنو ہاشم کا حسن و جمال اور پاکیزگیٔ کردار تو سارے عرب میں ضرب المثل تھی ــــ ان میں خانوادۂ رسالت کا نورانی امتیاز ہمیشہ ستاروں کے ہجوم میں چاند بن کر چمکا تھا۔ زینبؑ کے نورانی پیکر میں بھی اسی نور رسالت کی پاکیزہ شعاعوں کی چھوٹ نظر آتی تھی ــــ وہ فاطمہؑ کے حسن لافانی کا ایک حسین مرقع تھیں ــــ قدو قامت میں رسول اللہؐ کی مشابہت صاف نظر آتی تھیں ــــ وقار و جلال علیؑ مرتضٰی کا سا تھا ــــ خدوخال میں حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ بھی ایک حسین مشابہت نمایاں تھی ــــ نانی خدیجۃؑ الکبریٰ کا پرتو جمال پوری شخصیت میں جھلکتا تھا ــــ

جمال صورت، کمال سیرت کے ساتھ مکمل حسن و خوبی سے بہم آمیز ہونے لگے ــــ رسول اللہؐ ہر روز فاطمہؑ کے گھر کے دروازے پر تشریف لاکر آیۂ تطہیر کی تلاوت فرماتے ــــ صدائے رحمت کو سن کر حسنؑ اور حسینؑ فرط اشتیاق سے والہانہ دروازے کی طرف دوڑتے ــــ فاطمہؑ بھی ننھی زینبؑ کو گود میں لئے ہوئے استقبال کے لئے صحن خانہ میں چلی آتیں ــــ رسول اللہؐ کے جمال جہاں آرا میں قلبی مسرت کے رنگ جھلکتے، وہ جھک کر چاند سی پیشانیاں چومتے ــــ ایک کو اٹھا کر کندھے پر بٹھاتے ــــ دوسرے کو بھی گود میں اٹھا لیتے اور لاڈ پیار کی چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے ہوئے وہ فاطمہؑ کی چمکتی پیشانی چومتے ــــ پھر فاطمہؑ کی گود میں ہمکتی پھول

سی زینبؑ کو بازوؤں میں تھام لیتے اور اپنی زبان چوساتے۔۔۔

بچے کچھ دیر کو الگ ہو کر بچپنے کی پیاری پیاری باتیں کرنے لگتے۔۔۔ وہ بھی زبان رسالت چوس چوس کر پروان چڑھے تھے۔۔۔ وہ جانتے تھے کہ اب یہ حق ان کی ننھی بہن زینبؑ کا ہے۔۔۔ زینبؑ آسودہ ہو جاتیں تو رسول اللہؐ انہیں فاطمہؑ کی گود میں دیتے ہوئے فرماتے۔۔۔ "نور نظر۔۔۔! میں نے زینبؑ کو سیر کر دیا ہے۔۔۔ اب اسے چند پہر تسکین رہے گی"۔۔۔

علیؑ مرتضیٰ دن بھر کی مشقت کے بعد گھر آتے تو ننھی زینبؑ کو دیکھ کر نہال ہو جاتے۔۔۔ بیٹی کو گود میں لیتے۔۔۔ محبت آمیز حسرت سے اس کا معصوم چہرہ تکتے۔۔۔ اس کی کلائیاں اور سر کے بال چومتے تو آنکھیں بھیگ جاتیں۔۔۔

حسنؑ اور حسینؑ کے لئے ننھی بہن قدرت کا ایک حسین تحفہ اور نعمت تھی۔۔۔ دونوں بچے اس سے پیار کرتے نہیں تھکتے تھے۔۔۔ لیکن ننھی زینبؑ چھوٹے بھائی حسینؑ کی طرف کچھ زیادہ ہی کھنچتیں۔۔۔ کبھی ماں کی گود میں بے چین ہوتیں یا روتیں تو حسینؑ کی گود میں آکر خاموش ہو جاتیں اور مسلسل ان کا چہرہ تکتی رہتیں۔۔۔ کبھی حسینؑ نظر نہ آتے تو ان کی بے قرار نظریں انہیں یہاں وہاں تلاش کرتی رہتیں۔۔۔ حسینؑ سامنے آجاتے تو پرسکون ہو جاتیں۔۔۔ گہوارے میں ہوتیں تو نگاہیں حسینؑ کو ہی

ڈھونڈتی رہتیں ــــ

فاطمہؑ نے زینبؑ کی حسینؑ کے ساتھ اس غیر معمولی محبت کا تذکرہ رسول اللہؐ سے کیا ــــ "باباجانؐ ــــ! زینبؑ تو حسینؑ کو دیکھ دیکھ کر جیتی ہے ــــ بھائی کی ذراسی فرقت اس سے برداشت نہیں ہوتی ــــ حسینؑ کی خوشبو اسے زندگی دیتی ہے" ــــ

رسول اللہؐ کی پلکیں بھیگ گئیں ــــ "جان پدر ــــ! میں بھی ان دونوں کی اس محبت اور لگاؤ کو دیکھتا ہوں ــــ بیٹی ــــ! یہ اسرار الٰہیہ میں سے ہے ــــ آنے والے وقت میں یہ حسینؑ کے ساتھ سائے کی طرح رہے گی اور دونوں بہن بھائی اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیں گے اور کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے" ــــ

رسول اللہؐ کی آغوش رحمت میں زینبؑ نے ہوش سنبھالا ــــ علیؑ مرتضیٰ کے سینے پر پاؤں پاؤں چلنا سیکھا ــــ فاطمہؑ کی حمد و مناجات کی لوریاں سنیں اور حسنؑ اور حسینؑ کی نازبرداریوں میں کھیلتی رہیں ــــ فرشتے جھولا جھلاتے اور جنت سے بہشتی لباس لے کر آتے ــــ

گھر ایسا جہاں توصیف و ستائش کی آیات اترتی تھیں ــــ رسول اللہؐ سلام بھیجتے تھے ــــ صحابہؓ دروازے پر جاروب کشی کرتے تھے ــــ جو وحی کے اترنے کی جگہ، علم و حکمت کا مرکز اور رسالت کی کان تھا ــــ یہ وہ واحد گھر

تھا جس کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا ــــ رسول اللہؐ مسجد میں خطبہ دیتے تو آواز دروازے کے اس طرف بھی آتی تھی ــــ فاطمہؑ خطبہ سنتیں تو زینبؑ گود میں ہوتیں۔ علیؑ مرتضٰی تلاوت کرتے، فاطمہؑ حمد و مناجات کے چراغ روشن کرتیں ــــ بچے تسبیح و تہلیل کرتے ــــ تو زینبؑ کبھی گھوارے میں ہوتیں تو کبھی آغوش میں ــــ ذکر الٰہی سے معمور ان ہی سرمدی آوازوں کو سنتے سنتے زینبؑ نے بولنا سیکھا اور تربیت و حصول علم کے بلند مراتب سے گزرنے لگیں ــــ

زینبؑ نے تقریباً چھ سال تک رسول اللہؐ کے سایۂ رحمت میں اخلاق کریمانہ، معرفت توحید، استقلال و ثبات قدم اور علم و حکمت کے بے پایاں خزانے یوں سمیٹے کہ ان کی فطری رفعتوں اور ذاتی عظمتوں کو چار چاند لگ گئے ــــ علیؑ مرتضٰی سے شجاعت و علم کی صفات لے کر نسائیت کی شان کے ساتھ خود میں اس طرح جذب کرلیں کہ صحیح معنوں میں باپ کی زینت ہو گئیں ــــ فاطمہؑ کی عصمت و طہارت، زہد و تقویٰ، صبر و تحمل اور تربیت کے سارے جوہر ان کی شخصیت میں یوں رچ بسے کہ فاطمہؑ کا ہی نقش ثانی ہو گئیں ــــ ان کے بچپن میں بھی علم و معرفت کی عجب شان جھلکنے لگی ــــ

ایک روز علیؑ انہیں اپنی گود میں لے کر پیار سے کہہ رہے تھے ــــ

"کہو بیٹی ۔۔۔! ایک" ۔۔۔

زینبؑ نے دوہرایا ۔۔۔ "ایک" ۔۔۔

علیؑ بولے ۔۔۔ "بیٹی ۔۔۔! اب کہو دو" ۔۔۔

زینبؑ نے سر نیاز جھکایا اور پورے معرفت و یقین سے بولیں ۔۔۔ "باباجان ۔۔۔! جس زبان سے "واحد" کہا ہے ۔۔۔ اس سے "دو" کہنا زیب نہیں دیتا" ۔۔۔

اس چھوٹی سی عمر میں معرفت توحید کے اس شعور نے علیؑ مرتضٰی کو مسرور کر دیا ۔۔۔

علیؑ اپنی معصوم بیٹی میں اپنے خاندان کی مخصوص علمی و روحانی قدروں کو راسخ و اجاگر ہوتے ہوئے دیکھ کر شکر خداوندی بجالاتے تھے ۔۔۔ زینبؑ کی چھوٹی چھوٹی سی معصومانہ باتوں میں گہری بصیرت اور عالمانہ شان جھلکتی تھی ۔۔۔

ایک مرتبہ بچوں کی مخصوص عادت کے مطابق علیؑ کے کان سے لگ کر بولیں ۔۔۔ "باباجانؑ ۔۔۔! بتایئے کیا آپ ہمیں محبوب رکھتے ہیں ۔۔۔؟"

علیؑ نے پیار سے سر پر ہاتھ رکھا ۔۔۔ "جان پدر! تم تو میرے جگر کا ٹکڑا ہو، میں تمہیں کیوں نہ محبوب رکھوں گا؟"

زینبؑ مسکرائیں اور بچپن کی معصومانہ ادا کے ساتھ گویا ہوئیں:

"باباجان ــــ! محبت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، ہمارے لئے تو شفقت ہے نا۔"

علیؑ نے بے اختیار زینبؑ کو سینے سے لگالیا اور متشکر لہجے میں بولے: "خدایا ــــ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے ایسی باعظمت بیٹی عطا کی ہے۔"

پنجتنؑ پاک کے اس روحانی مکتب میں زینبؑ نبوت و امامت کے فیوض و برکات سے ہر دم مشرف ہوتی تھیں ــــ ان کے فطری جوہر ماں کی تربیت سے نکھر نکھر کر ماں کے ہی پَر تو میں ڈھل رہے تھے فاطمہؑ زینبؑ کو محراب عبادت میں اپنے ہمراہ کھڑا کرتیں تو زینبؑ فاطمہؑ کا عبادت الٰہی میں خشوع و خضوع دیکھ کر اسی ذوق و شوق عبادت کے سوتے اپنے وجود میں بھی ابلتے ہوئے محسوس کرتیں ــــ فاطمہؑ کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھتے تو صرف امت کی بھلائی اور دین کی سربلندی ہی حرف دعا میں ڈھلتی تو زینبؑ آداب دعا کو حرز جاں بنالیتیں۔

فاطمہؑ گھر کے کاموں میں مشغول ہو کر بھی یاد خدا سے غافل نہیں ہوتی تھیں ــــ ان کے لبوں پر حمد و مناجات کے پھول کھلتے ہی رہتے تھے جو زینبؑ کے مشام جان میں خوشبو بن کر مہکتے ــــ وہ ماں کو حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لئے اپنی چادر گروی رکھتے، فقراء و

مساکین کی بھوک کو اپنی بھوک پر ترجیح دیتے، ہمسایوں اور رشتہ داروں کی ضروریات کو خاموشی سے پورا کرتے، انہیں صائب مشوروں سے نوازتے، ہر سوال کرنے والے کے سوال کو اعزاز عطا کرتے اور علم کے متلاشیوں کی علمی احتیاج کی تسکین کرتے ہوئے دیکھتیں تو ان سارے روح پرور مناظر کو اپنے اندر بسا کر شعار زندگی کے قرینے سیکھتیں۔

وہ ایسے گھرانے میں پروان چڑھ رہی تھیں جہاں کسی ارضی معلم کا گزر تک نہیں تھا۔ جہاں علوم و حکمت سب کے سب خلقت میں ودیعت ہوتے اور آسمانی وسیلوں اور وحی الٰہی کے برگزیدہ ذریعوں سے بڑھتے ابھرتے، وسعت و عمق حاصل کرتے تھے۔ زینبؑ کی شخصیت کی تکمیل بھی ان ہی علوم سماوی اور لدنی سے ہو رہی تھی۔ علم الٰہی کی شعاعیں ہر سمت سے انہیں گھیرے ہوئے تھیں۔ رسالت و امامت کی تمام تر اعلیٰ اقدار اور روایات سے ان کی شخصیت سج سنور رہی تھی۔ عمدہ نسوانی اوصاف اور بلند تر زندگی کے زریں اصول ان کے آنچل میں بندھے تھے۔

ان کا بچپن ابھی علو شان اور فضل و کمال کی ارتقائی منازل طے کر رہا تھا کہ خانوادۂ رسالت کی بھری بہار میں خزاں کے زرد سائے لہرائے۔ رسول اللہؐ کی طبیعت ناساز ہو گئی، بخار کی شدت بڑھی اور سر میں درد رہنے لگا۔ وہ جو ہر روز فاطمہؑ کے دروازے پر تشریف لا کر درود و سلام بھیجتے

تھے، انہیں مسجد تک جانے کے لئے بھی سہارے کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ آل محمدؑ کیلئے یہ ایک عظیم مصیبت تھی، فاطمہؑ اور بچوں کو رسول اللہؐ کو دیکھے بغیر چین نہیں آتا تھا۔

علیؑ تو ہمہ وقت حاضر خدمت رہتے تھے۔ رسول اللہؐ کو سہارا دے کر مسجد تک لے جانے کی ذمہ داری بھی ان ہی تھی۔ فاطمہؑ بھی جلد گھر کا کام سمیٹ کر بچوں کی انگلی پکڑتیں اور رسول اللہؐ کے پاس چلی آتیں۔ آنکھوں سے آنسو بہاتیں وہ دل و جان سے ان کی تیمار داری میں مصروف رہتیں۔ چھ سالہ ننھی زینبؑ اپنے دونوں بھائیوں اور بہن ام کلثومؑ کے ساتھ رسول اللہؐ کی پلنگ کی پٹی سے لگی، اس سایۂ رحمت کو خود سے جدا ہوتے ہوئے دیکھتی رہیں، رسول اللہؐ نے جب آخری مرتبہ زینبؑ کو سینے سے لگایا تو ان کے بال چوم کر بہت دیر تک آنسو بہاتے رہے۔

نانا رسول اللہؐ کی شفقت و رحمت رخصت ہوگئی تو جیسے سارا جہان تاریک ہوگیا، دنیا کا رنگ بدلا اور مسلمانوں نے آل محمدؑ سے آنکھیں پھیرلیں۔ زینبؑ اپنی ماں فاطمہؑ کا پلو تھامے دکھی دل کے ساتھ ان تمام سنگین حالات کو خود پر جھیلتی رہیں، جن حالات نے ان کی ماں کے روشن دنوں کو تاریک راتوں میں بدل دیا تھا۔

فاطمہؑ کو نہ دن کو چین تھا نہ رات کو آرام، لبوں پر آہیں تھیں تو

آنکھوں میں آنسو، دل مجروح تھا تو روح زخمی اور علیؑ حالات زمانہ کو ناموافق دیکھ کر خانہ نشین ہو گئے تھے اور دن رات قرآن پاک جمع کرنے میں مشغول رہتے تھے۔۔۔ بھائی اداس اور پریشان آنکھوں میں آنسو لئے پھرتے تھے۔۔۔ چند ہی روز میں بھرا پرا گھر ویرانے میں بدل گیا تھا۔۔۔ زندگی کی بہاروں کو موت کی خزاں چاٹ گئی تھی۔۔۔ ازلی عزت و عظمت کے روشن چاند کو امت گہن لگانے کی لاحاصل کوششوں میں مصروف تھی۔

فاطمہؑ اس صدمے سے ابھی سنبھلی نہیں تھیں ـــــ رسول اللہؐ کی مفارقت کے غم کو اور گہرا ہوتے ہوئے گیارہواں دن تھا کہ اچانک دروازے پر کچھ ایسا شور بلند ہوا جیسے کوئی فریاد کرتا ہے۔ فضہؓ حال معلوم کرنے کو باہر گئیں اور یہ پریشان کن خبر لے کر آئیں کہ فریادی وہ عامل ہیں جنہیں حکومت وقت نے فاطمہؑ کی جائیداد سے بے دخل کر کے زبردستی اس پر قبضہ کرلیا ہے۔

"فدک" نامی یہ جائیداد جو مختلف باغوں پر مشتمل تھی ـــــ رسول اللہؐ کو ۷ھ میں فتح خیبر کے بعد یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدۂ امن کے نتیجے میں بطور ہدیہ پیش کی گئی تھی کیونکہ یہ جائیداد بغیر جنگ کے حاصل ہوئی تھی اس لئے یہ رسول اللہؐ کی ملکیت قرار پائی تھی جس کی خبر سورۂ حشر کی آیات میں دی گئی تھی۔ پھر سورۂ روم کی آیت نمبر اڑتیس اتری اور

رسول اللہؐ نے یہ جائیداد بحکم خدا فاطمہؑ کو ہبہ کردی۔ تب سے یہ جائیداد فاطمہؑ کے ہی تصرف میں تھی ــــ اس کی کثیر آمدنی سب کی سب ضرورت مندوں کی ضرورتوں میں بٹ جاتی تھی ــــ فاطمہؑ اور ان کے خاندان کی گزر بسر علیؑ مرتضیٰ کی محنت و مشقت پر ہی تھی ــــ اس میں بھی سوال کرنے والوں کے سوال کو ترجیح دی جاتی تھی اور فقر و فاقہ بخوشی قبول کرلیا جاتا تھا۔

جائیداد کی ضبطی کی خبر دل شکستہ اور بیمار فاطمہؑ کے لئے ایک اور قیامت تھی ــــ انہوں نے صبر و تحمل سے اسے سنا اور اسی وقت فیصلہ کرلیا کہ وہ اس ناانصافی کے خلاف آواز بلند کریں گی۔ جب وہ زینبؑ کے بھائیوں بنو ہاشم کی خواتین اور کنیزوں کے ہمراہ دربار خلافت کی طرف روانہ ہوئیں تو زینبؑ گھر پر ہی رہیں کہ بلاضرورت صنف نازک کا گھر کی دہلیز سے قدم باہر رکھنا خانوادۂ نبوی کا شیوہ نہیں تھا۔ لیکن وہ سب کچھ خود پر بیتتا ہوا محسوس کررہی تھیں جس کی اذیت سہہ کر ان کی دکھی ماں دربار خلافت کی جانب چلی تھیں ــــ ان کے ہر ہر قدم کے ساتھ زینبؑ کے دل کی دنیا زیروزبر ہوتی رہی، وہ چھوٹی بہن کے ساتھ گھر کے اس دروازے کے ساتھ چپ چاپ کھڑی رہیں جس سے لگ کر وہ ماں کے ہمراہ رسول اللہؐ کے خطبات کی روح پرور صداؤں کو سنا کرتی تھیں۔

گھر کی جانب لپکتی آوازیں وہ ساری دل خراش روداد کہہ رہی تھیں جو تاریخ کے صفحات پر گرم آنسوؤں کی طرح گرتی رہی تھی۔ فاطمہؑ کا لقب صدیقہ و طاہرہ ہر شخص کی زبان پر تھا۔ قرآن پاک کی آیات اور احادیث نبویؐ ان کی عصمت و طہارت اور مقام و مرتبے پر گواہ تھیں لیکن ان کا دعویٰ مسترد کر کے انہیں ان کے والد رسول اللہؐ کی وراثت سے محروم کر دیا گیا۔

زینبؑ نے اپنی پردہ نشین ماں کی آواز کو بلند ہوتے ہوئے سنا کہ وہ کس رعب و جلال کے ساتھ قرآن پاک سے نظائر پیش کر کے اپنا حق وراثت ثابت کر رہی ہیں ـــ اس وقت ان کا لہجہ رسول اللہؐ کا لہجہ تھا ـــ سننے والے ایک پردہ نشین گھریلو خاتون کی فصاحت و بلاغت اور طلاقت لسانی پر انگشت بدنداں تھے۔

ماں کی یہ استقامت، کلمہء حق کہنے کی بے مثال جرأت اور حق پر ہونے کا مکمل یقین زینبؑ کے دل پر لکھا جا رہا تھا ـــ ان کے سارے وجود میں سرائیت کر رہا تھا، ان کے بدن میں لہو بن کر دوڑ رہا تھا۔ فاطمہؑ ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ بوجھل قدموں سے گھر واپس ہوئیں تو زینبؑ ہاتھ تھامنے کو گھر کی دہلیز پر موجود تھیں۔

فاطمہؑ کا دعویٰ مسترد کر دیا گیا لیکن دربار خلافت میں ان کے خطبے

کا شہرہ دور و نزدیک ہر جگہ ہوتا تھا۔ جو لوگ اس وقت مسجد نبوی میں موجود نہیں تھے وہ بھی اس خطبے کے بارے میں جاننا چاہتے تھے۔۔۔ جب بھی کوئی اس کے بارے میں سوال کرتا تو چھ سالہ زینبؑ اس طویل خطبے کو حرف بہ حرف سنا کر پوچھنے والوں کو حیران کردیتی تھیں، بعد میں یہ خطبہ ان کی سند سے بھی روایت کیا گیا کہ زینبؑ اپنی ماں کی اس "صدائے احتجاج" کی امین تھیں۔

جائیداد کی ضبطی کو ابھی چار پانچ روز بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہی دروازہ جہاں رسول اللہؐ آیۂ تطہیر پڑھ کر اس گھر کی عظمتوں کا اعلان کیا کرتے تھے، اسے بے ادبی کے ساتھ کھٹکھٹایا گیا اور ایک گستاخانہ شور کے ساتھ زینبؑ کے بابا علیؑ مرتضیٰ کو پکارا گیا: ''علیؑ کو گھر سے نکالو، علیؑ گھر سے باہر آؤ۔''

نامانوس شور سن کر زینبؑ سہم گئیں ــــ انہوں نے اس انداز میں کسی کو بات کرتے ہوئے پہلی مرتبہ سنا تھا۔ علیؑ اٹھے ــــ فاطمہؑ نے پریشان ہو کر دروازے کی طرف دیکھا ــــ آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور علیؑ کو باہر نکلنے کے لئے کہنے والے دھمکیاں بھی دینے لگے تھے۔

''علیؑ گھر سے نکلو اور چل کر خلیفہ کی بیعت کرو ورنہ خدا کی قسم میں اس گھر کو آگ لگادوں گا، میں لکڑیاں لے کر آیا ہوں۔'' عمرؓ ابن خطاب

کی آواز صاف پہچانی جا رہی تھی۔

کوئی ان ہی کا ساتھی گھبرا کر بولا: "اس گھر میں تو رسول اللہؐ کی بیٹی اور ان کے نواسے بھی ہیں۔"

"تو ہوا کریں، مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔" جواب دیا گیا۔

علیؑ نے ابھی چلنے کا ارادہ ہی کیا تھا لیکن ان سے پہلے فاطمہؑ اٹھیں اور قطعی لہجے میں بولیں:

"ابوالحسنؑ ـــ! ٹھہر جایئے پہلے مجھے باباؐ کے ان امتیوں سے بات تو کر لینے دیجئے۔"

علیؑ مصلحتاً ٹھہر گئے اور فاطمہؑ نے دروازے کی اوٹ سے باہر جمع ہو جانے والے لوگوں سے پورے جلال کے ساتھ کہا:

"میں تم جیسی قوم کے ساتھ کوئی سروکار نہیں رکھتی، تم نے رسول اللہؐ کے جنازے کو ہمارے درمیان چھوڑ دیا اور امر خلافت کو خود ہی طے کر لیا اور ہمیں پوچھا تک نہیں اور ہمارا حق ہم سے چھین لیا۔ کیا تم رسول اللہؐ کا وہ قول فراموش کر بیٹھے ہو جو انہوں نے غدیر خم میں فرمایا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں؟ کیا تمہیں رسول اللہؐ کا یہ قول بھی یاد نہیں کہ علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔؟؟؟"

فاطمہؑ کی اس بات کے جواب میں دروازہ پوری قوت کے ساتھ یکدم اندر دھکیل دیا گیا۔ فاطمہؑ پیچھے نہ ہٹ سکیں اور دیوار اور دروازے کے درمیان پس کر رہ گئیں۔ لوگ اندر داخل ہوئے اور علیؑ کو زبردستی گردن میں رسی ڈال کر اپنے ساتھ لے گئے۔

کنیزیں فاطمہؑ کی طرف دوڑیں ــــ ماں کی یہ جرأت اور حق گوئی زینبؑ کے سارے وجود میں اتر گئی۔ فضہؓ اور ام ایمنؓ نے فاطمہؑ کی خبر لی جو اس سانحے میں اپنی آنے والی اولاد محسن کو کھو چکی تھیں۔ سہمی ہوئی کم سن زینبؑ بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ ماں کی تیمارداری میں مصروف ہو گئیں لیکن ننھا معصوم دل بابا کے لئے بے قرار ہو ہو کر دھڑکتا رہا جنہیں خلیفہ کی بیعت لینے کے لئے زبردستی اپنے ساتھ لے جایا گیا تھا۔ وہ ماں کو سنبھال رہی تھیں اور ان کا تصور بابا کے ساتھ ساتھ تھا۔ ہراساں کر دینے والے اندیشوں سے روح بے چین تھی، مگر یہ سب کچھ جھیل کر بھی زینبؑ ماں اور چھوٹی بہن کے لئے ڈھارس بنی ہوئی تھیں۔

پھر کسی نے بتایا کہ علیؑ کو بیعت کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکا اور وہ امت کی اس زیادتی کی شکایت لے کر قبر رسول اللہؐ کی جانب گئے ہیں۔ زینبؑ کا دل بھی بابا کے ساتھ ساتھ چلا اور بابا پر بیتنے والے دکھ ان کے مجبور دل پر برستے چلے گئے۔ خدا خدا کر کے بابا گھر آئے تو صدیوں کی

مسافت ان کے چہرے پر لکھی تھی — فاتح خیبر اور اسد کردگار ہو کر صبر و ضبط کے جن کٹھن مرحلوں سے وہ گزر کر آئے تھے اس کی اذیت گھر کے ہر فرد پر بیت گئی تھی لیکن یہ تسکین ہر ایک کو تھی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے تھے۔ راج دربار والے تاجدار امامت سے بیعت لینے میں کامیاب نہیں ہوئے تھے۔

زینبؑ ماں کے سرہانے بیٹھی کل روداد سنتی رہیں — ہر ہر لمحے کا گھاؤ ان کے دل پر نقش ہوتا رہا — انہیں اس چھوٹی سی عمر میں اپنی بڑی ذمہ داریوں کا ادراک اسی طرح ازخود ہو گیا تھا — جس طرح فاطمہؑ اپنی والدہ خدیجہؑ کے بعد رسول اللہؐ کے کار تبلیغ میں آپ سے آپ شریک ہو گئی تھیں۔ رسول اللہؐ کے پائے مبارک سے کانٹے چننے، کافروں کی گرائی ہوئی گندگی کو صاف کرنے، پتھروں سے لہولہان زخموں کو دھونے، ڈھارس بندھانے اور دلجوئی کرنے میں وہ جس طرح رسول اللہؐ کے ساتھ ساتھ تھیں — اسی طرح زینبؑ بھی اپنی دل شکستہ ماں اور اعصاب شکن حالات کی کٹھنائیوں میں گھرے ہوئے بابا کے ہم قدم تھیں — بڑے بھائیوں اور چھوٹی بہن کے لئے ان کی محبتیں فراواں تھیں۔

اس اذیت ناک سانحے پر اظہار افسوس کے لئے مدینے کی خواتین فاطمہؑ کے پاس آتیں تو وہ ان کے ساتھ علیؑ کے حق خلافت کے بارے

میں دلیل و حجت کے ساتھ گفتگو کرتیں ــــ تو زینبؑ مہمانوں کی تواضع کرتے ہوئے ماں کے استدلال کو حرز جاں بناتیں ــــ ان کی شخصیت کی تعمیر میں اسلام کی یہ تاریخ ہمیشہ شامل رہی جو ان کے اپنے گھر کے آنگن میں ان کے ساتھ جوان ہو رہی تھی۔

انقلاب زمانہ نے یہ نوبت پہنچادی تھی کہ دکھوں اور مصیبتوں میں گھری ہوئی فاطمہؑ کے لئے اجلے دن سیاہ راتوں میں بدل گئے تھے۔ پے در پے صدموں نے ان کی آنکھوں کو آنسوؤں سے بھر دیا تھا اور لبوں پر آہ و زاری کے سوا کچھ اور نہیں تھا۔ کمسن زینبؑ پر دوہری ذمہ داری آن پڑی تھی، وہ بیمار اور دکھی ماں کو سنبھالتیں، والد کی خبر گیری کرتیں اور بہن بھائیوں کی دلجوئی میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑتیں۔

امت کی ستائی ہوئی فاطمہؑ کے دن رات اب نوحہ و ماتم سے ہی عبارت تھے ــــ ان کے نوحے ضمیروں میں کچوکے لگاتے تھے، ان کی آہیں کسی کو چین نہیں لینے دیتی تھیں ــــ ان کے نالہ و فریاد سے درو دیوار لرزتے تھے ــــ فضاؤں کا رنگ بدل جاتا تھا اور ہوائیں ہچکیاں لیتی تھیں ــــ جس کے باعث اہل مدینہ باربار یہ درخواست لے کر علیؑ مرتضٰی کی خدمت

میں آتے تھے کہ بنت رسول اللہؐ سے کہیں کہ وہ صبر کریں۔ دن کو روئیں یا رات کو۔ کہ ان کی گریہ و زاری سے فطرت میں جو آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ ان کو سکون کا سانس نہیں لینے دیتے۔ جس پر علیؑ نے فاطمہؑ کے لئے جنت البقیع میں ایک چھوٹا سا حجرہ تعمیر کر دیا جو "بیت الحزن" کہلاتا تھا۔ گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر فاطمہؑ ہر روز زینبؑ کے بھائیوں کی انگلی تھام کر "بیت الحزن" میں چلی جاتیں اور دن بھر وہیں اپنے غم و اندوہ کے ساتھ بسر کرتیں اور زینبؑ اتنی سی عمر میں کسی سگھڑ خاتون خانہ کی طرح گھر کی اس طرح دیکھ بھال کرتیں کہ فاطمہؑ کو کوئی فکر یا پریشانی نہ ہوتی۔

علیؑ تقریباً خانہ نشین ہو چکے تھے اور قرآن پاک جمع کرنے میں لگے رہتے تھے۔ صرف محنت مزدوری کرنے یا کسی ضروری کام سے ہی گھر سے نکلتے تھے۔ وقت کٹھن تھا اور زمانہ دشوار۔ جو گھر وحی کا مرکز۔ فرشتوں کی آماجگاہ۔ قدر و منزلت میں یکتا اور درود و سلام کا حامل تھا وہ زمانے کی قدر ناشناسی پر نوحہ کناں تھا۔ اس کے مکین افسردہ و دلگرفتہ تھے۔ رسول اللہؐ کے وصال کے بعد یہاں خوشی کا کوئی روشن لمحہ نہیں آیا تھا۔

غم و الم سے بھرے ہوئے ان مرجھائے دنوں میں ایک روز ایسا

بھی آیا جب فاطمہؑ کے دکھی چہرے پر ہلکی سی بشاشت نمودار ہوئی ــــ انہوں نے گھر کا تمام کام خود کیا ــــ کھانا پکایا ــــ غسل کر کے صاف ستھرے کپڑے پہنے اور علیؑ سے نہ جانے کیا کہا کہ وہ صدمے سے جھک گئے اور شکستہ چال چلتے ہوئے مسجد کی جانب چلے گئے۔

زینبؑ حالات کو سمجھ رہی تھیں ــــ ماں کی خستہ حالت دیکھ کر انہیں اندازہ ہو رہا تھا کہ ممتا کی یہ ٹھنڈی چھاؤں جلد یا بدیر ان سے چھننے والی ہے اس لئے وہ کوشش کرتی تھیں کہ اپنی جلیل القدر ماں کی صحبت سے زیادہ سے زیادہ فیضیاب ہو سکیں اور ان کی نصیحتوں کو حرز جاں بنالیں۔

اس روز فاطمہؑ نے خود انہیں قریب بلایا ــــ پیشانی چومی اور بہت دیر تک زینبؑ کے دلکش نورانی چہرے کو ایک عجیب اندوہناک حسرت سے تکتی رہیں، پھر پیار سے زینبؑ کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولیں :

"جان مادر ــــ! میرے بعد بہن بھائیوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری تمہاری ہے ــــ انہیں میری کمی کا احساس نہ ہونے دینا اور ان کے ساتھ ایک شفیق ماں کا سا برتاؤ کرنا۔ بیٹی ــــ! میرے حسینؑ کا بہت خیال رکھنا ــــ یہ بہت نازک مزاج اور لاڈلا ہے ــــ اس کا ساتھ کبھی نہ چھوڑنا ــــ ناناؐ کے دین پر جب کبھی وقت

پڑے کسی قربانی سے دریغ نہ کرنا۔"

زینبؑ کے دل کی دنیا زیرو زبر ہو گئی ــــ وہ بے ساختہ ماں کے سینے سے لگ گئیں اور بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ ماں کی تمام وصیتیں ایک ایک کر کے دل پر لکھتی رہیں۔

زینبؑ کی ٹھنڈی چھاؤں چھن گئی تھی لیکن وہ خود اپنے گھر کے لئے گھنیری چھاؤں بن گئی تھیں۔ گھر کی دیکھ بھال کرنا، ہر فرد کا خیال رکھنا، ہر ایک کی دلجوئی کرنا، کسی میں بھی تو فرق نہیں آتا تھا۔۔۔ عزیزوں، رشتہ داروں اور ملنے جلنے والوں کے ساتھ ان کا برتاؤ ایسا تھا کہ لوگ ان کے وجود میں فاطمہؑ کا عکس دیکھتے تھے۔ فاطمہؑ نے اپنے حسن تربیت سے بیٹی کا جو پیکر تراشا تھا اس کے خدوخال کچھ اور نکھرنے لگے تھے، زینبؑ کی شخصیت کے ہر پہلو، ان کے انداز و اطوار، ان کے سلیقے اور رکھ رکھاؤ اور ان کے اوصاف و وقار میں فاطمہؑ کی جھلک اس طرح نمایاں ہوگئی کہ دیکھنے والے انہیں ”ثانی زہرا“ اور نائبۃ الزہرا“ کہنے لگے۔۔۔ ان کے کردار کی عظمتوں نے انہیں ”صدیقۃ الصغریٰ“ اور ”عصمت الصغریٰ“ کے لقب سے بھی ملقب کیا۔

زینبؑ عبادت و ریاضت سے بھی ویسا ہی والہانہ شغف رکھتی تھیں جیسا ان کی والدہ فاطمہؑ کو تھا، وہ ماں کے ساتھ محرابِ عبادت میں کھڑی ہوتی تھیں اور ماں کی محویت و استغراق، زاری و تضرع، مناجات و تسبیح اور حرفِ دعا میں بہ دل و جان شریک رہتی تھیں۔ فاطمہؑ نے محرابِ عبادت میں کبھی اپنے لئے کچھ نہیں مانگا تھا۔۔۔ ان کی تمام دعائیں دینِ اسلام اور مومنین کے نام تھیں۔۔۔ یہی بے لوث قرینہ اور اپنی ذات کی نفی زینبؑ کی دعاؤں کا سنگھار تھی۔۔۔ انہوں نے نمازِ شب کبھی ترک نہیں کی تھی، فاطمہؑ کی طرح ان کا لقب بھی ''عابدہ'' تھا۔

عظیم المرتبت نانا رسولِ خداؐ اور والدہ کے رخصت ہو جانے کے بعد بڑے شدائد کا دور آگا تھا۔۔۔ زمانے کا رنگ بالکل بدل گیا تھا۔۔۔ لوگوں نے آنکھیں پھیرلی تھیں۔۔۔ زینبؑ کے بابا علیؑ اس عالم میں صبر کر رہے تھے کہ بقول ان کے آنکھ میں تنکا تھا، گلے میں ہڈی پھنسی تھی اور اچھو ہو رہا تھا۔ دونوں بھائی حسنؑ و حسینؑ ان کے پیچھے سعادت مندی سے دشوار گزار راستوں پر چل رہے تھے۔۔۔ علیؑ کے لئے دوہری ذمہ داریاں نباہنا کانٹوں کا سفر تھا۔۔۔ انہوں نے امتِ مسلمہ کو تفرقے اور خونریزی سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنے حق سے محرومی پر صبر کرلیا تھا۔۔۔ اس کے ساتھ ان لوگوں کے بپھرے ہوئے جذبات پر بند باندھا تھا جو ان کا حق لینے

کے لئے حکومت کے خلاف سینہ سپر ہونا چاہتے تھے اور ان اندرونی دشمنوں کو دھتکار دیا تھا جو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اسلام کو کمزور کرنا چاہتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ دین اسلام کے تحفظ اور بقاء کے لئے حکومت وقت کو صائب مشوروں سے نوازتے ــــ عوام کی علمی پیاس کی تسکین کے لئے ان کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے تھے اور اسوۂ رسول اللہؐ ان کے کردار و عمل میں زندہ و تابندہ تھا۔

ان تمام کٹھنائیوں اور مشکلات میں زینبؑ اپنے فرائض شایان شان انداز میں نبھا رہی تھیں جو ذمہ داری فاطمہؑ نے انہیں سونپی تھی وہ ہر لمحہ ان کے ساتھ ساتھ تھی ــــ بہن بھائی ان کی توجہ اور محبت میں ممتا کی خوشبو محسوس کرتے تھے۔ علیؑ کے لئے ان کا وجود ایک ایسی ڈھارس اور قوت تھا جسکے ہونے سے کلفتیں اور پریشانیاں گوارا ہو جاتی ہیں۔ زینبؑ علیؑ کے لئے محبتوں کا مرکز تھیں ــــ علیؑ فرط محبت سے انہیں "قرۃ العین مرتضیٰ" کہہ کر پکارتے تھے۔

کمسنی کے ان نوخیز دنوں میں جب لڑکیاں بالیاں بابل کے آنگن میں ہنستے کھیلتے گزارتی ہیں ــــ زینبؑ کے لئے پریشانیاں، مشکلات اور ذمہ داریاں تھیں ــــ اتنی سی عمر میں ان کی ہمتیں بیکراں اور دل رضائے الٰہی کے سامنے بصد عجز و نیاز جھکا ہوا تھا ــــ زبان پر ہمیشہ شکر خداوندی کے

کلمات رہتے تھے ـــ اسی لئے ان کا لقب "الراضیة بالقدر والقضاء" قضا و قدر پر راضی رہنے والی بھی تھا۔

علیؑ "باب مدینۃ العلم" تھے تو بیٹی کو کیوں نہ علم و معرفت سے آراستہ کرتے۔ زینبؑ بھی ہر آن علیؑ کے علم و معرفت کے موتی چنتی رہتی تھیں۔ فاطمہؑ کے بعد طبقہ نسواں کی علمی اور فکری تربیت کی ذمہ داری زینبؑ کا ہی فریضہ تھی ـــ وہ گھریلو کاموں سے فرصت پاتیں تو علم و عرفان کی محفلیں آراستہ کرتیں، جن میں ان کی ہم سن لڑکیوں کے علاوہ مدینے کی خواتین بھی اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے شریک ہوتیں اور زینبؑ کے علمی فیوض سے استفادہ کرتیں۔ قرآن حکیم کے مطالب و تفسیر اور احادیث نبوی کے بیان میں زینبؑ اپنے عظیم المرتبت خاندان کی علمی وارث تھیں ـــ جلد ہی مدینے بھر میں انہیں عالمہ غیر معلّمہ، فاضلہ، محدثہ اور خصوصاً "عقیلہء قریش" جیسے القابات سے پکارا جانے لگا۔ بنو ہاشم، زینبؑ سے روایت کرتے تو انہیں "ہماری عقیلہ" بڑے فخر سے کہتے۔

علیؑ، زینبؑ کے مقام و مرتبے اور قدر و منزلت کا خصوصی طور پر اہتمام کرتے تھے ـــ کبھی زمانے کی سختیوں سے دل زخمی ہو جاتا، حالات کی کڑی دھوپ جھلساتی تو زینبؑ کو نانا رسول خداؐ کی آغوش کی آسودگی یاد آتی، ممتا کی ٹھنڈک کی یاد ستاتی تو وہ علیؑ سے کہتیں: "بابا جان ـــ! میں ناناؐ کی

زیارت کی مشتاق ہوں، مادر گرامی کی یاد آرہی ہے، اگر آپ اجازت دیں تو میں ناناؐ کے روضے کی زیارت کر آؤں؟"

علیؑ بیٹی کا پھول سا چہرہ حسرت سے دیکھتے، جس پر لکھی غم کی تحریریں صرف ممتا کا دلار ہی مٹا سکتا تھا، جس کی آنکھوں کی محرومیاں رحمت دوعالم کی شفقت ہی دور کر سکتی تھی، وہ زینبؑ کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے: "بیٹی! ضرور چلی جانا، ذرا اندھیرا گہرا ہو لینے دو۔"

پھر حسنؑ اور حسینؑ کو آواز دیتے: "بیٹا! تمہاری بہن تمہارے ناناؐ اور ماںؑ کی زیارت کو جانا چاہتی ہے، اسے اپنے ہمراہ لے جاؤ اور دیکھو مسجد کے چراغ گل کر دینا اور راستے میں کسی آنے جانے والے کا سامنا نہ ہو۔"

زینبؑ سر سے پاؤں تک چادر میں مستور ہوتیں، حسنؑ آگے ہوتے، حسینؑ پیچھے چلتے اور دونوں اپنے درمیان زینبؑ کو احترام کے ساتھ لئے ہوئے زیارت کے لئے جاتے اور اسی عزت و احترام کے ساتھ یوں واپس لے کر آتے کہ کسی نامحرم کی نگاہ زینبؑ کے سائے پر بھی نہیں پڑتی تھی۔

زینبؑ کے علم و فضل، سلیقہ شعاری، زہد و تقویٰ اور حسن اخلاق کی شہرت مدینے بھر میں تھی۔ مدینے کی سبھی خواتین زینبؑ کی محافل علم و معرفت میں شریک ہوتی تھیں۔ ان میں سے کوئی ایسی نہیں تھی جو زینبؑ کے حسن صورت اور خوبیء کردار کی معترف نہ ہو۔ اکثر ہم پلہ گھرانوں کی یہ شدت سے آرزو تھی کہ زینبؑ جیسی نادر روزگار صاحبزادی ان کے گھر کی زینت بنے، اس سے بڑھ کر کسی خاندان کے لئے عزت و شرف کی بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ بنت رسول اللہؐ کی بیٹی جو صورت و سیرت دونوں میں اپنی ماں سے مشابہت کے باعث "ثانیۃ الزہراؑ اور ثانیء زہراؑ" کہلاتی تھیں ان کے گھر کی بہو بن جائے۔

دستور عرب کے مطابق پیامات آنے لگے تھے لیکن علیؑ نے کسی کی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔ قریبی عزیزوں میں اس کا تذکرہ برابر ہوتا تھا۔

اہل مدینہ کو اس باب میں علیؑ کا سکوت دیکھ کر زینبؑ کی والدہ فاطمہؑ کی تزویج کا وقت یاد آتا تھا۔جب رسول اللہؐ اس ضمن میں اس وقت تک خاموش رہے تھے جب تک بارگاہ احدیت سے رہنمائی حاصل نہیں ہوگئی تھی۔

اندر باہر جانے والی کنیزوں کی زبانی پتا چلتا رہتا تھا کہ کہاں کہاں سے پیام آئے ہیں۔ سب جانتے تھے کہ جس طرح رسول اللہؐ نے زینبؑ کی ماں فاطمہؑ کے لئے خواستگاری کرنے والوں کے پیام کو ناپسند فرماتے ہوئے ان کی جانب سے رخ انور پھیر لیا تھا اور بعض کو سختی کے ساتھ جواب دیا تھا، اسی طرح علیؑ بھی مال و دولت پر غرور کرنے والوں کو درشت جواب دے رہے تھے۔

لیکن ایک دن تو حد ہوگئی۔ ایک کنیز باہر سے پھولے ہوئے سانسوں اور تمتائے ہوئے چہرے کے ساتھ گھر میں آئی اور پرجوش لہجے میں بولی: ”آج تو امیرالمومنینؑ نے بنی کندہ والوں کے سارے کس بل نکال دیئے ہیں۔“

”کیوں خیریت تو ہے؟“ کسی نے سوال کیا۔

”اب بھلا کوئی ایسی جرأت کرے تو سہی۔“ وہ غصے سے سر جھٹک کر بولی۔

”مگر ہوا کیا ہے کچھ تو بتاؤ؟“

"آج بنی کندہ کا ایک شخص امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔" وہ مزے لیکر سنانے لگی۔ "وہ بنی کندہ کے اشعث ابن قیس کندی کا پیام ہماری شہزادی کے لئے لے کر آیا تھا۔"

"پھر؟" کسی نے بیتابی سے پوچھا۔

"پھر کیا، یہ سن کر امیرالمومنینؑ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا، انہوں نے قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھا اور جلال کے لہجے میں فرمایا: "اپنے سردار سے جاکر کہہ دو کہ قسم اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں علیؑ کی جان ہے، اگر اس نے دوبارہ ایسی جرأت کی تو میں تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔"

"بس اتنا سننا تھا کہ وہ کان لپیٹ کر غائب ہوگیا۔ باہر سارے مدینے میں اس بات کا تذکرہ ہے۔ اہل مدینہ اشعث کو لعنت ملامت کر رہے ہیں۔"

"ہماری شہزادی کے ہم پلہ کوئی جوان ہوگا تو وہ بنوہاشم میں سے ہی ہوگا۔" کوئی کنیز محبت سے بولی۔

زینبؑ سے محبت کرنے والے ــــ ان کے اخلاق کے گرویدہ ــــ سب ہی وہ خوشخبری سننے کے مشتاق تھے جو ان کے دل کو مطمئن اور آنکھوں کو ٹھنڈا کردے جو بالآخر ان تک آپہنچی اور تمام بنوہاشم کو اس نوید نے مسرور کردیا کہ علیؑ اپنی لاڈلی بیٹی زینبؑ کے لئے عبداللہ ابن جعفرؑ کے پیام کو اہمیت دے رہے ہیں جو زینبؑ سے رضامندی حاصل کرنے

کے بعد منظور کرلیا جائے گا۔

عبداللہؑ، علیؑ کے بڑے بھائی جعفر طیارؑ کے صاحبزادے تھے۔ جعفر طیار وہی عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے شاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں دین اسلام کی وکالت کر کے اس کی حقانیت کی دھاک بٹھادی تھی۔ عبداللہؑ حبشہ میں ہی پیدا ہوئے تھے ـــ نجاشی کو جعفر طیارؑ سے اتنی عقیدت ہوگئی تھی کہ اس نے اپنے بیٹے کا نام بھی عبداللہ رکھا اور اسے جعفر طیارؑ کے پاس تربیت کے لئے بھیج دیا۔

جعفر طیارؑ جنگ موتہ میں داد شجاعت دیتے ہوئے اس طرح شہید ہوئے تھے کہ علم اسلام کی سربلندی کے لئے انہوں نے اپنے دونوں بازو کٹوا دیئے ـــ لیکن علم اسلام کو گرنے نہیں دیا تھا۔ شجاعت و جاں سپاری کے اس عظیم الشان مظاہرے پر انہیں بارگاہ ایزدی سے "طیار" کا لقب عطا ہوا تھا ـــ جس کا اعلان رسول اللہؐ نے مسجد نبوی میں کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جعفرؑ کو جنت میں یاقوت احمری کے دو پَر عطا کئے ہیں جن سے وہ فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ اس کے بعد جعفر ابن ابی طالبؑ کو جعفر طیارؑ کے لقب سے پکارا جانے لگا۔

جعفر طیارؑ کی شہادت کے بعد رسول اللہؐ ان کے بچوں پر خصوصی شفقت فرماتے تھے آپ نے ان بچوں کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی

تھی۔ علیؑ نے انہیں زیر کفالت لے رکھا تھا اور انہیں فرد خاندان کی حیثیت حاصل تھی۔ یہ علیؑ کی تربیت کا ہی فیضان تھا کہ عبداللہؓ میں بھی وہ تمام فضیلتیں اور اوصاف نمایاں ہو گئے تھے جو خانوادۂ نبوت کا طرۂ امتیاز تھے۔ حسن صورت کے ساتھ وہ جوہر سیرت سے بھی آراستہ تھے۔۔۔ ان کے علم و فضل کا ایک جہان معترف تھا۔

رسول اللہؐ کی دعا کا اثر تھا کہ عبداللہؓ نے کاروبار حیات میں قدم رکھا تو ہر طرح کی خیر و برکت نے ان کا خیر مقدم کیا، ان کی تجارت دنوں میں چمک اٹھی، اور جلد ہی ان کا شمار عرب کے متمول ترین لوگوں میں ہونے لگا۔۔۔ انہوں نے اس تمول و کشائش کو غرباء اور ضرورت مندوں کے لئے وقف کر رکھا تھا۔۔۔ ان کی سخاوت اور دریادلی کی شہرت اس حد تک تھی کہ لوگ ان کی عطا اور سخاوت کی ضمانت پر قرض دے دیتے تھے۔۔۔ ان کے والد کا لقب "ابوالمساکین" تھا تو ان کو "بحر الجود" یعنی دریائے سخاوت کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ شعراء ان کی شان میں قصیدے کہتے تھے اور ان کے بارے میں مشہور تھا کہ اگر ان کے پاس سوائے اپنی جان کے کچھ اور نہ ہو تو وہ اپنی جان بھی حاجت مندوں کو بخش دیں گے۔ ان کا قول تھا: "خدا نے مجھے اپنی بخشش کا امیدوار بنایا ہے، لوگ میرے امیدوار ہیں، اگر خدا میرا رشتۂ امید نہیں توڑتا تو میں ضرورت مندوں کا

رشتہ ء امید کیوں توڑ دوں۔"

صورت و سیرت میں یکتا عبداللہ ابن جعفرؑ علیؑ ایسے باپ کی زینت بیٹی زینبؑ کے ہم پلہ تھے ــــ اسی لئے علیؑ نے ان کا پیام منظور کرلیا اور شادی کی تیاریاں ہونے لگیں، بنوہاشم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، جس جس نے سنا اسے چاند سورج کی جوڑی قرار دیا، ہر ایک اس "قران السعدین" پر مسرور ہوا۔

زینبؑ کی ماں فاطمہؑ کی وصیت کے مطابق علیؑ نے فاطمہؑ کلابیہ سے نکاح کرلیا تھا جو ام البنین کہلاتی تھیں ــــ ان کے روئیں روئیں میں آل محمدؐ کی محبت اس طرح رچی بسی تھی کہ وہ خود کو فاطمہؑ کے بچوں کی ماں کے بجائے کنیز کہتی تھیں اور سب بچوں سے بے حد محبت کرتی تھیں ــــ انہوں نے ایک حقیقی ماں کے چاؤ سے زینبؑ کی شادی کی تیاریاں کیں اور انہیں وداع کرنے کا دن آپہنچا۔

شادی کی تقریب نہایت سادگی سے منعقد کی گئی جس میں ظاہری نمود و نمائش کا شائبہ تک نہیں تھا ــــ مگر محبت و الفت اور شادمانی کی کوئی کمی نہیں تھی ــــ ہر ایک اپنی دعاؤں کے ہدیے اور نیک خواہشات کے تحفے لے کر اس میں دل و جان سے شریک ہوا۔ عبداللہ ابن جعفرؑ کی وجاہت دولہا بن کر اور نکھر آئی، جس نے دیکھا نظر اتاری، باراتی خوش الحانی سے

قصیدہ خوانی کرتے، خوشی کے شادیانے بجاتے علیؑ کے دولت کدے پر آئے تو شایان شان استقبال ہوا۔

علیؑ نے خطبہء نکاح پڑھنے سے پہلے دولہا عبداللہ ابن جعفرؑ کو مخاطب کیا: "جان عم! میری بیٹی زینبؑ کے ساتھ تمہارا عقد دو شرائط پر ہوگا، اگر تمہیں قبول ہو تو ہم اس کا انعقاد کرلیں۔"

"عم محترم! میں اپنی خوش قسمتی پر جتنا بھی ناز کروں کم ہے، میں آپ کی ہر شرط کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔" عبداللہ ابن جعفرؑ نے سر نیاز جھکایا۔

"عبداللہ ـــ! میں تمہیں اور تمام حاضرین کو مطلع کرتا ہوں کہ اس عقد کی پہلی شرط یہ ہے کہ میری بیٹی زینبؑ کو دن یا رات میں ایک مرتبہ اسکے بھائی حسینؑ سے ملنے کی اجازت ہوگی ـــ وہ اپنے بھائی سے بہت محبت کرتی ہے ـــ وہ یہ برداشت نہیں کرسکے گی کہ دن گزر جائے اور وہ اپنے بھائی حسینؑ کو نہ دیکھے۔"

"دوسری شرط یہ ہے کہ جب اس کا بھائی حسینؑ مدینہ چھوڑ کر کسی لمبے سفر پر روانہ ہو تو زینبؑ کو اس کے ہمراہ جانے سے نہ روکا جائے، اسے اپنے بھائی کے ساتھ جانے کی اجازت بخوشی دے دی جائے۔"

"بہ سرو چشم عم محترم! میں ان دونوں شرائط کو بہ دل و جان قبول

کرتا ہوں۔" عبداللہؑ نے سعادت مندی سے اقرار کیا۔

تو علیؑ نے خطبہ ء نکاح پڑھا، ایجاب و قبول ہوا، خوشی کے ان سنہرے لمحوں میں ہر ایک مبارک سلامت کے ساتھ شریک ہوگیا۔۔۔ زینبؑ ویسی ہی نور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی حسن آفریں تقدس مآب دلہن بنی تھیں۔۔۔ جیسی دلہن زینبؑ کی ماں فاطمہؑ بنی تھیں۔۔۔ زینبؑ کا پاکیزہ روپ دیکھ کر بڑی بوڑھیوں کو زینبؑ کی جدہِ طاہرہ خدیجہؑ یاد آئیں۔۔۔ جب وہ سرکار دو عالم کی دلہن بنی تھیں۔۔۔ ہر نگاہ زینبؑ کے رشک حور دولہناپے پر نثار ہو ہو جاتی تھی۔۔۔ ہر زبان پر ان کے ملکوتی حسن کی ستائش تھی۔۔۔ اپنے اور غیر سب ہی ان پر صدقے واری ہو رہے تھے۔

زینبؑ کو دنیاوی زیبائش و آرائش سے سنورنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔ ان کی مانگ کی افشاں، پیشانی کا جھومر، ماتھے کا ٹیکہ اور دولہناپے کا سنگھار تربیت کے جوہر، علم وحکمت کے گوہرہائے آبدار اور صبر وقناعت کے انمول موتی تھے جو علیؑ نے اپنی فضیلت مآب بیٹی پر نچھاور کردیئے تھے۔۔۔ زینبؑ کو بڑی محبت اور پیار کے ساتھ پرنم آنکھوں سے ام البنینؑ اور دوسری بزرگ خواتین نے رخصت کیا تو زینبؑ کی دلکش آنکھوں میں آنسو اور دل میں ماں کی یاد سلگ رہی تھی۔

عبداللہ ابن جعفرؑ متمول اور رئیس تھے۔ انہیں گھریلو استعمال کی ان اشیاء کی حاجت نہیں تھی جو علیؑ و فاطمہؑ کی شادی میں حق مہر کی رقم سے خریدی گئی تھی۔ اس لئے زینبؑ کو جہیز کی ضرورت نہیں تھی۔ عبداللہؑ نے اپنے لئے ایک علیحدہ گھر لے کر اسے بڑے ارمانوں سے سجایا تھا جو رشک فردوس بننے کے لئے زینبؑ کا منتظر تھا۔ زینبؑ کو عبداللہؑ کی بزرگ خواتین نے اسی گھر میں اتارا۔

عبداللہؑ ابن جعفرؑ نے اگلے روز اپنی حیثیت کے مطابق ولیمہ کیا، جس میں تمام اہل مدینہ کو مدعو کیا گیا۔ عرب کے دستور کے مطابق تیسرے روز ام البنین اور زینبؑ کو ماں کی طرح پالنے والی کنیز فضہؓ، علیؑ کی اجازت سے زینبؑ کے نئے گھر میں آئیں کہ انہیں میکے لے آئیں، کنیزیں پذیرائی کر کے انہیں اندر لے آئیں۔

دیکھا کہ زینبؑ مصلے پر بیٹھی ہیں ـــــ ہاتھ بارگاہ ایزدی میں ہیں ـــــ آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں جاری ہے اور لبوں پر کوئی ایسا حرف دعا ہے کہ اس کی قبولیت کی تمنا میں زینبؑ خود سراپا دعا ہو رہی ہیں۔ ام البنینؓ نے بیقرار ہو کر ممتا کے لمس سے زینبؑ کو اپنی موجودگی کا احساس دلایا تو زینبؑ اپنی محویت سے چونکیں ـــــ ام البنینؓ چاند سے چہرے کو آنسوؤں میں بھیگا دیکھ کر تڑپ اٹھیں اور زینبؑ کو بے ساختہ گلے سے لگا کر گویا ہوئیں: "شہزادی ـــــ! خیر تو ہے تمہارے یہ آنسو میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں" ـــــ؟

"آقازادی جلد بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے ـــــ؟ نئی بیاہی دلہن کی آنکھوں میں آنسو کیوں ہیں" ـــــ؟ فضہؓ بھی بیقراری سے پکاریں: "ماں صدقے کچھ تو بتاؤ" ـــــ

"مادر گرامی ـــــ! تین روز گزر گئے ہیں اور میں نے بھائی حسینؑ کی زیارت نہیں کی ـــــ میں انہیں دیکھنے کے لئے تڑپ رہی ہوں ـــــ ان کی جدائی مجھ پر شاق ہے ـــــ آپ تو جانتی ہیں کہ میرے لئے دن چڑھتا ہی نہیں جب تک میں ان کا رشک آفتاب چہرہ نہ دیکھ لوں۔"

زینبؑ کے لہجے میں وہ آنسو تھے جو ان کے گلاب رخساروں کو شبنم کی طرح بھگو رہے تھے۔

"ماں قربان ہو جائے اپنی شہزادی پر!" فضہؓ واری صدقے ہوتے

ہوئے بولیں۔ ”بیٹی! تم نے عبداللہؑ سے کیوں نہیں کہا۔۔ تمہارے بابا نے تو تمہارے عقد کی شرط ہی یہی ٹھہرائی ہے اور عبداللہؑ نے اسے بہ دل وجان تسلیم کیا ہے۔“

”اماں۔۔۔! مجھے عبداللہؑ سے کوئی سوال کرنے میں حیا مانع تھی۔“ زینبؑ نے نگاہ جھکا کر جواب دیا۔

”بس اب آنسو نہ بہانا جان مادر۔۔۔! ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔۔۔ چل کر اپنے بھائی حسینؑ سے ملو تو اسے بھی قرار آئے۔۔۔ جب سے تم رخصت ہوئی ہو اس کا دل بھی کہیں نہیں لگ رہا۔۔۔ سارے گھر میں اداس اور پریشان پھرتا ہے“۔۔۔ ام البنینؑ نے محبت سے کہا۔

”اللہ رکھے۔۔۔! تمہارے بابا اور حسنؑ بھی تمہارے لئے اداس ہیں اور ہر پل تمہیں یاد کرتے ہیں۔“ فضہؓ بولیں۔

”تم تو سارے گھر کی رونق ہو بیٹا۔۔۔ سارا گھر تمہارے بغیر سونا ہے“۔۔۔ ام البنینؑ نے کہا۔ ”لیکن کسی کا کیا زور۔۔۔ بیٹیاں سدا کس کے گھر رہی ہیں“۔۔۔

زینبؑ کا مرجھایا ہوا چہرہ پھول سا کھل اٹھا۔۔۔ انہوں نے سجدۂ شکر میں سر رکھا اور گھر چلنے کے لئے تیار ہوگئیں جس کی چوکھٹ پر آنکھیں بچھائے حسینؑ اپنی عزیز از جان بہن کے منتظر تھے۔

سیدۃ النساء العالمین فاطمہؑ کی تربیت کے سارے جوہر زینبؑ کی شخصیت میں رچے بسے تھے۔۔۔ بڑی بیٹی ہونے کے ناطے ان کی حیثیت ماں کے دست راست کی سی تھی۔۔۔ انہوں نے ماں کو گھریلو ذمہ داریاں اس طرح حسن و سلیقے سے نباہتے ہوئے دیکھا تھا کہ کوئی پہلو نظرانداز نہیں ہوتا تھا۔۔۔ اس کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت، دینی فرائض کی ادائیگی، اپنے حقوق کے حصول کی جدوجہد اور حقوق العباد کی بجاآوری، ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت اور شوہر کی صحیح معنوں میں شریک حیات ہونے کے سارے دلآویز قرینے زینبؑ کی گھٹی میں پڑے تھے۔۔۔ وہ ماں کے ساتھ ساتھ حالات کے اس تمام نشیب و فراز سے گزری تھیں جو رسول اللہؐ کی وفات کے بعد ان کو درپیش ہوئے تھے۔۔۔ ماں کا گھنا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد حالات نے جو رخ اختیار کئے تھے۔۔۔ وہ بھی زینبؑ

پر بیتے تھے۔۔۔ اس طرح ان کی شخصیت میں ایک مثالی خاتون کے تمام تر عمدہ اوصاف کا بڑا حسین و لطیف امتزاج پیدا ہو گیا تھا۔

ماں سے محرومی کے بعد زینبؑ نے تمام گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھایا تھا۔۔۔ گھر میں ماں کی کمی کو اپنی ذات میں چھلکتی ہوئی ماں کی صفات سے پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی اور اس میں کامیاب بھی رہی تھیں۔۔۔ اس طرح انہوں نے کم سنی سے ہی گھرداری کے سلیقے اور عزیزداری کے قرینے سیکھ لئے تھے۔۔۔ اپنے گھر کو بھی زینبؑ نے اسی سلیقے اور قرینے سے آراستہ کیا تھا۔۔۔ یہ اسی رشک فردوس گھر کا تسلسل تھا جو خدیجہؑ نے رسول اللہؐ کے لئے اور فاطمہؑ نے علیؑ کے لئے سنوارا تھا۔

عبداللہؓ اور ان کے گھر والوں کو کبھی کسی کمی کا احساس نہیں ہوا۔۔۔ زینبؑ نے عبداللہؓ کے لئے جنت کو زمین پر اتار لیا اور گھر کی چار دیواری کو اس طرح رشک خلد بنایا کہ عبداللہؓ ہمیشہ کہتے تھے کہ زینبؑ بہترین شریک حیات ہیں۔۔۔ رسول اللہؐ کی دعا کی برکت سے عبداللہؓ کا شمار مدینے کے متمول ترین لوگوں میں ہوتا تھا۔۔۔ انہوں نے زینبؑ کے لئے گھر کو پرآسائش بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔۔۔ لونڈی غلام ہر وقت خدمت کو موجود تھے۔۔۔ کسی طرح کی کوئی کمی نہیں تھی۔۔۔ لیکن زینبؑ گھر کا کام اپنے ہاتھوں سے کرنے میں خوشی محسوس کرتی تھیں۔۔۔

جس طرح ماں باپ کے گھر میں خدمت گزاری ان کا شعار تھا۔۔۔ اسی طرح اپنے گھر میں بھی ان کی توجہ، سلیقہ اور سگھڑاپا ہر لمحہ گھر کو سکون و آسودگی کا گہوارہ بناتا تھا۔

عبداللہؑ کی سخاوت جو پہلے ہی ضرب المثل تھی، اب زینبؑ کی شرکت سے دوچند ہوگئی۔۔۔ ضرورت مند خواتین کے لئے زینبؑ ایک مضبوط آسرا تھیں۔۔۔ وہ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتیں اور حاجت مندوں کی حاجتیں خاموشی سے پوری کردیتیں۔۔۔ اتنے تمول اور آسودگی کے باوجود زینبؑ کے رہن سہن، برتاؤ اور طور اطوار میں اس قدر سادگی تھی کہ ہر طبقے کی خواتین ان سے قربت محسوس کرتی تھیں، اپنا دکھ سکھ ان کے ساتھ بانٹنے میں کوئی جھجک یا عار محسوس نہیں کرتی تھیں۔

زینبؑ اپنی ماں فاطمہؑ کے بعد امت مسلمہ کے لئے نمونۂ عمل تھیں۔۔۔ اسی لئے ان کے عمل کا حسن ہر شعبۂ زندگی پر چھایا ہوا تھا۔ عبداللہؑ بھی زینبؑ کی قدر و منزلت اور بلند مرتبے کا مکمل شعور رکھتے تھے۔۔۔ وہ ان کے ساتھ بے حد عزت و تکریم سے پیش آتے اور کبھی ان کے احترام میں فرق نہ آنے دیتے۔۔۔ زینبؑ بھی ان کی خدمت کا پورا حق ادا کرتیں، دونوں میں مکمل ہم آہنگی اور موانست تھی، زندگی آسودگی اور خوش خرامی سے گزر رہی تھی۔

۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کا دن تھا۔ ایک کنیز باہر سے آئی تو اس کی سانس پھولی ہوئی تھی، چہرے پر جوش اور آواز میں خوشی تھی ــــ اس نے دوڑ کر دہلیز پار کی اور نغمے کی طرح لہراتی زینبؑ کی خدمت میں یہ کہتی ہوئی پہنچی: "میری آقازادی! میری سیدہ، میرا منہ موتیوں سے بھر دیجئے، میں آپ کے لئے ایک ایسی خوشخبری لائی ہوں جس نے مومنین کے دلوں کو مسرور کر دیا ہے، مدینے کے در و دیوار خوشی سے جھوم رہے ہیں اور اہل مدینہ کے لئے یہ روز روزِ عید بن گیا ہے۔"

سبھی ہمہ تن گوش ہوگئے، زینبؑ نے استفسار کیا: "اپنی سانس ہموار کرو اور اطمینان کے ساتھ بتاؤ کہ تمہارے پاس کونسی خوشی کی خبر ہے"ــــ؟

کنیز نے ایک لمبا سانس لیا اور بولی: "ثانیٔ زہراؑ ــــ! آپ کو

مبارک ہو کہ بالآخر آپ کے بابا کو ان کا حق مل گیا ہے۔ مسلمانوں امیر المومنینؑ کو خلافت کا بوجھ اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔۔۔ مسجد میں ان کی بیعت ہو رہی ہے۔۔۔ لوگ جوق در جوق دوڑ دوڑ کر مسجد کی طرف جا رہے ہیں۔۔۔ بچے، بوڑھے، جوان، حد یہ ہے کہ پردہ نشین عورتیں بھی گھروں سے نکل پڑی ہیں۔۔۔ مسجد میں بیعت کرنے والوں کا اتنا ہجوم ہے کہ اللہ رکھے آپ کے دونوں بھائی حسنؑ اور حسینؑ مجمع میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔۔۔ آپ کے سر تاج عبداللہؓ اور دوسرے تمام بنوہاشم مسجد میں موجود ہیں۔"

"اس پروردگار کا شکر ہے جس نے حق کو حق کی جگہ پر متمکن کیا ہے۔" زینبؑ نے شکر خداوندی میں سر کو جھکایا۔

مبارک سلامت کے شادمان شور سے زینبؑ کے گھر کے در و دیوار گونج اٹھے۔۔۔ انہوں نے خوشی کے اس موقعے پر کنیزوں کو انعام و اکرام دیا اور وہ زینبؑ سے اجازت لے کر خوشی خوشی مسجد کی طرف چلی گئیں، جہاں زینبؑ کے بابا کی بیعت ہو رہی تھی۔

خود زینبؑ محراب عبادت میں ادائے شکر کے لئے کھڑی ہوئیں۔۔۔ کنیزیں بہت دیر تک نہیں لوٹیں۔۔۔ عبداللہؓ بھی کہیں شام ڈھلے گھر آئے، زینبؑ کو مبارکباد دینے کے لئے آنے والی عورتوں سے

معلوم ہوتا رہا کہ مسجد میں امیر المومنینؑ کی بیعت کرنے والوں کا اس قدر اژدھام ہے کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ لوگ امیر المومنینؑ کو اپنا نجات دہندہ اور اپنے حقوق کا محافظ سمجھ کر ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔

عبداللہؑ گھر آئے تو بہت خوش تھے۔ ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ انہوں نے زینبؑ کو مبارکباد دی اور مسرور لہجے میں بولے: "خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں نے آل محمدؑ کے حقوق کو پہچانا ہے۔ عم محترم کی بیعت کرنے کے لئے سب یوں والہانہ ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے کہ مجھے "روزِ غدیر" یاد آگیا۔ جب رسول اللہؐ نے اعلان فرمایا تھا کہ جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں اور مسلمانوں کو ان کی بیعت کرنے اور انہیں امیر المومنینؑ کہہ کر مخاطب کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس وقت بھی عم محترم کے خیمے پر اسی طرح لوگوں کا ہجوم تھا۔"

زینبؑ نے حسرت سے کہا: "کاش! یہ لوگ اپنے عہد پر ثابت قدم رہ سکیں اور اسے اسی طرح نہ بھلادیں جس طرح انہوں نے "روز غدیر" کیا ہوا عہد فراموش کردیا تھا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو"۔ عبداللہؑ نے رسان سے کہا اور بولے: "عم محترم نے اس شرط پر خلافت قبول فرمائی ہے کہ وہ جو راستہ سیدھا سمجھیں گے اسی پر امت کو چلائیں گے۔ اس میں کسی رو رعایت سے کام

نہیں لیں گے اور نہ کسی اعتراض کرنے والے کے اعتراض کی پرواکریں گے۔"

زینبؑ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا: "عبداللہؓ ـــ! مسلمانوں کے مزاج یکسر بدل گئے ہیں۔ نانا رسول اللہؐ کے دین کی اصل روح کو برقرار نہیں رہنے دیا گیا ـــ فتوحات نے مملکت اسلامی کی سرحدیں تو وسیع کردی ہیں ـــ مگر مسلمانوں کے دل دین کے لئے تنگ ہوگئے ہیں ـــ بابا کو ایک بہت بڑی آزمائش کا سامنا ہے میرے دل میں ان کے لئے فکر اور پریشانی ہے۔"

عبداللہؓ نے زینبؑ کو تسلی دی لیکن ان کی تشویش بجا تھی ـــ انہوں نے نانا رسول اللہؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی مسلمانوں کو آل رسولؐ سے نگاہیں پھیرتے ہوئے دیکھا تھا ـــ اپنی ماں کو امت کی چیرہ دستیوں پر قبر کے کناروں تک آنسو بہاتے ہوئے پایا تھا اور بابا علی مرتضیٰؑ کی اپنے حق سے محرومی اور صبر آزما خاموشی بھی ان کی نظر میں تھی ـــ وہ اندازہ کر رہی تھیں کہ حالات کتنے کٹھن اور دشوار ہیں۔

علیؑ نے مسند خلافت اسی لئے سنبھالی تھی کہ عہد نبوی کی یاد تازہ کر کے، سنت رسولؐ کی شمع جلا کر محبت و اخوت اور عدل و انصاف سے دنیا کو منور کردیں ـــ اسلامی حکومت کے تمام تر وسائل بروئے کار لاکر

معاشرے میں طبقاتی ناہمواریوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں ــــ ملک کے گوشے گوشے میں معاشرتی انصاف قائم کر کے اسلام کی بنیادی تعلیمات کو عملی جامہ پہنائیں اور گزشتہ ادوار میں ہونے والی ناانصافیوں اور اقرباء پروری کے منحوس آثار کو بالکل ختم کردیں۔ علیؑ دین کے معاملے میں کسی مصلحت کی پروا نہیں کرتے تھے ــــ وہ اپنے فیصلوں اور پختہ ارادوں میں ذرہ برابر بھی لچک پیدا نہیں ہونے دیتے تھے۔

علیؑ کا یہ طرز حکومت ان تمام لوگوں کے لئے ایک عذاب بن گیا تھا جو گزشتہ ادوار میں خلافت کو اپنی مرضی پر چلانے کے عادی ہوچکے تھے ــــ ان کی ظاہر اور پوشیدہ مخالفتوں کا رخ علیؑ کی جانب پھر گیا ــــ علیؑ کا ہاتھ حالات کی نبض پر تھا ــــ انہوں نے تمام عوامل کا جائزہ لے کر اپنا پایۂ تخت کوفہ کو بنانے کا اعلان کیا تاکہ آئے دن کی شورشوں سے شہر نبیؐ کی حرمت پامال ہونے کا کوئی اندیشہ نہ رہے۔

اس فیصلے پر عمل درآمد کے لئے عراق جانے کی تیاریاں ہونے لگیں تو زینبؑ بے چین ہوگئیں ــــ ان کے لئے یہ خیال ہی سوہان روح تھا کہ بابا اور بھائی ان کی آنکھوں سے دور ہوں ــــ خصوصاً حسینؑ کی جدائی تو انہیں کسی طرح بھی گوارا نہیں تھی ــــ جب سے انہوں نے یہ بات سنی تھی دل گھٹتا اور آنکھوں سے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ عبداللہؑ گھر آئے تو

زینبؑ کو مغموم اور افسردہ دیکھ کر پریشان ہو گئے۔

"ثانیٔ زہراؑ! خیریت تو ہے میں آپ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی دیکھ رہا ہوں؟"

زینبؑ کے آنسو رخساروں پر بہہ گئے، وہ گلوگیر لہجے میں بولیں:

"عبداللہؓ! آپ نے سنا کہ بابا نے کوفہ جانے کا قصد کیا ہے۔ سفر کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ سب ان کے ساتھ جا رہے ہیں۔ اس خیال سے ہی میرے دل میں ہول سے اٹھتے ہیں۔ ہم ان کی شفقت کے گھنے سائے سے دور رہ کر کس طرح جیئیں گے؟"

"خدا نہ کرے کہ ان کا سایۂ شفقت ہم سے دور ہو۔ آپؑ کے بابا اور بھائی جہاں ہوں گے ہمارے لئے وہی مدینہ ہے۔ ہم بھی ان کے ہمراہ کوفہ چلیں گے۔ ہمارے لئے خیر و برکت تو انہی کے زیر سایہ ہے۔ آپ عراق چلنے کی تیاریاں کریں۔"

"خدا آپ کو جزائے خیر دے عبداللہؓ!" زینبؑ کے نورانی چہرے پر مسرت کی چمک آئی۔ "میں آپ کے اس احسان کے لئے آپ کی شکر گزار ہوں۔"

"یہ احسان نہیں ہے بنت عم! یہ تو عین سعادت ہے اور میرا عہد بھی ہے جس سے روگردانی ممکن نہیں۔ میں نے آپ سے رشتۂ تزویج

باندھتے ہوئے آپ کے بابا کو یہ قول دیا ہے کہ دن اور رات میں ایک بار ضرور آپ کو بھائی حسینؑ سے ملنے کی اجازت ہوگی تو پھر حسینؑ کوفہ میں ہوں اور آپ مدینے میں یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔"

امیرالمومنینؑ کے کوفہ روانگی کی خبر جلد ہی دور دور تک خوشبو کی طرح پھیل گئی۔ اہل کوفہ کے دل فرش راہ ہونے کے لئے بے قرار ہو گئے ـــ ان کی آنکھیں راہوں میں بچھ بچھ گئیں اور روحوں میں انتظار کی گھڑیاں دھڑکنے لگیں ـــ اس اعزاز پر اہل کوفہ آپس میں فخر و مباہات کرتے تھے کہ امیرالمومنینؑ نے اپنا مستقر بنانے کے لئے کوفہ کو چنا ہے ـــ وہ ان کا شایان شان استقبال کرنے کے لئے بیتاب تھے۔

ابھی قافلہ کوفے سے کچھ فاصلے پر ہی تھا کہ اہل کوفہ میں سے کچھ مشتاقان دید جو ہر روز اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے کوفہ کی طرف آنے والے راستوں کا جائزہ لیتے تھے تاکہ امیرالمومنینؑ کی آمد کی نوید جانفزا اہل کوفہ تک ان کی کوفہ آمد سے پہلے ہی پہنچادیں، دور سے قافلے کو دیکھ کر گھوڑوں سے اتر پڑے اور والہانہ قافلے کی طرف دوڑے۔

علیؑ نے کارواں کو روکنے کو حکم دیا اور خود حسنؑ اور حسینؑ کے ساتھ آگے بڑھ کر ان سے ملاقات کی ـــ انہوں نے قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے واپس پلٹے تاکہ اہل کوفہ کو خبر کریں کہ وہ استقبال کی تیاریاں کرلیں۔

"ٹھہرو!" امیر المومنینؑ نے انہیں رکنے کا اشارہ کیا، وہ جہاں تھے وہیں گھوڑوں کی باگیں کھینچ کر انہیں روک دیا۔

امیر المومنینؑ نے انہیں مخاطب کیا: "ہم تمہارے جذبے کی قدر کرتے ہیں لیکن ہم شب کے پردے میں خاموشی کے ساتھ شہر میں داخل ہوں گے ـــ اہل کوفہ سے کہہ دینا کہ نہ وہ ہمارے استقبال کو آئیں، نہ راستے میں کہیں ہجوم کریں ـــ ہمارے ہمراہ خانوادۂ رسالت کی عصمت مآب بیبیاں ہیں ـــ ہم نہیں چاہتے کہ کسی نامحرم کی نگاہ ان پر پڑے۔"

انہوں نے سر نیاز جھکایا اور کوفے کی جانب پلٹ گئے ـــ قافلہ شب کے سیاہ پردوں میں مستور شہر کے اندر داخل ہوا اور مسجد کوفہ سے متصل گھروں میں قیام پذیر ہوگیا۔ امیر المومنینؑ نے مسجد کوفہ میں فرش پر بچھی ہوئی چٹائی پر اپنا دربار سجایا اور کار خلافت میں مصروف ہوگئے۔

اگلے ہی روز خواتین کوفہ کا ایک وفد ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان میں سے ایک بزرگ خاتون نے عرض مدعا کیا: "یا امیر المومنینؑ!

ہمیں پتا چلا ہے کہ آپ کے ہمراہ نائبۃ الزہرا شہزادی زینبؑ بھی تشریف لائی ہیں۔۔۔ مدینے سے آنے والی خواتین کے ذریعے سے ان کے علم اور مکارم اخلاق کی ستائش ہم تک بھی پہنچی ہے۔ ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ وہ صورت و سیرت میں ام المومنین خدیجۃؑ الکبریٰ اور بنت رسول اللہؐ کی ہو بہو تصویر ہیں۔۔۔ ہم ان کی زیارت کے دل و جان سے مشتاق ہیں۔۔۔ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی آنکھوں کو ان کے دیدار سے ٹھنڈا کریں، ان کے علم سے اپنے قلب و نگاہ کو روشن کریں اور ان کے فیض سے اپنے اخلاق سنواریں۔"

امیر المومنینؑ نے ان کی درخواست کو سنا، چند لمحے غور کیا اور گویا ہوئے: "میری بیٹی زینبؑ! بہت نفیس مزاج ہے، تم لوگ اس کے حجرے پر اژدھام نہ کرنا بلکہ باری باری چھوٹے گروہوں کی صورت میں زینبؑ سے ملاقات کے لئے جانا۔"

کوفہ کی عورتیں علیؑ کو دعائیں دیتیں، شاداں و فرحاں واپس ہوئیں، ان کی بیتابیوں نے زحمت انتظار گوارا نہیں کی۔۔۔ تسکین خاطر کے لئے انہوں نے فوراً زینبؑ کی بارگاہ میں شرف باریابی حاصل کیا۔۔۔ نور نبوت کی ضوفشانیاں، خاتون جنت کا پَر تو جمال، علیؑ کا رعب و جلال زینبؑ کے دلنشین پیکر میں مجسم دیکھ کر وہ مبہوت ہو گئیں۔

زینبؑ نے باکمال اخلاق و آداب سے انہیں خوش آمدید کہا، مناسب جگہ بٹھایا، سادگی سے تواضع کی اور خلق و محبت کے کریمانہ برتاؤ سے ان کے دل موہ لئے۔ ہر ایک سے حفظ مراتب سے گفتگو کی، باتوں باتوں میں علم و معرفت کے کئی باب کھولے، حکمت و دانائی کے کتنے ہی درس خاموشی سے دے دیئے اور خوشگوار ماحول میں انہیں کسی اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیا۔ ایک ہی صحبت میں انہیں زینبؑ کے ساتھ کچھ ایسی اپنائیت اور لگاؤ محسوس ہونے لگا کہ کسی کا بھی زندگی سے بھرپور اس علمی محفل سے اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

آخر بڑی بوڑھیوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا اور زینبؑ سے بولیں:

"شہزادی ــــ! ہم نے جیسا آپ کے بارے میں سنا تھا آپ کو ویسا ہی پایا ہے ــــ بلاشبہ آپ "عالمہ غیر معلّمہ" اور "فہیمہ غیر مفہمہ" ہیں ــــ آپ کو "عقیلۃ القریش" یونہی نہیں کہا جاتا ــــ آقازادی ــــ! یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ آپ ہمارے درمیان ہیں ــــ ہم آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ جس طرح خواتین کے لئے آپ نے مدینے میں درس قرآن اور تعلیم احادیث کی محافل آراستہ کی تھیں ــــ اسی طرح ہمیں بھی ان فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کیجئے۔"

"ہم آل محمدؐ کا یہ فریضہ ہے کہ دنیا کی علمی پیاس کو تسکین دیں

اور لوگوں کو اخلاق و آداب کی تعلیمات سے بہرہ ور کریں، آپ اس کے لئے بابا سے اجازت حاصل کرلیں تو ہم بہت جلد اس کا آغاز کردیں گے۔"

زینبؑ نے ان کی تمنا کو احترام بخشا۔

امیرالمومنینؑ نے بخوشی اجازت دے دی اور زینبؑ نے درس قرآن اور حدیث کا سلسلہ تدریس شروع کیا۔ علم و حکمت کی یہ نورانی محافل ظہرین کے بعد شروع ہوتیں اور نماز مغرب تک جاری رہتیں۔ زینبؑ نے علیؑ مرتضیٰ کی فصاحت و بلاغت اور علم و عرفان میں حصہ پایا تھا۔۔۔ ان کے القاب "موثقہ، عالمہ، فاضلہ، کاملہ، الفصیحہ والبلیغہ اور محدثہ" تھے۔۔۔ جب وہ قرآنی احکام اور ارشادات نبویؐ کی تفسیر و تشریح کرتیں تو وقت جیسے تھم جاتا، نگاہیں انہی پر مرکوز رہتیں، دل علم و عرفان کی بارش میں بھیگتے تو آنکھوں سے بے ساختہ آنسو رواں ہو جاتے۔

زینبؑ کی فصاحت اور شیریں بیانی کا شہرہ جلد ہی کوفے بھر میں ہو گیا۔ ان کے پر تاثیر بیان نے دل موہ لئے۔ وہ حکمت کی ایسی گتھیاں سلجھاتیں اور علوم کے ایسے اسرار کھولتیں کہ سننے والے بے ساختہ پکار اٹھتے

کہ لاریب آلِ محمدؑ علم کی کان اور حکمت کے خزانے ہیں ــــ بلاشبہ وہ علم لدنی کے مالک ہیں ــــ ان کی فصاحت و بلاغت عطائے کردگار ہے کہ علوم کا یہ بحرِ زخار اسی طلاقت لسانی میں سما سکتا ہے ــــ خواتین دور دور سے ان محافل میں شریک ہونے کے لئے آتیں اور اپنی علمی پیاس بجھاتیں ــــ زینبؑ کے الفاظ دلوں میں جاگزیں ہوتے، روحوں پر دستک دیتے اور شریک محفل علوم و معرفت سے جھولیاں بھر کر اٹھتے۔

ایک روز زینبؑ قرآن پاک کے حروف مقطعات میں سے "کھیعص" کی تشریح و تفسیر کر رہی تھیں کہ علیؑ مرتضٰی کسی کام سے گھر تشریف لائے ــــ لاڈلی بیٹی کی صدائے دلپذیر سماعت نواز ہوئی تو ملحقہ کمرے میں ٹھہر کر ان کا بیان سننے لگے ــــ جیسے جیسے زینبؑ علوم و اسرار کو اپنی شیریں بیانی سے بہم آمیز کرتی تھیں ــــ علیؑ مرتضٰی کے نورانی چہرے پر حقیقی مسرت کا پرتو جھلکتا تھا۔

محفل برخاست ہوئی، زینبؑ اہل محفل کو رخصت کر کے آئیں تو بابا کو دیکھ کر مسرور ہوئیں لیکن غور سے دیکھا تو کچھ پریشان سی ہو گئیں ــــ بابا کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں ــــ قریب آئیں تو امیرالمومنینؑ نے پیار سے سر پر ہاتھ رکھا اور بولے: "جان پدر ــــ! تم نے "کھیعص" کی تفسیر تو بہت خوب کی ہے لیکن اس میں کچھ اسرار و رموز اور بھی پوشیدہ ہیں ــــ میں

ان سے باخبر کرنا چاہتا ہوں۔"

"ارشاد فرمایئے بابا جان" ——! زینبؑ نے پر شوق لہجے میں کہا۔

امیر المومنینؑ نے ایک آہ سی بھری اور بات کی تو لہجہ مغموم تھا:

"میری ام المصائب بیٹی! اپنے حوصلے کو مضبوط رکھ کر غور سے میری بات سنو، ان کلمات میں تم پر گزرنے والے مصائب کی جانب کچھ اشارے ہیں۔"

زینبؑ نے بلند حوصلگی سے مضبوط لہجے میں استفسار کیا: "باباجان —! میں آپ کی بیٹی ہوں —— اللہ کے فضل سے مجھ میں حوصلے کی کمی نہیں ہے —— آپ کچھ اور تشریح فرمایئے تاکہ میں تمام حالات سے مطلع ہوسکوں۔"

"میری مظلوم بیٹی ——! ان کلمات کا ہر حرف تمہاری مصیبتوں کی داستان بیان کر رہا ہے۔ جس میں تم اور تمہارا بھائی حسینؑ دونوں برابر کے شریک ہو۔ "ک" کربلا کی طرف اشارہ ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جو تمہارے بھائی حسینؑ کے امتحان کا مقام ہے۔ "ہ" سے مراد ہلاکت ہے جس سے نہ تمہارا بھائی محفوظ رہے گا نہ عترت رسولؐ کا کوئی اور فرد۔ "ی" اس ملعون کے نام کو ظاہر کر رہی ہے جو اس تمام واقعے کا سبب ہوگا، یعنی یزید ابن معاویہ۔ "ع" میں اس عطش اور پیاس کا حال پوشیدہ ہے جو حسینؑ

اور اس کے تمام قافلے پر مسلط کی جائے گی۔ معصوم بچوں کی زبان پر العطش العطش کی پکار ہو گی اور چھ ماہ کے شیر خوار کی پیاس تین پھل والے تیر سے بجھائی جائے گی۔ "ص" سے تیرے بھائی کے صبر کا بیان ہے، جس کے صبر کی بلندی اسے سید الصابرین کے لقب سے ملقب کرے گی۔"

امیر المومنینؑ کے لبوں پر یہ لفظ تھے اور آنکھوں میں اشکوں کی فراوانی، انہوں نے زینبؑ کو گلے سے لگا لیا، حسرت سے ان کے بال چومے، ان کی کلائیوں کو بوسہ دیا اور گلو گیر لہجے میں بولے: "میری صابرہ بیٹی ـــــ! یہ وہ مصائب ہیں جو تم اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ برداشت کرو گی لیکن اس کے بعد تمہارے ناناؐ کی امت کے ہاتھوں جو مصیبتیں تم پر پڑیں گی، مصائب کے جو پہاڑ تم پر توڑے جائیں گے۔ جان پدر ـــــ! میں انہیں کس طرح بیان کروں؟ انہیں زبان پر کس طرح لاؤں؟"

"بابا! آپ خود کو دکھی نہ کریں، آپ کی بیٹی ان مصائب سے بھی آگاہ ہے۔" زینبؑ نے مدھم لہجے میں بتایا۔ "اماں نے یہ فریضہ ادا کر دیا ہے۔"

امیر المومنینؑ نے اپنے ساڑھے تین سالہ دور خلافت میں عوام الناس کی عظمت رفتہ کو بحال کر کے ان کے مسلمہ حقوق اور فطری آزادیاں جو ارباب اقتدار نے سلب کرلی تھیں انہیں پھر سے بہ کمال و تمام عطا کر دیا۔ مساوات محمدیؐ کی نورانی قندیلوں سے درو بام کو فروزاں کیا۔۔۔ عدل الٰہی کے ترازو میں ہر ایک کو برابر حیثیت دی۔۔۔ یہ زریں انقلاب اس استحصالی طبقے کو سخت ناگوار تھا جو پچھلے دور میں مراعات یافتہ رہ چکا تھا اور جس سے عوام کا لوٹا ہوا مال جو انہیں بغیر کسی شرعی بنیاد اور استحقاق کے بخش دیا گیا تھا سختی سے واپس طلب کیا جارہا تھا۔

جب اس طبقے کو یقین ہو گیا کہ ان کے استبدادی ہتھکنڈے ناکام ہو چکے ہیں اور ان کے ظالمانہ اقتدار کا چراغ اب نہیں جلے گا تو انہوں نے باہمی سازشوں سے امیر المومنینؑ کی حکومت کو ناکام بنانے کے لئے شورش

اور بغاوت کا طوفان کھڑا کر دیا۔ امیر المومنینؑ کو ان سے نپٹنے کے لئے کتنے ہی مختلف محاذوں پر ان کا مقابلہ کرنا پڑا ــــ وہ علیؑ جنھوں نے دور جوانی کے جوش و خروش سے بھرے دنوں میں امت مسلمہ کو خونریزی سے بچانے کے لئے پچیس سال تک تلوار نیام میں رکھی تھی ــــ بڑھاپے کی طرف بڑھتے ہوئے سن و سال میں حق کی سربلندی کے لئے اپنی تلوار بے نیام کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اسی لئے زینبؑ کا کوفے میں قیام کا یہ ساڑھے تین سالہ دور کچھ اتنا زیادہ پر سکون نہیں تھا ــــ اس عرصے میں امیر المومنینؑ کو جمل، صفین اور نہروان کی جنگیں لڑنی پڑیں ــــ چھوٹی موٹی شورشیں اسکے علاوہ تھیں ــــ سارے بھائی اور عبداللہؑ امیر المومنینؑ کے ساتھ مختلف جنگوں میں مصروف رہتے تھے ــــ جب وہ گھر لوٹتے تو بھی ایک دھڑکا سا لگا رہتا کہ اندرونی دشمن ہر وقت تاک میں رہتے تھے ــــ زینبؑ سب اپنوں کی سلامتی کی دعائیں مانگتی نہیں تھکتی تھیں لیکن کبھی گھبرائیں یا دل تنگ نہیں ہوئیں ــــ وہ بچپن ہی سے بابا کے مصائب، مشقت اور صبر میں اسی طرح شریک رہی تھیں ــــ جس طرح ان کی عظیم المرتبت ماں فاطمہؑ اپنے بابا رسول اللہؐ کی زحمتوں، کلفتوں اور جدوجہد میں حصہ دار رہی تھیں ــــ اسی لئے اس دور میں بھی ان کا دل مطمئن اور آسودہ تھا کہ بابا تاریخ کے صفحات پر اپنی شمشیر

سے لکھ رہے تھے کہ دراصل اسلامی طرز حکومت اور نظام مصطفیٰ کس کو کہتے ہیں اور اس کے عملی نفاذ کے لئے انہوں نے اپنے سارے دور خلافت میں کس کس طرح جدوجہد کی ہے۔

دوسری جانب زینبؑ اپنے فرائض بھی بطریق احسن نبھا رہی تھیں ـــ ان کے آنگن میں ننھے معصوم فرشتے کھیلنے لگے تھے ـــ وہ عونؑ و محمدؑ اور بیٹیوں کی تربیت میں دل و جان سے مصروف تھیں ـــ اس کے ساتھ خواتین کی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی اور رہبری کر رہی تھیں ـــ کوفہ کی خواتین کے ہونٹوں پر شہزادی زینبؑ کا ہی نام تھا جن کی زیارت کرنا بھی وہ اپنے لئے باعث سعادت سمجھتی تھیں ـــ جن کی بارگاہ میں ان کی روحانی تسکین کے سر چشمے پھوٹتے تھے، جو مشکلات میں ان کی ڈھارس تھیں تو پریشانی میں دلدہی کا مرکز ـــ جو ان کی ضرورتیں اور حاجتیں خاموشی سے پوری کردیتی تھیں اور ان کی علمی اور روحانی بالیدگی کے لئے ہر لحظہ کوشاں رہتی تھیں۔

گھر میں سکون اور باہمی محبت و خلوص کی پر سکون فضا تھی۔ بابا، بھائی اور عبداللہ جب میدان جنگ سے گھر کو لوٹتے تو جیسے بہار آجاتی، دل کو چین اور روح کو قرار آجاتا، قریب قریب بنے ہوئے گھروں میں ایک دوسرے کی مانوس صدائیں اور آہٹیں سننا قربت و اپنائیت کا آسودہ احساس بن کر طمانیت کا باعث ہوتا ــ رمضان آتا تو مل کر افطار کرنے میں روح کو بالیدگی اور سرشاری کی دولت ملتی ــ افطار کے وقت کبھی حسینؑ آجاتے، کبھی حسنؑ چلے آتے، کبھی عبداللہؑ خود سب کو مدعو کر لیتے ــ امیرالمومنینؑ کا تو معمول تھا کہ وہ ہر روز بچوں میں سے کسی ایک کے گھر افطار کرتے۔

۱۹ رمضان ۶۰ھ کو زینبؑ کی باری تھی ــ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد امیرالمومنینؑ افطار کے لئے تشریف لائے تو زینبؑ نے دسترخوان بچھایا ــ آل محمدؐ نے کبھی بھی اپنے لئے دسترخوان کو نعمات الٰہی

سے نہیں بھرا تھا۔۔ ان کی غذا اتنی سادہ ہوتی تھی کہ عوام الناس کا پست طبقہ بھی اس سے بہتر غذا کھاتا تھا۔۔ زینبؑ نے اس خیال سے کہ بابا روزے سے ہیں دستر خوان پر خشک روٹی، نمک اور دودھ رکھا۔۔ امیر المومنینؑ نے دستر خوان پر نگاہ ڈالی اور گویا ہوئے: "جان پدر۔۔! تم جانتی ہو کہ تمہارے بابا نے کھانے میں اللہ کی دو نعمتیں بیک وقت کبھی استعمال نہیں کیں۔۔ بیٹی! یہ دودھ ہٹالو۔۔ میرے لئے نمک ہی کافی ہے۔"

زینبؑ بابا کی تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھنا چاہتی تھیں لیکن ان کا کہا ٹالا نہیں جاسکتا تھا، اسی لئے انہوں نے دودھ کا پیالہ اٹھالیا۔ بابا نے افطار کیا لیکن خلاف معمول وہ کچھ خاموش اور قدرے مضطرب تھے۔۔ زینبؑ نے محسوس تو کیا لیکن پوچھ نہ پائیں۔

امیر المومنینؑ اٹھ کر عبادت میں مشغول ہوگئے جیسا کہ ان کا معمول تھا کہ رات کی تاریکی کو اپنے سجدوں سے روشن رکھتے تھے۔۔ ان کی عبادت و ریاضت کا ماہ تمام شب بھر چاندنی بکھیرتا رہتا تھا مگر اس روز خلاف معمول وہ کئی بار صحن میں نکلے اور آسمان کی طرف دیکھ کر کچھ الفاظ کہے:

"خدا کی قسم۔۔! یہ ایک حقیقت ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی مبالغہ یا وہم و خیال نہیں کہ یہ رات وہ ہے جس میں وعدہ الٰہی پورا ہونے والا ہے۔"

زینبؑ کی شبوں کا بھی بیشتر حصہ سجدوں اور مناجاتوں سے جگمگاتا

تھا۔۔۔ بابا کی آواز ہر بار ان تک آئی اور بابا کے لہجے کا گداز ہر بار جیسے قلب کو چھید گیا۔۔۔ ان الفاظ میں پنہاں مفہوم روح میں ایک خلش سی جگانے لگا۔۔۔ بابا جن لفظوں کو باربار دوہرا رہے تھے ان میں کچھ ایسے اسرار پوشیدہ معلوم ہوتے تھے جنہیں جاننے کی خواہش کے تصور سے ہی دل ڈوبنے لگتا تھا۔

اس لئے زینبؑ چاہنے کے باوجود بھی بابا سے استفسار نہیں کر سکیں۔۔۔ انہیں یوں معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے ان لفظوں کے اندر کوئی نامعلوم درد، کوئی انجانا غم اور بڑی مصیبت چھپی ہوئی ہے۔۔۔ یہاں تک کہ صبح کاذب قریب آئی۔۔۔ بابا مسجد جانے کے لئے دروازے کی جانب چلے تو زینبؑ ساتھ ساتھ تھیں۔۔۔ مگر کچھ کہہ نہیں پا رہی تھیں۔۔۔ بابا ابھی صحن خانہ میں ہی تھے کہ گھر کی پالتو بطخیں ان کا دامن پکڑ پکڑ کر اپنی زبان بے زبانی میں نہ جانے کیا کہنے لگیں، ان کے غیر معمولی شور اور خلاف معمول حرکت سے زینبؑ کا دل کچھ ہول سا گیا۔۔۔ انہوں نے بطخوں کو دور ہٹانا چاہا تو امیرالمومنینؑ نے آہستگی سے کہا: ”بیٹی! ان بے زبانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔“

پھر اپنی عبا کا دامن سمیٹتے، شور مچاتی، دامن پکڑتی بطخوں سے اجتناب برتتے گھر کے دروازے سے باہر نکل گئے۔۔۔ ان کی زبان پر چند اشعار تھے جن کی بازگشت ساری فضا میں گونج رہی تھی۔۔۔ یوں معلوم ہوتا

تھا جیسے چاروں طرف سے یہی صدا سنائی دے رہی ہے:

"موت سے ہمکنار ہونے کے لئے اپنا سامان سفر تیار کرلو
کیونکہ موت خود ہی تم سے آملے گی،
موت کی تلخی اور سختی سے گھبرانا لاحاصل ہے،
جب موت سے ملاقات ہو تو اس کی تلخی کو گوارا بنالو۔"

زینبؑ کے دل میں ہول سے اٹھنے لگے، بابا کے ہونٹوں سے نکلے ہوئے لفظوں نے ان کا دل جیسے مٹھی میں لے لیا، ان کا مفہوم کچھ ایسا دل دہلا دینے والا تھا کہ چاروں جانب سے کسی انجانے حادثے کی خوفناک آہٹیں سنائی دینے لگی تھیں۔

"الٰہی خیر ـــ!" زینبؑ نے دل تھام کر بے ساختہ کہا اور نماز کے لئے محراب عبادت میں کھڑی ہوئیں ـــ ابھی کچھ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ناگاہ ایک عجیب دل کو سہما دینے والا شور بلند ہوا، فضاؤں کا رنگ یکسر بدل گیا، ہوائیں ہچکیاں لینے لگیں، درو دیوار لرزنے لگے، گلیوں میں بدحواسی سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازوں کے ساتھ روتی ہوئی اندوہناک صدائیں، دروازوں پر دستک دینے لگیں: "فریاد ہے ـــ فریاد ہے ـــ امیر المومنینؑ قتل کردیئے گئے۔"

"آہ ـــ! بدبخت قاتل نے امیر المومنینؑ کا سر سجدے میں شگافتہ کردیا۔"

"خدا کا قہر ٹوٹے ظالم قاتل پر جس نے بے کسوں کی آس اور مظلوموں کا سہارا چھین لیا۔"

یہ آوازیں نہیں برق تپاں تھی جس نے سب کچھ جلا کر راکھ کر دیا۔ زینبؑ کی نگاہوں میں دنیا اندھیر ہوگئی، پاؤں کہیں رکھتی تھیں اور پڑتا کہیں تھا، لڑکھڑاتیں، گرتیں، سنبھلتیں بمشکل گھر کی دہلیز تک پہنچیں، نہ دروازہ کھول کر پہلے کبھی جھانکا تھا، نہ اب جھانکا ـــ نہ دہلیز سے باہر پہلے کبھی قدم رکھا تھا، نہ اب رکھا ـــ بس آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ دل تھامے کھڑی گھر سے باہر گلی میں رونے اور فریاد کرنے والوں کی آوازیں سنتی رہیں۔

کواڑ کھلا اور وہ دلدوز منظر نظر آیا جس کو دیکھنے کی نہ نگاہوں میں تاب تھی نہ دل میں سکت، بابا خون بھری ریش کے ساتھ بھائیوں کے سہارے اندر داخل ہوئے ـــ زینبؑ بیتابانہ آگے بڑھیں، بیقرار دل کٹ کٹ کر آنکھوں کے راستے رخساروں پر بہہ رہا تھا ـــ بابا کی حالت دیکھ کر زخم کے مہلک ہونے کا اندازہ ہو رہا تھا ـــ بھائیوں کی پریشانی، گھر کے باہر جمع ہو جانے والے جانثاروں کی بے تابی اور فضاؤں کے آثار بتا رہے تھے کہ شفقت و محبت کا گھنیرا سایہ زندگی کو کڑی دھوپ کے حوالے کر کے جلد رخصت ہو جانے والا ہے۔

صبر و ضبط کی دشوار منزلوں سے سرخروئی کے ساتھ گزرنا، زینبؑ نے بچپن ہی سے سیکھا تھا۔۔۔ انہوں نے بڑے حوصلے کے ساتھ بابا کو بستر پر لٹانے میں مدد دی اور ان کی تیمار داری میں مصروف ہو گئیں۔۔۔ آنے والے تین صبر آزما دن، جب ہڈیوں کو پگھلا دینے والا غم سارے خاندان پر اپنا سایہ ڈالنے کے لئے لمحہ لمحہ آگے بڑھ رہا تھا، زینبؑ پورے استقلال کے ساتھ تمام خاندان کے لئے ڈھارس بنی رہیں۔۔۔ غم کی اس جھلستی ہوئی تپش میں وہ بہن بھائیوں کے لئے ماں ایسی ٹھنڈی چھاؤں بن گئیں۔۔۔ وہ ہر ایک کی دلجوئی کرتیں، مزاج پرسی کے لئے آنے والوں کی پذیرائی میں کوئی کمی نہ آنے دیتیں اور بابا کی دیکھ بھال اس والہانہ خدمت و محبت سے کرتیں جس کے لئے بیٹی کو رحمت کہا گیا ہے۔

زخم کے مہلک ہونے کا اندازہ قاتل کے اس بیان ہی سے ہو گیا تھا کہ اس نے تلوار ایسے خطرناک زہر میں بجھائی ہے جس کا صرف ایک قطرہ تمام شہر کوفہ کے لئے کافی تھا۔۔۔ آثار اچھے نظر نہیں آتے تھے۔۔۔ جراحوں نے ناامیدی ظاہر کر دی تھی۔۔۔ بابا کی حالت لمحہ لمحہ بگڑتی جا رہی تھی۔۔۔ انہوں نے تمام اہل خانہ کے لئے وصیتیں کر دی تھیں اور تمام بچوں کو فرداً فرداً وصیتیں بھی کی تھیں۔

بڑے بھائی حسنؑ مجتبیٰ کو رموز امامت تفویض ہو گئے تھے کہ

اکیس رمضان کی دلگداز شب آگئی ـــ سب اپنے بابا کے سرہانے آکھڑے ہوئے تھے ـــ آنکھوں میں آنسوؤں کی روانی بڑھ گئی تھی، لبوں پر نالے تھے، دل کسی طرح بھی آنے والے جانکاہ سانحے کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو پا رہے تھے ـــ دامن خالی ہوگئے تھے، متاع گراں بہا ہاتھوں سے نکلتی جا رہی تھی ـــ گھر کے باہر جمع ہو جانے والے مسلمانوں کے رونے اور فریاد کرنے کی دردناک آوازیں بلند ہونے لگی تھیں ـــ زینبؑ بڑی حسرت سے بابا کا چہرہ تکتی تھیں اور آنسوؤں کے درمیان باربار بے ساختہ کہتی تھیں :

"بابا! آپ سے جدائی کا خیال ہی ہمارے دلوں کو چھید رہا ہے،
آپ سے جدا ہو کر ہمارے آنسو کبھی نہ تھم سکیں گے۔"

امیر المومنینؑ نے زینبؑ کے سر پر ہاتھ رکھا اور نقاہت آمیز لہجے میں بولے : "بیٹی! میں حسینؑ کو تمہارے سپرد کرتا ہوں، اس کا خیال رکھنا، اس کا ساتھ دینا۔" پھر حسینؑ کا ہاتھ تھاما اور زینبؑ کے ہاتھ میں دے دیا۔

وقت کی کروٹیں بڑی سنگین تھیں۔ انقلاب زمانہ نے اہلبیت رسولؐ کا گھر دیکھ لیا تھا۔ بابا کا مشفق گھنیرا سایہ، تحفظ کی سبز چھاؤں چھن جانے کے بعد ہر طرف کڑی دھوپ اور اس کی سختیاں تھیں ـــ ہر پل بابا کی یاد تڑپاتی تھی، ان کی محبتوں، ان کی شفقتوں کے بغیر زندگی ویران ہو گئی تھی ـــ جینے کی چاہ نہیں رہی تھی لیکن زینبؑ کو ماں کی وصیت اور بابا کے آخری الفاظ زندہ رکھے ہوئے تھے ـــ وہ دونوں بھائیوں سے عمر میں چھوٹی تھیں مگر ماں کی طرح انہیں سمیٹے ہوئے تھیں ـــ وہ ہر دکھ، ہر پریشانی میں ان کی ڈھارس تھیں ـــ ہر مشکل وقت میں ان کے برابر کھڑی ہوتی تھیں۔

خانوادۂ رسالتؐ کی تمام امانتیں اور وراثتیں زینبؑ کے پاس رکھی جاتی تھیں ـــ رسول اللہؐ کی دستار، عمامہ، عصا، امیرالمومنینؑ کی تلوار، فاطمہؑ کی چادر، ان کے ہاتھ کے کتے ہوئے سوت سے بنے رومال، ان کے

ہاتھ کے سلے ہوئے تے، میتوں حنوط ے ن ورد ـ بد
ورثے سب ان ہی کی تحویل میں تھے۔ جب بھی کسی چیز کی ضرورت آن پڑتی تو اس کے لئے زینبؑ کو ہی کہا جاتا۔

امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد زینبؑ کے بڑے بھائی حسنؑ مجتبیٰ کو متفقہ طور پر خلیفہ چن لیا گیا۔ عوام الناس اس انتخاب پر بڑا اطمینان محسوس کر رہے تھے۔ حسنؑ روز اول سے ہی امیر المومنینؑ کے نقش قدم پر چل رہے تھے اسی لئے وہ تمام عناصر جو دین اسلام کو اپنے ذاتی فائدے حاصل کرنے کا آلہ کار بنانا چاہتے تھے۔۔۔ حسنؑ کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے خلاف اسی طرح محاذ کھول لیا جس طرح امیر المومنینؑ کیؑ مخالفت میں کمر بستہ ہوئے تھے۔

اس مشکل دور کی اپنی ہی دشواریاں تھیں جن سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں تھا۔ بالآخر رسول اللہؐ کے فرمان کے مطابق حسنؑ نے اپنوں کی مخالفت مول لے کر اپنے مخالف فریق معاویہ ابن ابوسفیان کے ساتھ معاہدۂ امن کیا اور بادشاہت کو ٹھوکر مار کر امت کو ایک عظیم خونریزی سے بچالیا۔ حسنؑ مجتبیٰ نے اس معاہدے کی شرائط فریق مخالف سے منوا کر اس کا اصل چہرہ تاریخ کے صفحات پر ثبت کر دیا:

ا۔ معاویہ ابن ابوسفیان کو کتاب خدا اور سنت رسول اللہؐ پر چلنا ہو گا۔

۔ ... یے ... پنے بعد ... ی ... نامزد ... یں کے۔

۳۔ شام و عراق، حجاز و یمن ہر جگہ لوگوں کو امان دی جائے گی۔

۴۔ امیر المومنین علیؑ مرتضیٰ کے اصحاب اور شیعہ جہاں بھی رہیں گے ان کی جان و مال اور ناموس محفوظ رہے گا۔

۵۔ امیر المومنین علیؑ مرتضیٰ کو ناسزا کلمات اور سب و شتم نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ حسنؑ اور ان کے بھائی حسینؑ اور اہلبیت رسولؐ کو خفیہ یا اعلانیہ نہ ڈرایا دھمکایا جائے گا نہ ہی ان کی جان لینے کی کوشش کی جائے گی۔

یہ معاہدہ ربیع الاول ۴۱ھ میں طے پایا۔ حسنؑ کی ظاہری خلافت کا عرصہ صرف چھ ماہ پر محیط ہوا۔ اس دوران عوام الناس تو ان کے مقدس پیکر میں امیر المومنینؑ کا پرتو جھلکتے ہوئے دیکھتے رہے لیکن خود حسنؑ پر اس عرصے میں جیسے صدیاں بیت گئیں ــــ انہوں نے اپنوں کے طعنے سنے، ناسزا کلمات برداشت کئے، الزامات سہے، قاتلانہ حملے میں زخمی ہوئے، مگر امت کی بھلائی کو ہر شے پر مقدم رکھا۔ تمام مخالفتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرتے وہ اسلام کی سربلندی کا پرچم سنبھالے مدینہ واپس آگئے۔

زینبؑ بھائیوں کے سانسوں کے ساتھ سانس لیتی تھیں۔ وہ ان کے ساتھ ہی مدینہ لوٹیں۔ ان کی مدینے آنے کی خبر نے مدینے کی خواتین

کو مسرور کر دیا ــــ وہ جوق در جوق زینب زیارت اے ــــ سب یہی اصرار تھا کہ زینبؑ پھر وہی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کریں، وہ روحانی محفلیں سجائیں جو مدینے کی خواتین کی روحانی بالیدگی کا ذریعہ تھیں ــــ زینبؑ نے ان کی درخواست قبول کر لی اور ایک بار پھر زینبؑ کا گھر خواتین کے لئے نشر علوم کی ایک عظیم درسگاہ بن گیا۔

حسنؑ نے امت کو خونریزی سے بچانے کے لئے شاہی تو چھوڑ دی تھی لیکن روحانی سلطنت کا تاجدار تو انہیں اللہ نے بنایا تھا۔ حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں، اقلیم امامت کے فرماں روا کو اپنے فرائض نبھانے تھے۔ حسنؑ کی روحانی مملکت کی آن بان قائم و دائم تھی ــــ حقیقی دینی رہنمائی کے لئے مسلمان اسی طرف دیکھتے تھے ــــ حسنؑ اپنے فرائض امامت بطریق احسن نبھا رہے تھے اور معاہدۂ امن کی پاسداری بھی کر رہے تھے لیکن معاویہ ابن ابوسفیان نے معاہدے کی دھجیاں اڑا دی تھیں۔ اقتدار ملتے ہی اس نے کسی ایک شرط پر بھی عمل نہیں کیا ــــ اس نے خلافت کو بدترین ملوکیت میں بدلا، امیر المومنینؑ پر نماز کے خطبوں میں سب و شتم کرنے اور ناسزا کلمات کہنے کا جبراً حکم دیا صحابہ رسولؐ کو بے دردی سے شہید کیا اور فتنہ انگیزی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ حسنؑ خون جگر پی کر معاہدۂ امن کی شرائط نباہتے رہے اور حسینؑ ان کے شانہ بہ شانہ ان کے قدم سے قدم

ملائے صبر و ضبط کی کٹھن منزلوں سے گزرتے رہے۔

ابتلا کے اس دور میں زینبؑ بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ شریک تھیں اور اپنے حصے کے فرائض سرخروئی سے نبھا رہی تھیں۔ اس وقت خاندان میں عباسؑ، محمد حنیفہؒ اور مسلم بن عقیلؑ جیسے جوشیلے جوان بھی تھے جن کی شجاعت کی دھاک سارے عرب پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اشتعال دلانے والے ان حالات میں زینبؑ بہادر جوشیلے جوانوں کے جوش اور جذبے کے سامنے اپنی محبت اور معاملہ فہمی سے بند باندھتیں، بڑے پیار سے انہیں حالات کی نزاکت سمجھا کر ان آزمائشوں سے سربلندی کے ساتھ گزرنے کیلئے قوت برداشت اور حوصلہ پیدا کرتیں۔

یہ کوئی مختصر سا عرصہ نہیں تھا ــــ آزمائشوں کا یہ دور، اپنے جذبات غیض و غضب پر قابو پانے کے جہاد کا یہ دورانیہ، پورے دس سال پر محیط تھا ــــ حسنؑ کے ساتھ تمام اہلبیتؑ مکمل ہم آہنگی سے ان شدید آزمائشوں سے گزرے لیکن معاہدے کی شرائط پر آنچ نہیں آنے دی ــــ یہاں تک کہ ۲۸ صفر ۵۰ھ کا روز الم چڑھ آیا ــــ حکومت کی سازشیں کامیاب ہوئیں، حسنؑ کا لاڈلا بیٹا قاسم ابن حسنؑ آنکھوں میں آنسو لئے دروازے پر آیا، زینبؑ دیکھ کر بیقرار ہو گئیں۔

"ماں صدقے! اس حال میں کیوں بے وقت آئے ہو بیٹا؟"

بابا ۔۔۔ بہت ۔۔ ب ہے، ۔۔۔ آپ ۔۔

رندھے ہوئے لہجے میں بولا۔

زینبؑ کے دل کی دنیا زیروزبر ہوگئی۔ انہوں نے حسنؑ کے بیٹے کو سینے سے لگالیا اور بڑے صبر و ضبط سے آنسو پیتی رہیں۔ سہمے ہوئے بھتیجے کو تسلیاں دیتیں، دل تھامے حسنؑ کے یہاں پہنچیں تو یہ دیکھ کر پیروں تلے سے زمین نکل گئی کہ حسنؑ کی حالت غیر ہے۔

رسول اللہؐ کی مشابہت سے دمکتے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا اور قے کے ساتھ جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر باہر آرہا تھا۔ زینبؑ کا اپنا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ دنیا اندھیر معلوم ہونے لگی۔ آنکھوں سے بے ساختہ آنسو رواں ہوگئے لیکن پھر زینبؑ نے خود کو سنبھالا، خود کو مجتمع کیا، بیوگی کے خوف سے لرزتی بھاوج کو تسلی دی اور حسنؑ کی پٹی سے لگ کر ان کے کرب اور اذیت کو جیسے خود پر جھیلنے لگیں۔

حسینؑ اور دوسرے افراد خانہ بھی حسنؑ کے سرہانے موجود تھے۔ سب کو اندازہ ہو رہا تھا کہ دشمن کا وار کاری پڑا ہے۔ یہی بات سب کو کھائے جاتی تھی، مگر مشیت ایزدی کے سامنے سب کے سر جھکے تھے۔ حسنؑ نے رموز امامت حسینؑ کو تعلیم کئے، سب کے لئے وصیتیں کیں اور محبت کرنے والوں کی بیتاب آنسو بھری آنکھوں کے سامنے شہادت

اہلبیتؑ رسول پر پھر ایک قیامت کی گھڑی تھی ـــ امیر المومنینؑ کے بعد حسنؑ کا سایہ غنیمت تھا لیکن دشمنوں نے اس سے بھی محروم کر کے تحفظ کی گھنیری چھاؤں چھین لی تھی۔ بنو ہاشم غم سے نڈھال تھے ـــ اہل مدینہ سوگوار تھے ـــ بے سہارا اور پریشان حال لوگ اپنا آسرا چھن جانے پر ماتم کر رہے تھے ـــ فضاؤں سے حزن و ملال ٹپک رہا تھا ـــ حسنؑ کے اس جہان سے اٹھ جانے پر سارا جہان ویران تھا۔

کل جہانوں کی ویرانی زینبؑ کے دل میں اتر آئی تھی ـــ آنکھوں میں آنسوؤں سے جل تھل تھا ـــ بھائی سے جدائی کا زخم سہنا آسان نہیں تھا لیکن زینبؑ کو اپنی نہیں حسینؑ اور دوسرے چھوٹے بھائیوں اور بھتیجوں کی بھی فکر تھی ـــ اس لئے وہ غم سے بیتاب ہونے کے باوجود انہیں بھی سہارا دے رہی تھیں، گلے سے لگا رہی تھیں، تسلیوں دلاسوں کے ساتھ بڑے حوصلے سے انہیں سمیٹ رہی تھیں۔

حسنؑ کا جنازہ اٹھا تو ہر طرف کہرام بپا تھا، اپنے پرائے سب ہی حسنؑ کی برکتوں سے محروم ہو جانے پر دلگرفتہ اور نوحہ کناں تھے ـــ ہر جانب آنسو اور آہیں تھیں ـــ غم کی اس برسات میں حسنؑ کا جنازہ روضۂ رسولؐ کی جانب روانہ ہوا جہاں حسنؑ کی وصیت کے مطابق انہیں دفنانے کی

اجازت پہلے سے لے لی ؁ ــــ میں موجود خوا ۰ ، عزیز رشتہ دار ایک دوسرے کو تسلیاں دینے لگے لیکن ابھی جنازے کو گھر سے رخصت ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ باہر نامانوس سا شور اٹھا، گلی میں سے دوڑتے ہوئے قدموں کی صدا سنائی دی، عباسؑ غم و غصے سے سرخ چہرہ لئے تیزی سے گھر میں داخل ہوئے اور بجلی کی سی سرعت کے ساتھ تلوار بے نیام کی ـــ ان کے پیچھے کم سن علی اکبرؑ، مسلمؑ اور دوسرے جوانوں کی آوازیں تلخی میں لتھڑی ہوئی سنائی دے رہی تھیں۔

"الٰہی خیر ـــ! آثار اچھے نظر نہیں آتے، جو عباسؑ کو جلال آیا ہے۔" زینبؑ دل تھام کر جلدی سے اٹھیں اور عباسؑ کو پکارا۔

باہر لپکتے عباسؑ احتراماً جہاں تھے وہیں رک گئے ـــ سر جھکا لیا لیکن اندر کا اضطراب چھپا نہیں تھا ـــ زینبؑ نے قریب آکر پریشانی سے پوچھا:

"عباسؑ بھائی خیر تو ہے؟"

"نہیں خیر نہیں ہے آقازادی ـــ وہ اپنے وعدے سے پھر گئے ہیں ـــ انہوں نے بھائی کو ناناؐ کے روضے میں جگہ دینے سے انکار کردیا ہے ـــ وہ بھائی کے جنازے پر تیر برسا رہے ہیں ـــ انہوں نے پہل کی ہے، تو ہم کیسے" ـــ؟ شدت غضب سے عباسؑ اپنی بات بھی مکمل نہیں

زینبؑ نے عباسؑ کے آتش فشاں کی مانند دہکتے سینے پر ہاتھ رکھا: "تحمل سے عباسؑ، صبر سے کام لو۔۔۔ بھائی حسینؑ کا بھی کچھ پتا ہے کہ وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

ابھی زینبؑ کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ حسینؑ غم سے نڈھال، صبر و ضبط کی تصویر بنے، جوشیلے جوانوں کو سنبھالتے، حسنؑ کا تیروں سے چھدا جنازہ لے کر گھر واپس آگئے اور شکستہ لہجے میں بولے: "امت نے حسنؑ کو ناناؐ کے روضے میں جگہ دینے کے بجائے تیروں سے چھلنی کر دیا ہے۔ ہم ایک بڑی خونریزی سے دامن بچا کر جنازہ گھر لے آئے ہیں۔۔۔ ہم اسے جنت البقیع میں اماں کے پہلو میں دفن کریں گے۔ بھائی حسنؑ کی یہی وصیت تھی کہ اگر روضۂ رسولؐ میں جگہ دینے سے انکار ہو تو انہیں اماں کے پہلو میں دفن کیا جائے۔" ان کے لفظوں میں ان کے اندر کی ٹوٹ پھوٹ کی دکھ بھری آواز بھی شامل تھی۔

زینبؑ ساکت سی کھڑی دیکھتی کی دیکھتی رہ گئیں۔۔۔ ایسا کب ہوا تھا کہ کوئی جنازہ گھر سے رخصت ہو کر پھر گھر میں واپس لایا گیا ہو۔ زینبؑ کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔۔۔ بھائی کے لہو سے رنگین جنازے سے تیر نکالتے ہوئے زینبؑ کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔۔۔ وہ کسی اپنے سے دل کا درد کہنے کے لئے بیتاب ہو گئیں۔۔۔ غم و الم سے ٹوٹے ہوئے دل نے بے ساختہ

رسول اللہ ؐ کو پکارا:

"نانا! آپکی امت نے ہم آل محمدؐ کو بے سہارا اور بے آسرا کر دیا ہے،
ہم کس سے فریاد کریں ــــ؟ کس کو اپنے زخم دکھائیں ــــ؟
آپ کا عزیز ترین نواسہ، آپ کا لخت جگر ــــ!!
امت کے ظلم و جور کی داستان آپ کو سنائے گا ــــ
کہ کس طرح اسے آپکے پہلو میں سونے کی جگہ بھی نہیں دی گئی ــــ!!

ماں جائے حسنؑ کے بغیر دنیا ویران ہوگئی تھی ــــ جہان تاریک نظر آتا تھا ــــ ہر طرف اداسی کا راج تھا ــــ اس پر امت کی بے وفائی، بادشاہ وقت کی دراز دستیاں کسی پل چین نہیں لینے دیتی تھیں ــــ حسنؑ کے بعد حسینؑ امام وقت اور سربراہ خاندان تھے ــــ وہ حسنؑ کا کیا ہوا معاہدۂ امن انتہائی نامساعد حالات میں بھی نبھا رہے تھے کہ ایفائے عہد دین اسلام کا قانون اور خانوادۂ نبوت کی روایت تھی ــــ اس کے ساتھ وعظ و نصیحت سے فریق مخالف کو اپنی اصلاح کرنے کی دعوت بھی دی جارہی تھی ــــ اشتعال انگیزی کے باوجود حسینؑ کی جانب سے کوئی پیش قدمی نہیں تھی۔

مخالفتوں اور سازشوں کی اس فضا میں حسینؑ کی طرف سے ہر وقت دھڑکا لگا رہتا تھا۔ زینبؑ کے دن رات ان کی سلامتی کی دعائیں مانگتے

ہوئے گزرتے تھے لیکن لبوں پر کبھی یہ الفاظ نہیں آئے تھے کہ وہ خود کو محفوظ رکھنے کے لئے راہ حق سے ہٹ جائیں یا حکمرانوں کے ساتھ کوئی سمجھوتہ کرلیں۔

حسنؑ کو ختم کرنے کے بعد معاویہ ابن ابی سفیان کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے تھے۔ حسنؑ کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے کی شرائط کو اس نے حسنؑ کی زندگی میں ہی قدموں تلے روند دیا تھا۔ حضرت عمرؓ کے لفظوں میں وہ مسلمانوں کا کسریٰ تو پہلے ہی کہلاتا تھا، اب اس نے خلافت کو بھی قیصر و کسرایت میں بدل دیا۔ دین کو دنیا کے عوض بیچ دیا اور تخت و تاج کو اپنے ہی خاندان میں محدود رکھنے کے لئے اس نے اپنے فاسق و فاجر بیٹے یزید ابن معاویہ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور عوام الناس سے اس کی بیعت جبراً لینے لگا۔

حسینؑ نے محافظ دین ہونے کی حیثیت سے کئی بار اسے تہدید آمیز خطوط لکھے لیکن اس نے ہر بار گستاخانہ جواب دیا اور اپنی بے اعتدالیوں میں ذرہ برابر کمی نہیں آنے دی۔ حسنؑ کے بعد گزرنے والا یہ دس سالہ دور حسینؑ نے کانٹوں پر چل کر نبھایا۔ صبر واستقلال کی ان کٹھن منزلوں میں زینبؑ بھی حسینؑ کے ساتھ ساتھ تھیں اور انہیں کبھی بھی تنہا ہونے کا احساس نہیں ہونے دیتی تھیں۔

۶۰ھ رجب کا مہینہ تھا کہ اچانک ایک روز حسینؑ زینبؑ کے یہاں آئے، زینبؑ نے خوشی سے ان کو دیکھا اور محبت سے پذیرائی کی۔ حسینؑ سلام و دعا کے بعد گویا ہوئے: "بہن زینبؑ! ناناؐ کا عمامہ اور عبا تو لادو، مدینے کے گورنر ولید بن عتبہ نے بلایا ہے ــــ میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کو احساس ہو جائے کہ رسول اللہؐ کا وارث کون ہے؟ شاید رسول اللہؐ کے تبرکات دیکھ کر ان کی آنکھوں سے پردے ہٹ جائیں۔"

زینبؑ فکر مند ہوئیں: "خدا خیر کرے یہ شخص ہم سے کیا چاہتا ہے؟"

"میں جانتا ہوں کہ وہ کیا کہے گا؟ لیکن جانا تو بہر حال ہے۔" حسینؑ نے جواب دیا۔

زینبؑ نے بیتاب ہو کر حسینؑ کا بازو تھاما: "نہیں بھائی! آپ ولید کے درباز میں اکیلے نہیں جائیں گے ــــ ان درباروں، ان حاکموں کا کیا اعتبار، میں ہاشمی جوانوں کو آپ کے ساتھ بھیجوں گی ــــ عباسؑ اور علی اکبرؑ آپ کے دائیں بائیں ہوں گے، آپ کے بھتیجے، بھانجے آپ کے پیچھے چلیں گے۔"

حسینؑ نے محبت کے ساتھ زینبؑ کے سر پر ہاتھ رکھا: "زینبؑ! تم اطمینان رکھو، ولید کی مجال نہیں کہ مجھے کچھ کہہ سکے، البتہ ہاشمی جوانوں

کو میرے ہمراہ دیکھ کر اسے غلط فہمی ہو سکتی ہے۔"

"نہیں بھائی! میں آپ کو اکیلے نہیں جانے دوں گی، زمانہ بڑا پر آشوب ہے، آپ کے اپنے آپ کے ساتھ ہوں گے تو مجھے اطمینان رہے گا، یہ اس کے دربار کے اندر نہیں جائیں گے لیکن باہر چوکس کھڑے رہیں گے اور آپ کو اپنی حفاظت میں اپنے ہمراہ لے کر آئیں گے۔" زینبؑ نے اصرار کیا۔

بہن کے محبت بھرے دل کے خیال سے حسینؑ رضامند ہوگئے ـــ زینبؑ نے خود حسینؑ کو رسول اللہؐ کا عمامہ اور عبا پہنائی، رسول اللہؐ کا عصا تھمایا، معوذتین پڑھ کر دم کیا، تب تک زینبؑ کا پیغام پا کر سارے ہاشمی جوان بھی خانۂ زینبؑ پر پہنچ گئے ـــ زینبؑ نے انہیں حسینؑ کا خیال رکھنے کی تاکید کی ـــ جب حسینؑ چلے تو دراز قد شاندار ہاشمی جوانوں کا جھرمٹ چاند کی طرح انہیں اپنے ہالے میں لیئے ہوئے تھا ـــ زینبؑ کی دعائیں سر پر سایہ فگن تھیں ـــ وہ ان کے ساتھ ساتھ دروازے تک آئیں اور انہیں رخصت کر کے خود دہلیز پر کھڑی انتظار کے صدیوں ایسے بھاری لمحوں کو ایک ایک کر کے بتانے لگیں۔

انتظار کی طویل صبر آزما گھڑیاں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی تھیں ـــ زینبؑ کی بیقرار نگاہیں دروازے پر لگی تھیں اور کان مانوس آوازوں

اور آہٹوں کو سننے کے لئے بیتاب تھے ـــــ کبھی کسی کنیز کو بھیجتی تھیں کہ وہ گلی میں جاکر دور تک دیکھ کر آئے کہ حسینؑ واپس آرہے ہیں یا نہیں، کبھی خود بے چین ہو کر دروازے تک چلی جاتی تھیں۔

خدا خدا کر کے یہ کٹھن وقت تمام ہوا ـــــ باہر گلی میں سے مانوس صدائیں اور پہچانی ہوئی آہٹیں سنائی دیں ـــــ زینبؑ شکر خداوندی بجالائیں اور اٹھ کر دروازہ خود کھولا ـــــ حسینؑ گھر میں داخل ہوئے، ان کے پیچھے علی اکبرؑ، عباسؑ، مسلمؑ، قاسمؑ، عونؑ و محمدؑ اور دوسرے تھے ـــــ زینبؑ نے فوراً محسوس کرلیا کہ عباسؑ کے تیور بدلے ہوئے ہیں ـــــ علی اکبرؑ کا حسین مکھڑا غصے سے تمتمایا ہوا ہے ـــــ قاسمؑ، مسلمؑ، عونؑ و محمدؑ، سب کے سب غصے سے ہونٹ چبا رہے ہیں ـــــ انہوں نے متفکر ہو کر حسینؑ کا چہرہ دیکھا: "بھائی حسینؑ سب خیریت تو ہے نا؟"

"ہاں بہن ـــــ! اللہ کے فضل سے سب خیریت ہے۔" حسینؑ کا لہجہ پر سکون تھا۔

"لیکن ہمارے ان جوانوں کے تیوروں سے تو خیریت نظر نہیں آتی۔" زینبؑ نے پھر ایک نگاہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے ہوئے جوانوں پر ڈالی۔

عباسؑ نے کچھ کہنا چاہا لیکن احتراماً خاموش رہے۔ علی اکبرؑ پھوپھی

کے لاڈلے اور سب کی آنکھوں کے تارے تھے ـــــ وہی سب سے پہلے بولے : "پھوپھی اماں ـــــ! ولید کے دربار میں مروان بن الحکم نے بابا کے سر کا نام لیا۔"

"اس کے منہ میں خاک۔" زینبؑ نے دل تھام کر بے ساختہ کہا۔

علی اکبرؑ جوش میں بولتے گئے : "بابا ہمیں روک نہ لیتے تو ہم اس کی زبان گدی سے کھینچ لیتے، دارالامارہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے۔"

"ہم اسے بتاتے کہ اسے چچا کے سر کا نام لینے کی جرأت کس طرح ہوئی ہے؟" قاسمؑ نے دانت بھینچ کر کہا۔

"ماموں نے ہمیں اجازت نہیں دی، ورنہ۔" عونؑ و محمدؑ جذبات کی شدت میں اپنی بات بھی مکمل نہیں کرپائے۔

عباسؑ چپ رہے لیکن ان کی چپ میں بھی دل و جان میں بپا طوفان کے آثار ہویدا تھے۔

زینبؑ دھک سے رہ گئیں اور حسینؑ کے قریب آکر محبت سے ان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں : "اللہ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے، بھائی یہ بچے کیا کہہ رہے ہیں؟"

"جوانی کا جوش ہے نا بہن، یہ حالات کی مصلحت کو نہیں سمجھتے۔" حسینؑ بردباری سے بولے۔

"کچھ بتائیے تو سہی بھائی آخر وہاں ایسی کیا بات ہوئی ہے جو ہمارے شیروں کے گرم خون میں اب تک ابال اٹھ رہے ہیں۔"

"بات یہ ہے بہن کہ معاویہ ابن ابوسفیان کا انتقال ہو گیا ہے — اس کی جگہ اس کا فاسق و فاجر بیٹا یزید تخت نشین ہوا ہے جسے وہ اپنی زندگی میں ہی نامزد کر گیا تھا— یزید نے گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کو ایک خط بھیجا ہے— ولید نے وہ خط سنانے کے لئے ہی ہمیں بلایا تھا— یزید نے اسے لکھا ہے کہ وہ ہم سے اس کی بیعت لے یا ہمارا سر کاٹ کر اسے بھیج دے۔"

"اس کی ماں اس کے ماتم میں بیٹھے— اس کی جرأتیں اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ وہ فاسق و فاجر ہو کر فرزند رسولؐ سے بیعت کا تقاضا کرتا ہے— کیا وہ نہیں جانتا کہ باباؑ کو بھی حکومت وقت کی بیعت کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکا تھا— آپ اسی باپ کے بیٹے ہیں۔" زینبؑ نے ناگواری سے کہا۔

"میں نے ولید سے کہا کہ جب مجمع عام میں معاویہ کی وفات کا اعلان کرو گے اور یزید کی بیعت لو گے تو ہم سے بھی سوال کرنا— اس نے تسلیم کیا— میں واپس ہونے لگا تو مروان ابن الحکم بول اٹھا اور ولید کو اکسانے لگا کہ حسینؑ کو گرفتار کر لو— یہ دارالامارہ سے جانے نہ پائیں جب تک کہ یزید کی بیعت نہ کر لیں، یا قتل نہ کر دیئے جائیں۔ میں نے اسے ٹوکا کہ اس کی یا ولید کی کیا مجال کہ مجھے قتل کر سکیں اور وہ یہ کہہ کر گناہگار ہوا ہے۔

میں نے ولید پر بھی واضح کر دیا کہ: "اے حاکم مدینہ ــــ! تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ ہم اہلبیتؑ نبوت ہیں، ہم مرکز رسالت ہیں، ہمارا گھر فرشتوں کی آماجگاہ ہے، ہم رحمت الٰہی کے خزینے ہیں، اللہ نے کائنات کی ابتداء ہم سے کی اور انتہا بھی ہم پر ہو گی ــــ یزید ایک فاسق و فاجر شخص ہے ــــ اس کی بدکاری ہر خاص و عام پر آشکار ہو چکی ہے ــــ مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت ہرگز نہیں کر سکتا ــــ ہم بھی سوچتے ہیں اور تم بھی سوچ لو کہ ہم میں سے خلافت کا حقدار کون ہے اور بیعت کس پر واجب ہے؟"

"میری آواز کچھ بلند ہو گئی تھی جو ہمارے ان بہادروں تک پہنچ گئی جو تم نے بھیجے تھے ــــ ہمارے شیر عباسؑ کے جلال کو تھامنا آسان نہیں تھا ــــ علی اکبرؑ اور قاسمؑ کا جوش سنبھالے نہیں سنبھلتا تھا اور تمہارے عونؑ و محمدؑ کے ولولے بھی چھلک چھلک جاتے تھے لیکن میں انہیں سمیٹ کر واپس لے آیا ہوں کہ پہل کرنا ہمارا شیوہ نہیں۔"

"خدائے ذوالجلال ہمارے بہادروں کو سلامت رکھے۔" زینبؑ نے تفاخر آمیز محبت سے کہا۔ "کم از کم ولید کو یہ تو پتا چل گیا ہے کہ آپ اکیلے نہیں اور آپ کے اپنے ہرگز گوارا نہیں کر سکتے کہ کوئی آپ کی طرف میلی آنکھ سے دیکھے۔"

حسینؑ کے نورانی چہرے پر اداسی کا سایہ سا لہرایا اور وہ ایک

آہ سرد بھر کر بولے : "زینبؑ ! ایک روز وہ بھی آئے گا جب یہ سب اپنے نہیں ہوں گے ــــ روز الست جو وعدہ ہوا تھا، اس کو نبھانے کے دن بہت قریب آگئے ہیں۔"

زینبؑ کو وہ ساری پیش گوئیاں یاد آئیں جو بچپن کے بالے دنوں میں نانا رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے سنی تھیں ــــ وہ وصیتیں یاد آئیں جو ماں نے بستر مرگ پر ان کے آنچل میں باندھی تھیں اور بابا کا آخری وقت یاد آیا جب انہوں نے حسینؑ کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ دینے کے بجائے حسینؑ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیا تھا ــــ انہوں نے ایمان کی آہنی قوت، دل کے پختہ یقین، اور روح کی کامل آمادگی کے ساتھ وقار سے سر اٹھایا : "بھائی حسینؑ روز الست جو وعدہ ہوا تھا وہ تو ہمارے دل پر لکھا ہے ــــ روح میں بسا ہوا ہے ــــ ہم اسے نبھانے کی خاطر ہی تو زندہ ہیں ــــ راہ حق میں درپیش مشکلات کا مقابلہ کرنا تو ہمارا ورثہ ہے ــــ خدا کے دین اور نانا رسول اللہؐ کی محنتوں کی حفاظت کے لئے زینبؑ آپ کے ساتھ ساتھ ہو گی اور کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی۔"

عبداللہ ابن جعفرؓ کچھ عرصے سے صاحب فراش تھے۔۔۔ ان کی آنکھوں کی تکلیف شدت اختیار کر گئی تھی۔۔۔ اس لئے خانہ نشین ہو گئے تھے لیکن حالات سے بے خبر نہیں تھے۔۔۔ زینبؓ حسینؓ کی طرف سے ہو کر آئیں تو بہت پریشان اور مضطرب تھیں۔۔۔ بیٹوں نے پریشانی کا سبب پوچھا تو وہ ٹال گئیں۔۔۔ عبداللہؓ کے قریب آکر انہوں نے سلام کیا، طبیعت کا پوچھا، حسینؓ کا سلام دیا اور ان کی جانب سے مزاج پرسی کی۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور تشویش آمیز لہجے میں بولے: "بنت عم! خیریت تو ہے میں آپ کو مضطرب پاتا ہوں؟"

"ہاں عبداللہؓ! اب آل محمدؐ کو قرار کہاں؟ بھائی حسینؓ نے مدینہ چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولیں۔

"خدا نہ کرے۔" عبداللہؓ نے بے ساختہ پریشان ہو کر کہا۔۔۔

"ہمارے سید و سردار مدینے سے چلے گئے تو پھر مدینے میں کیا رہ جائے گا؟"

"حالات بہت خراب ہو چکے ہیں ـــ آپ کو تو علم ہی ہے کہ یزید ابن معاویہ نے حاکم مدینہ ولید ابن عتبہ کو صرف اس لئے معزول کردیا ہے کہ وہ بھائی حسینؑ سے بیعت لینے میں کامیاب نہیں ہو سکا ـــ اس نے ظالم و سفاک عمر بن سعید الشدق کو اس کی جگہ حاکم مقرر کیا ہے ـــ اسے بھی یہی حکم ہے کہ حسینؑ سے بیعت لے یا انہیں قتل کردے ـــ بھائی حسینؑ حکومت کی سیاست کو خوب اچھی طرح سمجھ رہے ہیں ـــ وہ نہیں چاہتے کہ ان کی وجہ سے نبیؐ کے شہر کی حرمت پامال ہو۔" زینبؑ کا لہجہ متفکر تھا۔

"حسینؑ میرے امامؑ اور سید و سردار ہیں ـــ ان کا فرمانا بجا لیکن ایک بار میں بھی اپنی سی کوشش کر دیکھتا ہوں ـــ میں حاکم مدینہ سے کہہ کر یزید سے حسینؑ کے لئے امان نامہ حاصل کر سکتا ہوں ـــ مجھے یہ ہرگز گوارا نہیں کہ فرزند رسولؐ دربدر ہوں ـــ ہم ان کی خیر و برکت سے محروم ہونا نہیں چاہتے۔" عبداللہؓ نے شدت اضطرار میں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

زینبؑ نے ایک آہ سرد کھینچی: "اب اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا عبداللہؓ ـــ! حسینؑ امام وقت ہیں ـــ ان کا فیصلہ مقدم ہے ـــ وہ واجب الاطاعت ہیں ـــ یقیناً وہ وقت آگیا ہے جس کی پیش گوئی نانا رسول اللہؐ نے

فرمائی تھی ـــــ اماں نے بھی مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا ـــــ بابا تو اکثر اس وقت کو یاد کر کے روئے ہیں ـــــ انہوں نے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے حسینؑ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا تھا ـــــ میں ان کا ساتھ کسی حال میں نہیں چھوڑ سکتی، مصیبت کے اس وقت میں جب ذرہ ذرہ ان کا دشمن ہو رہا ہے ـــــ میں تنہا انہیں سفر پر نہیں جانے دوں گی ـــــ ان کے ہمراہ جانے کے لئے مجھے آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔"

"آپ کو اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں ہے زینبؑ ـــــ یہ اجازت تو میں نے آپ کو اسی وقت دیدی تھی جب آپ سے عقد ہوا تھا ـــــ یہ تو ہمارے عقد کی شرائط میں سے ایک شرط تھی اور میں نے اسے دل و جان سے قبول کیا تھا، اگر یہ شرط نہ بھی ہوتی تو بھی میں آپ کو کبھی نہ روکتا، بلکہ اگر مجھے اس بیماری اور آشوب چشم نے مجبور نہ کر دیا ہوتا تو میں بھی اپنے سید و سردار حسینؑ کے ہمراہ چلتا ـــــ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم انہیں مصیبت میں اکیلا چھوڑ دیں۔"

"حسینؑ کو آپ کی حالت کی خبر ہے عبداللہؓ! وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ ان سے کتنی محبت کرتے ہیں۔" زینبؑ نے تسلی دی۔

"نہیں بنت عم! مجھے اطمینان نہیں ہوگا ـــــ آپ عونؑ اور محمدؑ کو اپنے ہمراہ لے جائیں ـــــ اس طرح میرے دل کو کچھ تو تسلی ہوگی کہ اگر

میں بھائی حسینؑ کے ساتھ نہیں جاسکتا تو میرے بیٹے، میرے دل کے ٹکڑے تو ان کے ساتھ ہیں۔" عبداللہؑ کی آواز بھرا گئی۔

زینبؑ کے نورانی چہرے پر مسرت کی ہلکی سی جھلک آئی:

"عبداللہؑ! مجھے آپ نے شادکام کردیا ہے ـــ عونؑ و محمدؑ اپنے ماموں کے ساتھ ہوں گے تو حسینؑ یہی سمجھیں گے کہ آپ ان کے ساتھ ہیں۔"

"ہاں یہی بات قدرے سکون دیتی ہے ـــ ورنہ میرا دل بہت مضطرب ہے زینبؑ ـــ! دیکھنا بھائی حسینؑ کو کوئی گزند نہ پہنچے، ہمارے بیٹے ان پر صدقے ہوتے ہیں تو ہوجائیں ـــ آپ حسینؑ کے ساتھ جانے کی تیاری کرلیں ـــ میں بھی اپنی سی کوشش کر دیکھتا ہوں کہ یہ مصیبت کسی طرح ٹل سکتی ہے تو ٹل جائے ـــ میں آج ہی والیٔ مدینہ سے ملتا ہوں۔"

۲۸ رجب ۶۰ھ کی شب مدینہ شہر پر یوں اتری تھی کہ اس شب کی تاریکی میں اس کی روح اس سے جدا ہو رہی تھی ــــ پیچھے سونی گلیاں، ویران محلے، اجڑے گھر، بے چراغ دریچے، اداس درو دیوار، روتا ہوا آسمان اور سسکتی زمین رہ گئی تھی ــــ اہل مدینہ دل تھامے اپنے شہر سے اس کی بھری بہار کو رخت سفر باندھتے ہوئے دیکھ رہے تھے ــــ آنکھوں میں اشک تھے اور لبوں پر مہر خاموشی، حاکم کا خوف سروں پر آسیب کی طرح منڈلا رہا تھا ــــ سب کو حالات کی سنگینی کا اندازہ تھا ــــ سبھی جانتے تھے کہ حکومت وقت حسینؑ کی جان کی دشمن ہے ــــ اس لئے انہیں روکنے کی جرأت بھی کسی میں نہیں تھی ــــ

محمل تیار کئے جا رہے تھے ــــ اکبرؑ، عباسؑ، مسلمؑ اور دوسرے جوان ضروری سامان اور پانی کے ذخیرے اونٹوں پر لدوا رہے تھے ــــ حسینؑ

ور زینبؑ عزیزوں سے رخصت ہو آئے تھے ــــ ناناؐ کے روضے ماں اور بھائی کے مزار اور عزیزوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھ کر وداع کے آنسو بہاتے ــــ آخری چراغ جلا آئے تھے ــــ حسینؑ نے صرف بنوہاشم اور ان میں سے بھی صرف اولاد ابو طالبؑ کو ہی اپنے ہمراہ لیا تھا۔

اہل مدینہ حیران آنکھوں اور بھاری دل کے ساتھ دیکھ رہے تھے کہ حسینؑ خاندان کے جوانوں کے ساتھ اہلبیت رسولؐ کی ان پردہ نشین بیبیوں کو بھی ہمراہ لے جارہے تھے ــــ جنہوں نے بلا ضرورت گھر سے باہر کبھی قدم نہیں رکھا تھا ــــ اسی لئے انہوں نے روانگی کے لئے شب کا وقت چنا تھا ــــ تاکہ ناموس رسالتؐ تاریکی کے پردے میں مستور رہے۔

بنوہاشم کی تمام خواتین اپنے اپنے گھروں سے نکل آئی تھیں کہ آخری بار زینبؑ کی زیارت کرلیں ــــ حالات کی کچھ خبر نہیں تھی کہ انہیں کب واپس لوٹنا نصیب ہو ــــ وہ زینبؑ اور دوسری بیبیوں کو گھیرے ہوئے اپنے رنج والم کا اظہار اپنے آنسوؤں اور آہوں کی زبانی کر رہی تھیں۔

چالیس محمل بیبیوں کے لئے تیار کئے گئے تھے ــــ تمام ہاشمی مرد اپنی اپنی عزیز خواتین کو سوار کروا رہے تھے ــــ کہ یکایک عباسؑ تیزی کے ساتھ گھر سے باہر آئے ــــ کڑی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا ــــ گرد و پیش کا جائزہ لیا ــــ مکانوں کی چھتوں کو بھی نظر میں رکھا ــــ اور ایک محمل

کی جانب راستہ بناتے ہوئے بلند آواز میں بولے :

"سب پیچھے ہٹ جائیں ــــ پردے کا احترام ملحوظ خاطر رکھیں ــــ نگاہیں جھکالیں ــــ میری مخدومہ ثانیٔ زہراؑ دختر حیدر کرارؑ سوار ہونے کے لئے تشریف لارہی ہیں۔"

ہاشمی مرد پیچھے ہٹ گئے ــــ علی اکبرؑ اور قاسمؑ دروازے کی طرف دوڑے ــــ دوسرے جوانوں نے دروازے سے محمل تک دو رویہ صف باندھ لی ــــ گھر کا دروازہ کھلا ــــ زینبؑ نے اپنی بہنوں ام کلثومؑ اور رقیہؑ کے ساتھ باہر قدم رکھا ــــ سب سر تاپا چادروں میں مستور تھیں ــــ حسینؑ پیشوائی کرتے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہے تھے ــــ کنیزوں کا جھرمٹ انہیں حلقے میں لئے ہوئے تھا ــــ زنان بنو ہاشم پیچھے پیچھے تھیں ــــ سر پر تطہیر کی چادر تنی تھی ــــ عزو شرف قدم بوسی کر رہے تھے ــــ قدم قدم پر حیا نثار ہو رہی تھی ــــ جلال اور وقار ہر لحظہ نچھاور ہو رہے تھے۔

علی اکبرؑ احتراماً جھکے اور سہارا دینے کو اپنا ہاتھ بڑھایا ــــ زینبؑ نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور سکون سے قدم دھرنے لگیں ــــ عباسؑ نے اونٹ پہلے ہی بٹھا دیا تھا ــــ زینبؑ قریب پہنچیں تو عباسؑ نے سوار کرانے میں مدد دینے کے لئے زانو خم کیا ــــ لیکن حسینؑ آگے بڑھ آئے اور عباسؑ سے بولے :

"عباسؑ ۔۔۔! میں زینبؑ کو خود سوار کراؤں گا۔"

عباسؑ نے پیچھے ہٹ کر نعلین تھام لی۔۔۔ حسینؑ نے زانو خم کیا۔۔۔ علی اکبرؑ نے ہاتھ تھاما۔۔۔ قاسمؑ بھی قریب آگئے اور زینبؑ کو محمل خاص میں سوار ہونے میں مدد دی۔۔۔ باقی محملوں میں بھی دیگر خواتین سوار ہوگئیں۔۔۔ جو سب کی سب زینبؑ کی بھتیجیاں، بھانجیاں، بھابھیاں اور دوسری رشتہ دار خواتین تھیں۔ عباسؑ گھوڑے پر سوار ہو کر چاروں طرف سے قافلے کا جائزہ لینے لگے۔۔۔ کہ سب کچھ درست اور صحیح ہے۔۔۔ پیچھے رہ جانے والے رشتہ دار آہوں اور سسکیوں میں ڈوب گئے۔

عبداللہ ابن جعفرؑ، محمد حنیفہ ابن علیؑ، ام البنینؓ، ام المومنین ام سلمیٰؓ، فاطمہ صغریٰ بنت حسینؑ، اور دیگر مرد و خواتین کے لئے قافلے کی روانگی ایک بے حد صبر آزما مرحلہ تھا۔۔۔ بنوہاشم کا فخر۔۔۔ دکھی دلوں کی ڈھارس۔۔۔ مصیبت زدوں کی پناہ گاہ۔۔۔ دین و دنیا کا رہبر امام وقت اور رسول اللہؐ کا پارۂ جگر ان سے جدا ہو رہا تھا۔۔۔ ہواؤں میں سسکیوں کی آواز تھی۔۔۔ ہر شے پر گہری اداسی اور محرومی کی ایک دبیز تہہ جمتی چلی جارہی تھی۔۔۔ آنکھوں میں اشکوں کی روانی تھی۔۔۔ حسینؑ سے جدائی اور ان کی دشواریوں کے احساس سے دل خون کے آنسو رو رہے تھے۔

قافلہ وداع ہونے لگا تو عبداللہ ابن جعفرؑ زینبؑ کے محمل کے

نزدیک آئے اور انہیں مخاطب کیا :

"بنت عم ـــ! حسینؑ میرے چچا کی یادگار ہی نہیں نواسۂ رسولؐ ـــ امام وقت اور ہمارے سید و سردار ہیں ـــ میں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ ان کے لئے امان نامہ حاصل کرلوں ـــ آپ خدا کی امان میں سدھاریئے ـــ میں آپ کے پیچھے پیچھے امان نامہ لے کر پہنچتا ہوں۔ خدا کی قسم ـــ! میں ایک لمحے کے لئے بھی گوارا نہیں کرتا کہ حسینؑ کو کوئی اذیت پہنچے یا انہیں کوئی خطرہ درپیش ہو۔"

اونٹوں کے گلوں میں بندھی ہوئی گھنٹیاں بجیں ـــ محملوں میں حرکت پیدا ہوئی ـــ عزیزوں اور پیاروں کے لبوں سے حرف دعاؐ ابھرے ـــ آنکھوں میں اشکوں کی روانی بڑھ گئی اور قافلہ روانہ ہوگیا ـــ آماوس کی دبیز تاریکی میں ڈوبا ہوا ناناؐ کا روضہ، ماں اور بھائی کی قبریں ـــ ناناؐ کی مسجد ـــ اپنا گھر ـــ اپنا محلّہ ـــ مدینے کی گلیاں اور سبھی کچھ ہولے ہولے پیچھے ہٹتا گیا اور مفارقت سے بوجھل دل میں اپنوں کی یادیں ـــ قرابت کے رشتوں کی دل کھینچ لینے والی کشش اور بچھڑ جانے والی محبتوں کی مہک ساتھ ساتھ چلنے لگی ـــ زینبؑ نانا رسول اللہؐ کی ہجرت کو ذہن میں دوہراتے ہوئے مکہ کی سمت روانہ ہوگئیں ـــ

حسینؑ کی پرسوز صدا اداسیوں میں گھرے ہوئے رنجور دلوں کی

ڈھارس بنی ہوئی تھی ـــ جو ان آیات قرآنی کی تلاوت فرما رہے تھے ـــ جن میں پیغمبر خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے ـــ جب وہ فرعون کے ظلم و تعدی سے بیزار ہو کر مصر سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے :

"اے پالنے والے مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما دے۔"

محملوں کے پردے ہلتے تھے تو زینبؑ حسینؑ کے گھوڑے کو اپنے محمل کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دیکھتی تھیں ـــ علی اکبرؑ ، قاسم بن حسنؑ ، عونؑ و محمدؑ ، مسلم ابن عقیلؑ اور دوسرے نوجوان وقفے وقفے سے خبر لیتے تھے ـــ عباسؑ کا سب سے بلند دو رکابہ گھوڑا اپنی مخصوص چال سے پہچانا جاتا تھا تو زینبؑ محبت بھری نگاہوں سے اپنے شجاعوں کے شجاع بھائی بنوہاشم کے چاند عباسؑ کو دیکھ کر فخر محسوس کرتی تھیں ـــ جو احتراماً محمل سے کئی قدم کے فاصلے پر رہتے تھے ـــ لیکن بھتیجوں اور بھانجوں کے ذریعے پیغام بھجواتے رہتے تھے کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ـــ؟ کوئی تنگی یا پریشانی تو نہیں ـــ؟ اگر حکم ہو تو قافلے کو آرام کی غرض سے ٹھہرا لیا جائے ـــ؟

سفر کی ضرورتوں کے مطابق حسینؑ اسباب خورد و نوش وافر مقدار میں ہمراہ لے کر چلے تھے ـــ خواتین کی طبع نازک کا ہر آن خیال رکھا جا رہا تھا ـــ بچوں کی دلداری بھی ہو رہی تھی ـــ اور راستہ وہی اختیار کیا

گیا تھا جو شاہراہ عام تھا۔۔۔ تاکہ حکومت وقت یہ خیال نہ کرے کہ حسینؑ کسی خفیہ مہم پر روانہ ہو رہے ہیں۔۔۔ نماز کے لئے قافلہ ٹھہرایا جاتا۔۔۔ صحراؤں میں اذان کی روح پرور صدائیں گونجتی تھیں اور نماز کے لئے صفیں آراستہ ہوتیں تو حسینؑ کی امامت میں نماز کا ایمان افروز منظر قلب کو تازگی اور روح کو بالیدگی عطا کرتا۔

خواتین میں زینبؑ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔۔۔ حسینؑ ہر اہم واقعے سے انہیں آگاہ کرتے اور ہر اہم موقعے پر ان ہی سے مشورہ کرتے۔۔۔ ان کی بہنیں، بھابھیاں، نوجوان اور بچے سب ہی ان کا احترام کرتے تھے اور سفر کے پر صعوبت لمحوں میں ان کی محبت اور دیکھ بھال میں تحفظ کا نرم گرم احساس پاتے تھے۔۔۔ قافلہ ہجرت کے راستوں پر رواں دواں تھا۔۔۔ ویسے ہی بلند مقاصد کو نگاہ میں رکھے ہوئے جیسے ارفع و اعلیٰ مقاصد کی خاطر رسول اللہؐ نے اپنا آبائی شہر چھوڑا تھا۔

زینبؑ، حسینؑ کے فیصلوں میں دل و جان سے شریک تھیں اور اپنے دل میں اس عزم کو پھلتے پھولتے ہوئے محسوس کر رہی تھیں جو نانا رسول اللہؐ، بابا علیؑ مرتضیٰ اور ماں فاطمہؑ نے بچپن کے بالے دنوں میں ہی ان کے حوالے کر دیا تھا۔۔۔ جو ان کے ساتھ ساتھ پل کر جوان اور توانا ہوا تھا اور ان کے وجود میں لہو بن کر دوڑتا تھا۔

زینبؑ نے اپنا آبائی شہر مدینہ نم پلکوں کے ساتھ چھوڑا تھا۔ شوہر کے گھر اور بیٹیوں کی جدائی بخوشی قبول کرلی تھی۔ مگر دل میں کوئی ملال تک نہیں تھا۔ وہ اپنے پورے جذبوں کے ساتھ حسینؑ کے ہمراہ وہ وعدہ نبھانے کے لئے پیش قدمی کررہی تھیں جو روز الست ہوا تھا۔

ماہ شعبان ۶۰ھ کی ابتدائی تاریخیں تھیں کہ حسینؑ کا کارواں مکے میں وارد ہوا اور خانوادۂ رسالت کی عصمت مآب بیبیاں پردۂ شب میں اپنے آبائی گھر شعب ابی طالبؑ میں اتریں ـــــ یہ زینبؑ کے دادا ابو طالبؑ کی وہی جائیداد تھی جہاں انہوں نے رسول اللہؐ کی تبلیغ رسالت کے ابتدائی مرحلوں میں قریش کی جانب سے بائیکاٹ کے بعد مقاطعے کے صبر آزما دن گزارے تھے ـــــ بھوک، پیاس اور خوف کی اذیتیں برداشت کرلی تھیں لیکن رسول اللہؐ کو دشمنوں کے حوالے نہیں کیا تھا اور نہ ہی انہیں تبلیغ رسالت سے روکا تھا۔

حسینؑ کے مدینہ چھوڑ دینے کی خبر پہلے ہی مکہ پہنچ گئی تھی ـــــ اہل مکہ بیتابی سے ان کے انتظار میں وقت گزار رہے تھے ـــــ یہ بات ان کے لئے خوشگوار حیرت کا سبب تھی کہ حسینؑ کے ہمراہ تمام اہلبیتؑ بھی تھے اور

حسینؑ کا ارادہ مکے ہی میں رہ جانے کا معلوم ہوتا تھا۔ لوگ حسینؑ سے ملنے۔ ان کی زیارت کرنے کے لئے کھنچے چلے آتے تھے۔ خواتین بھی بہت پرجوش اور مسرور تھیں۔ وہ زینبؑ کے نورانی پیکر میں ام المومنین خدیجۃؑ الکبریٰ اور خاتون جنت فاطمۃ الزہراؑ کی زیارت کرنے کا شرف حاصل کر رہی تھیں۔ ان کے علم اور خیر و برکت کا شہرہ مدینے سے آنے جانے والی خواتین کے ذریعے ان تک پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ اب زینبؑ ان کے درمیان تھیں تو وہ ان کی بارگاہ سے علم و حکمت کے خزانے اور معرفت و آگہی کی دولت سے دامن بھر کر قلبی اور روحانی طور پر مالامال ہونے کی امید لے کر ان کی خدمت میں حاضری دینے لگیں۔

یہ قافلہ امن اہل مکہ کے لئے ایک روحانی مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا۔ سارا دن مشتاقان دید کا ہجوم رہتا لیکن حسینؑ سیاسی گفتگو کرنے سے اجتناب برتتے۔ وہ ایک پرامن شہری کی طرح زندگی کے دن خاموشی سے گزارنے لگے۔ بیبیوں نے بھی روز مرہ کے معمولات کا آغاز کر کے اپنے آبائی مکان کو پرسکون گھر میں بدل دیا۔ وقت بظاہر اطمینان سے گزرنے لگا۔

زینبؑ، حسینؑ کی جانب سے فکر مند رہتیں۔ علی اکبرؑ، مسلمؑ، قاسمؑ، عباسؑ اور دوسرے بھائی اور بھتیجے حالات پر تبصرہ کرتے۔ ملنے کے

لئے آنے والی خواتین کی گفتگو سے بھی ہوا کے رخ کا اندازہ ہوتا — اور خود حسینؑ بھی ہر اہم واقعے اور اچانک تبدیلی سے زینبؑ کو آگاہ کرتے اور ان سے مشورہ لیتے — اکثر شام کو ان کے پاس آ بیٹھتے اور بہت دیر تک محبت بھری گفتگو ہوتی۔

ایک روز حسینؑ گھر میں آئے تو چاند سے روشن چہرے پر کسی گہری سوچ کا عکس واضح تھا۔ زینبؑ بھائی کی مزاج شناس تھیں — انہیں یہ اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی کہ کوئی بات معمول سے ہٹ کر ہے — انہوں نے بڑے لگاؤ سے پوچھا:

"میری جان آپ پر فدا ہو حسینؑ بھائی —! میں آپ کو کسی سوچ میں مستغرق پا رہی ہوں — کہئے خیریت تو ہے؟"

"ہاں زینبؑ بہن —! ابھی تک تو خیریت ہی ہے — میں نے تم سے تذکرہ کیا تھا نا کہ کوفے سے پیغامات آ رہے ہیں۔"

"آپ نے بتایا تھا کہ اہل کوفہ خط پر خط بھیج رہے ہیں، وہ دونوں خرجیاں میں نے ہی تو سنبھال کر رکھی ہوئی ہیں جن میں ان کے خطوط بھرے ہوئے ہیں۔" زینبؑ نے کہا۔

"انہوں نے پچپن (۵۵) عرضداشتیں بھیجی ہیں — سات قاصد آ چکے ہیں — خطوط ایک سو پچاس سے کچھ زیادہ ہی ہیں اور یہ سب خطوط

ان کے اکابرین کی طرف سے ہیں ــــ جن پر سینکڑوں لوگوں کے دستخط ہیں ــــ ہر خط میں وہ یہی لکھتے ہیں کہ انہیں ہماری رہنمائی کی ضرورت ہے ــــ ان کا کوئی امام نہیں جو انہیں ہدایت کرے ــــ آج ہی ہانی ابن ہانی اور سعید بن عبداللہ کچھ اور خطوط لے کر آئے ہیں جن میں اہل کوفہ نے لکھا ہے کہ اگر ہم نے انہیں ایک فاسق و فاجر حاکم کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا اور ان کی رہنمائی نہیں کی تو اس کی ذمہ داری ہم پر ہوگی اور وہ روز قیامت اس سے بری الذمہ ہوں گے۔"

زینبؑ فکرمند ہوگئیں ــــ "بھائی حسینؑ ــــ! اہل کوفہ کے ہاتھوں تو بابا اور بھائی دونوں نے ہی بڑے دکھ اٹھائے ہیں ــــ ان کی بے وفائی تو سبھی جانتے ہیں لیکن اس کا کیا ہو کہ انہوں نے آپ پر حجت قائم کردی ہے ــــ ہدایت کی درخواست کر رہے ہیں اور آپ امام وقت ہیں ــــ امت کی بھلائی اور ہدایت آپ کے فرائض میں سے ہے۔"

"ہاں بہن ــــ! اسی لئے میں نے اہل کوفہ کے نام ایک خط لکھ دیا ہے جو ان قاصدوں کے ہاتھ ان کی جانب روانہ کردوں گا کیونکہ ان کے اس قدر اصرار کے جواب میں خاموشی قابل گرفت ہوگی۔"

انہوں نے عباسؑ کو پکارا ــــ "بھائی عباسؑ ــــ! وہ خط تو لے کر آؤ جو اہل کوفہ کو بھیجا جانے والا ہے ــــ تاکہ زینبؑ بھی اس کے مندرجات

سے آگاہ ہو جائیں۔"

عباسؑ خط لے آئے تو حسینؑ نے نفس مضمون پڑھا:

"اے اہل کوفہ ــــ!

"جو کچھ تم نے لکھا ہے میں نے غور سے پڑھا اور سمجھا ہے ــــ تم میں سے اکثر کا یہ قول ہے کہ ہمارے سروں پر کوئی امام نہیں ــــ آپ آیئے! شاید خدا ہمیں آپ کی بدولت حق پر مجتمع کر دے ــــ لہذا میں تمہاری جانب اپنے بھائی، چچا کے بیٹے اور مخصوص معتمد کو روانہ کرتا ہوں اور انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ مجھ کو تمہاری جماعت اور حالات کے متعلق اطلاع دیں ــــ اگر انہوں نے اطلاع دی کہ تمہاری جماعت اس امر پر جسے تم نے اپنے خطوط میں ظاہر کیا ہے، متفق ہے تو میں عنقریب تمہاری طرف آرہا ہوں ــــ

واضح رہے کہ امام کے معنی اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ وہ کتاب الٰہی پر عامل، عدالت کا پابند، حق کا تابع اور اپنی ذات کو خدا کی مرضی پر وقف کئے ہوئے ہو۔"

"بے شک آپ نے بالکل درست لکھا ہے اور بھائی مسلمؓ کا انتخاب بھی خوب ہے ــــ ان کی شجاعت اور تدبر دونوں ہی بے مثال ہیں۔" زینبؓ نے ستائشی لہجے میں تائید کی۔

"خط کے ساتھ میں ان قاصدوں کو مسلمؓ کے آگے روانہ کروں گا تاکہ اہل کوفہ کو اطلاع ہو جائے کہ مسلمؓ بحیثیت ہمارے سفیر کے ان کے پاس پہنچ رہے ہیں۔ پھر مسلمؓ ہمیں جو اطلاع دیں گے ہم اس کے مطابق ہی فیصلہ کریں گے۔"

مسلم ابن عقیلؑ حسینؑ کے سفیر بن کر کوفہ کی جانب روانہ ہوئے تو ان کے کم سن بیٹے ابراہیمؑ اور محمدؑ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ وہ باپ سے بہت ہلے ملے تھے اس لئے ان کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔۔۔ حسینؑ نے بھی انہیں نہیں روکا تھا کہ مسلمؑ تو سفیر امن بن کر جا رہے تھے۔۔۔ ان کا مقصد شورش و ہنگامہ برپا کرنا نہیں تھا۔

مسلمؑ زینبؑ کی دعائیں لینے اور رخصت ہونے گھر کے اندر آئے تو زینبؑ نے اپنے بہادر بھائی کو بڑی محبت سے دعاؤں کی چھاؤں میں الوداع کہا اور اپنی چھوٹی بہن رقیہ بنت علیؑ کے لئے ڈھارس بنی رہیں جو شوہر اور دو بچوں کی جدائی کو ہمت اور حوصلے سے جھیل رہی تھیں۔

پیغامات کی ترسیل کچھ اتنی سہل نہیں تھی کہ جلد تر مسلمؑ کی خیریت کے بارے میں کوئی اطلاع مل جاتی لیکن پھر بھی ہر لمحے کے ساتھ

یہ آس بندھی ہوئی تھی کہ شاید کوئی ایسا قافلہ یا مسافر مکے میں اترے جس نے راہ میں مسلمؑ کو دیکھا ہو ان سے ملاقات کی ہو اور ان کی خیریت کے بارے میں جانتا ہو، ذہن اور دھیان مسلمؑ کی جانب ہی لگا رہتا تھا۔

زینبؑ خود کوفے کا سفر کر چکی تھیں ــــ انہیں راہ کی صعوبتوں اور مشکلات کا اندازہ تھا ــــ مسلمؑ چچازاد ہی نہیں بہن کا سہاگ بھی تھے ــــ ان کے ہمراہ معصوم تروتازہ پھول تھے ــــ جن کے لئے بہن کی تڑپتی مامتا کی کسک وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں بھی محسوس کرتی تھیں لیکن ان کے لئے ہمت اور حوصلے کا سبب تھیں ــــ وہ اپنی توجہ اور دیکھ بھال سے ان کی تسکین خاطر کا باعث تھیں۔

ایام حج نزدیک آگئے تھے ــــ مسلمان دور دور سے مکے کی سمت روانہ ہو چکے تھے ــــ کوئی نہ کوئی قافلہ مکے کے قرب و جوار میں اترتا ہی رہتا تھا ــــ جگہ جگہ حاجیوں نے پڑاؤ ڈالنے شروع کر دیئے تھے ــــ مکے کے اطراف و جوانب میں ہجوم بڑھتا جا رہا تھا ــــ ان ہی دنوں مسلمؑ کا خط ملا جو انہوں نے بارہ ۱۲ ذیقعدہ کو لکھ کر عابس ابن شبیب شاکری کے ہاتھ بھیجا تھا ــــ اس کے حسینؑ تک پہنچتے پہنچتے ذوالحجہ کا مہینہ آن لگا تھا ــــ مسلمؑ نے کوفہ کے حالات پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے حسینؑ کو کوفہ آجانے کے بارے میں لکھا تھا۔

سب کا خیال تھا کہ حج میں کچھ ہی روز باقی ہیں۔۔۔ حسینؑ حج کر کے ہی روانہ ہوں گے لیکن حج سے کچھ روز پہلے حسینؑ نے عباسؑ اور علی اکبرؑ کو سامان سفر تیار کرنے کو کہا اور اس کی خبر زینبؑ کو بھی دی۔۔۔ زینبؑ نے تشویش آمیز لہجے میں پوچھا: "حسینؑ بھائی! حج کے موسم میں سامان سفر؟ کیا آپ کا ارادہ حج بیت اللہ بجالانے کا نہیں ہے؟"

"ہاں زینبؑ!" حسینؑ بولے۔ "ہم احرام توڑ کر حج کو عمرے سے بدلیں گے اور آٹھ ذوالحجہ کو انشاء اللہ مکے سے روانہ ہو جائیں گے۔"

"کیا یہاں آپ کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔" زینبؑ بھی معاملے کی نزاکت کو بھانپ گئیں۔

"بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔۔۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ حکومت نے حاجیوں کے بھیس میں کچھ لوگوں کو مامور کیا ہے کہ وہ موقع پاتے ہی مجھ پر وار کر دیں۔"

"خدائے قدیر ان کے باطل ارادوں کو فسخ کرے۔" زینبؑ نے دل تھام کر بے ساختہ کہا۔

"عبداللہ ابن عباسؓ، ابو سعید خدریؓ، عبدالرحمنؓ اور ابن زبیرؓ وغیرہ تو اصرار کر رہے ہیں کہ ہم مکہ چھوڑ کر نہ جائیں۔۔۔ لیکن میں نے ان پر واضح کر دیا ہے کہ میں خانۂ خدا کے احترام کو ہرگز زائل نہیں کرنا چاہتا۔۔۔

خدا کی قسم ــــ! میں ایک بالشت بھر مکے کی حدود کے باہر قتل کیا جاؤں مجھے زیادہ پسند ہے ـــ اس کی نسبت کہ ایک بالشت مکہ کی حدود کے اندر مارا جاؤں اور خدا کی قسم اگر میں کسی جانور کے سوراخ میں جاکر رہوں تو بھی یہ لوگ مجھے وہاں سے باہر لے آئیں گے ـــ یہاں تک کہ جیسا چاہتے ہیں میرے ساتھ سلوک کریں ـــ یہ مجھ پر اسی طرح ظلم و زیادتی کریں گے ـــ جس طرح یہود نے روز شنبہ کے بارے میں ظلم و زیادتی سے کام لیا تھا۔"

زینبؑ یہ سن کر تڑپ گئیں ـــ آنسو ان کے رخساروں پر بہہ نکلے ـــ : "نیرنگیٔ دوراں ہے کہ پچیس ۲۵ حج پاپیادہ کرنے والا نواسۂ رسولؐ حج کے موسم میں مکہ سے کوچ کرنے پر مجبور کردیا گیا ہے۔"

"دل میلا نہ کرو میری بہن" ـــ حسینؑ نے رسان سے کہا۔ "ہم نے ناناؐ کا شہر چھوڑا تھا تو اللہ کے لئے، اب حج کو عمرے سے بدل کر مکہ سے کوچ کریں گے تو اللہ کی خاطر، اس کے دین کی بقا کے لئے اور ہجرت تو ہمارا ورثہ ہے ـــ ہم نانا رسول اللہؐ کی تاسی میں ایک بار پھر ہجرت اختیار کریں گے ـــ صرف اللہ کی خاطر، اسی کی راہ میں۔"

"بیشک ہمارا مرنا، ہمارا جینا، سب کچھ اللہ ہی کیلئے ہے" ـــ زینبؑ نے سر نیاز جھکایا اور حج کے زمانے میں مکہ سے ہجرت کرنے کا فیصلہ ہوگیا ـــ

روانگی کی تیاریاں ہونے لگیں ۔۔۔ یہ خبر مکے میں عام ہوگئی کہ نواسۂ رسولؐ احرام توڑ کر حج کو عمرے سے بدل رہے ہیں تاکہ ایام حج سے پہلے پہلے مکہ سے کوچ کر جائیں۔ مکے کی خواتین یہ سن کر بہت دل برداشتہ ہوئیں اور افتاں و خیزاں زینبؑ کی خدمت میں چلی آئیں تو دل غم سے بھاری تھے ۔۔۔ آنکھوں میں آنسو بھر بھر آتے تھے ۔۔۔ وہ اپنے قلبی جذبات کا اظہار کرتیں اور کف افسوس ملتی تھیں کہ ان کے شہر سے خیر و برکت اور شمع ہدایت رخصت ہونے کو تھی ۔۔۔ وہ زینبؑ کی منت سماجت کرنے لگیں، خدا اور رسولؐ کے واسطے دینے لگیں کہ وہ حسینؑ سے کہیں کہ وہ اپنا فیصلہ تبدیل کرلیں اور مکے میں ہی رہ جائیں۔

زینبؑ نے ایک ایک کو تسلی دی، سمجھایا بجھایا، ان کے اظہار ہمدردی کے لئے ان کا شکریہ ادا کیا ۔۔۔ ان کے جذبۂ محبت کی ستائش کی، انہیں وقت کے تقاضے اور حالات کی مصلحت سے آگاہ کیا اور اپنا مقصد چند لفظوں میں بیان کردیا ۔۔۔ "ہم اہلبیت رسولؐ، اللہ کی رضا میں راضی ہیں ۔۔۔ ناناؐ کے دین کی بقا کی خاطر ہم ہر آزمائش سے بخوشی گزریں گے اور خدا کا شکر بجالائیں گے کہ اس نے ہمیں اس فریضے کی ادائیگی کے لئے منتخب کیا ہے۔"

روانگی میں آخری روز باقی تھا کہ کسی نے بتایا کہ مدینے سے

عبداللہؑ ابن جعفرؓ کا قاصد کوئی ضروری پیغام لے کر آیا ہے، زینبؑ نے سنا تو بیتاب ہو گئیں۔۔۔ انہیں یاد تھا کہ چلتے ہوئے بھی عبداللہؑ نے کہا تھا کہ وہ حاکم سے حسینؑ کے لئے امان نامہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔۔۔ کیا خبر وہ اپنے اس ارادے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔۔۔ یقیناً اس سے بڑھ کر ضروری پیغام اور کیا ہو سکتا تھا۔

یہی سوچ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور کسی کنیز سے کہا کہ وہ حسینؑ کو بلا لائے تاکہ حالات سے آگاہی حاصل ہو۔۔۔ کنیز ابھی دروازے پر ہی تھی کہ دیکھا کہ حسینؑ خود ہی چلے آتے ہیں۔۔۔ حسینؑ کا صبح صادق سا نورانی چہرہ دیکھ کر زینبؑ نے دل ہی دل میں ان کی بلائیں لیں، اپنی جگہ پر محبت سے بٹھایا اور بولیں: "سنا ہے کہ آپ کے بھائی عبداللہؑ کا قاصد کوئی پیغام لایا ہے؟"

"ہاں۔۔۔! عبداللہؑ نے یہ خط بھیجا ہے، وہ بھی چاہتے ہیں کہ ہم عراق نہ جائیں۔" حسینؑ نے کہا۔

"ذرا پڑھ کر تو سنایئے کہ انہوں نے کیا لکھا ہے؟" زینبؑ نے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

حسینؑ نے خط کھولا، "لو سنو عبداللہؑ لکھتے ہیں:"

"بعد از حمد و صلوٰۃ آپ کو اور تمام اہلبیتؑ کو

سلام قبول ہو ___! مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے کوفہ جانے کی مکمل تیاری کرلی ہے ___ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ اپنے اس عزم و ارادے کو ملتوی فرمادیں کیونکہ یہ مصیبت اور بلاؤں کا راستہ ہے ___ اگر آپ کو شہید کردیا گیا تو زمین کا نور بجھ جائے گا کیونکہ آپ ہی تو اہل ایمان کی امید اور طالبان ہدایت کی آماجگاہ ہیں ___ جانے میں عجلت نہ فرمایئے گا میں خود اس خط کے پیچھے پیچھے آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

حسینؑ نے خط کو بند کیا اور بولے: "عبداللہؓ کی خیر خواہی اور خلوص کی ہم دل سے قدر کرتے ہیں ___ اس میں شک نہیں کہ وہ ہمیں بھائیوں کی طرح عزیز ہیں۔"

"عبداللہؓ نے یہ خط آپ کی خیر خواہی میں لکھا ہے مگر آپ امام وقت ہیں آپ جو بھی فیصلہ کریں گے وہ انہیں دل و جان سے قبول ہوگا۔" زینبؑ نے کہا۔

"ہمارا مکے سے روانہ ہو جانا مقدر ہو چکا ہے ___ ہماری منزل کہیں اور ہے ___ خدا کی مرضی میں ہم اہلبیتؑ کی مرضی ہے ___ ہم اس کے امتحان پر صبر کرتے ہیں اور صابروں کے اجر کو حاصل کرتے ہیں ___

انشاء اللہ! ہم کل مکے کو الوداع کہہ دیں گے۔ اللہ کی تقدیر اگر ہماری خواہش کے مطابق ہوئی تو ہم اس کا شکر ادا کریں گے اور اگر ہمارے مقصد میں سدراہ ہوئی تو انسان کے لئے یہی کیا کم ہے کہ اس کی نیت میں سچائی اور اس کے ضمیر میں پارسائی ہو۔"

---

۸ ذوالحجہ ۶۰ھ مکے میں حج کی تیاریاں عروج پر تھیں اور خانوادۂ رسالتؐ مکے کی سرزمین کو اپنے لئے تنگ پاکر عراق کی سمت روانہ ہو رہا تھا۔ وارثان آیۂ تطہیر کے پردے کے احترام میں تاریکیٔ شب کے پردے کو روانگی کے لئے ترجیح دی گئی تھی۔ آنکھوں میں اشک اور لبوں پر آہیں لئے زینبؑ کی عقیدت مند خواتین انہیں گھیرے عقیدتوں کے نذرانے اور محبتوں کے تحفے پیش کر رہی تھیں۔ زینبؑ تسلی کے لفظ کہہ کر ان سے رخصت ہوئیں تو ان کی آہیں اور ہچکیاں ان کے ساتھ ساتھ تھیں ـــ گھر کی دہلیز سے محمل تک وہ اپنے بھائیوں اور بھتیجوں میں اس طرح گھری ہوئی تھیں کہ کسی کو ان کی جھلک تک نظر نہیں آتی تھی ـــ سوار کرانے کے لئے خود حسینؑ موجود تھے اور عباسؑ گردو پیش پہ نظر رکھے ہوئے تھے۔

حسینؑ کو بھی مکہ کے بہت سے اکابرین رخصت کرنے آئے تھے اور اب بھی اصرار کررہے تھے کہ وہ کوفہ نہ جائیں۔ عبداللہ ابن عباسؓ خاندانی قرابت اور قلبی عقیدت کے سبب کچھ زیادہ اصرار کے ساتھ حسینؑ کو روکنے میں سرگرداں تھے ــــ لیکن حسینؑ کا فیصلہ ذاتی نہیں کائناتی تھا ــــ وہ امام وقت اور رسول اللہؐ کی وراثتوں کے حامل تھے ــــ ان کے اس فیصلے پر دین اسلام کے تحفظ کا دارو مدار تھا ــــ یہ عظیم ذمہ داری حسینؑ کو ہی نباہنی تھی۔

ابن عباسؓ نے اپنی درخواست مسترد ہوتے ہوئے دیکھی تو ایک اور انداز میں اپنے تعلق اور لگاؤ کا اظہار کیا: ”فرزند رسولؐ! سفر بہت دشوار گزار ہے ــــ موسم کی سختیاں اس پر سوا ہیں ــــ اگر آپ کا جانا مقدر ہوچکا ہے تو میری آپ سے درخواست ہے کہ بیبیوں کو ہمراہ نہ لے جائیں ــــ حالات بہت خراب ہیں اور مخدرات عصمت ان دشواریوں کی عادی بھی نہیں ہیں۔“

حسینؑ اس وقت زینبؑ کے محمل کے قریب کھڑے تھے ــــ ابن عباسؓ کی آواز زینبؑ تک بھی پہنچی ــــ انہوں نے پردۂ محمل پر ہاتھ مار کر انہیں متوجہ کیا اور پر وقار لہجے میں بولیں: ”کیوں ابن عباسؓ! کیا آپ بہن کو بھائی سے جدا کرنا چاہتے ہیں؟“

ابن عباسؓ نے احترام سے سر جھکا لیا اور پشیمانی سے معذرت کرتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے اور اس کے بعد کچھ نہیں کہا کہ انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ محض بہن کی فطری محبت نہیں بلکہ اپنے بھائی کے مقصد کے ساتھ ہم آہنگی اور موانست ہے جو زینبؑ گھربار اور ہر شے کو چھوڑ کر حسینؑ کے ساتھ روانہ ہو رہی ہیں۔۔۔ اس میں یقیناً کوئی عظیم اسرار پوشیدہ ہے جو حسینؑ اپنی بہن کو اپنے ساتھ رکھ رہے ہیں۔

عباسؑ نے آکر خبر دی کہ کارواں تیار ہے۔۔۔ حسینؑ نے کوچ کا حکم دیا۔۔۔ عباسؑ نے رکاب تھامی اور حسینؑ سوار ہوگئے۔۔۔ کارواں حرکت میں آیا۔۔۔ حرم خدا، ناناؐ کی جائے ولادت، بزرگوں کے مزار، اپنوں کی محبتیں، عقیدت مندوں کے والہانہ جذبے، رشتوں کی کسک اور وطن کی ہواؤں کی مہک سبھی کچھ پیچھے ہٹتا گیا اور اجنبی فضاؤں، پرخطر راستوں کا دشوار گزار سفر شروع ہوگیا۔۔۔ حسینؑ کی صدا، لحن داؤدیؑ کا گداز لئے دلوں کو گرمانے لگی:

"دنیا کی بے قدری کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔۔۔!
کہ اس دنیا میں یحیٰؑ ابن زکریاؑ پیغمبر خدا کا سر۔۔۔!
قلم ہو کر بنی اسرائیل کے بدکار کے سامنے۔۔۔!
بطور تحفہ پیش کیا گیا۔۔۔!!"

زینبؑ اس موقع پر یحییٰ پیغمبر خداؑ کی شہادت کے اس تذکرے کی گہرائی کا مکمل شعور رکھتی تھیں ــــ حسینؑ کا ایک ایک لفظ آنے والے وقت کے المناک مناظر دکھلا رہا تھا ــــ دل غم کے بوجھ سے جھکا جاتا تھا مگر سر فخر سے بلند تھا ــــ روح میں اعلیٰ و ارفع مقصد کی جانب سفر کے آغاز کی سرشاری تھی ــــ ناناؐ کی پیش گوئی، ماںؑ کی وصیت اور باباؑ کی تاکید کو عملی جامہ پہنانے کی بلند منزلیں مقابل آگئی تھیں۔

اللہ کے مقدس شہر اور حرم پاک سے جدائی پلکوں کو نم آلود کر رہی تھی لیکن دل میں یہ اطمینان تھا کہ مشکلات کا یہ سفر اسی لئے اختیار کیا جارہا ہے کہ حرم محترم کی حفاظت ہو، حدود الٰہی پامال نہ ہوں اور مناسک حج میں ردوبدل کی کسی میں جرأت نہ ہو۔

تازہ دم کارواں نے فاصلہ سبک روی سے طے کیا لیکن ابھی حدود مکہ سے کچھ زیادہ دور نہیں نکلے تھے کہ یکایک اڑتی ہوئی ریت میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اور سپاہیوں کی للکاریں تیزی سے قافلے کا تعاقب کرنے لگیں۔

عباسؑ جو مستعدی سے قافلے کے چاروں جانب گھوڑا دوڑاتے رہتے تھے ــــ حسینؑ کے قریب آئے، علی اکبرؑ بھی ساتھ تھے ــــ دوسرے جوان بھی تلواریں نکال کر جیسے حسینؑ کے حکم کے منتظر تھے ــــ زینبؑ

نے پردۂ محمل سرکا کر دیکھا۔ حسینؑ کی آواز ان تک آئی۔ وہ جوانوں سے کہہ رہے تھے: "معلوم ہوتا ہے کہ ان دستوں کو حاکم مکہ نے ہمیں روکنے کے لئے بھیجا ہے۔ تم لوگ ان سے جاکر پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور انہیں قافلے سے دور روک دو۔ لیکن صبر و تحمل سے کام لینا اور دیکھنا پہل ہماری جانب سے نہ ہو۔"

حسینؑ کے اس فرمان نے نوجوانوں کو جیسے برق تپاں بنا دیا۔ وہ عباسؑ کی قیادت میں گھوڑے دوڑاتے ان فوجی دستوں تک جا پہنچے اور انہیں قافلے سے بہت دور روک لیا۔ عباسؑ کے تیور اور تلوار دیکھ کر انہوں نے واپس لوٹ جانے میں ہی عافیت سمجھی۔ عباسؑ اپنے جوانوں کو لئے ہوئے سرخرو واپس آئے اور بتایا کہ فوجی دستے حاکم مدینہ عمر بن سعید العاص نے اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کی قیادت میں اس لئے بھیجے تھے کہ حسینؑ کو مکہ واپس لے آئیں مگر ان کے ارادے باطل ہوگئے تھے۔

زینبؑ نے محبت اور تفاخر سے اپنے بہادروں کو دیکھا اور ان کی سلامتی کی دعاؤں کے پھول ان کے مقدس لبوں پر کھلتے رہے۔ قافلہ سلامتی سے آگے بڑھتا رہا۔ مختلف سمتوں سے آنے والے مسافروں سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ کچھ حسینؑ کے کارواں کے ساتھ بھی ہو لئے۔ حسینؑ منزل تیغم میں پڑاؤ کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ دور سے اٹھتی ہوئی

ڈھول اور گھوڑوں کی ٹاپیں کسی کی آمد کا پتا دینے لگیں ـــ قافلے کے نگہبان عباسؑ، حسینؑ کی اجازت سے ان کی جانب بڑھے، کچھ نوجوان بھی ساتھ گئے۔

خواتین کے نازک دل دھڑکنے لگے ـــ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اس سفر میں قدم قدم پر مزاحمت کا سامنا ہوگا ـــ فکر و تردد نے لمحوں کو بھاری کردیا ـــ نگاہیں اسی جانب لگی تھیں ـــ جس جانب سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں قافلے کی جانب لپکتی چلی آرہی تھیں اور عباسؑ حفاظت کی سیسہ پلائی دیوار بن کر ان کی راہ روکنے گئے تھے۔

غبار چھٹا تو دیکھا کہ عباسؑ اور دوسرے جوان مسکراتے چہروں کے ساتھ واپس آرہے ہیں ـــ ان کے ہمراہ عبداللہ ابن جعفرؑ بھی اپنے چند غلاموں کے ہمراہ چلے آتے ہیں ـــ مسافری اور غریب الوطنی کے اس صحرا میں سب کو ان کی آمد نسیم سحر کے تروتازہ جھونکوں کی مانند معلوم ہوئی۔ حسینؑ نے آگے بڑھ کر خوش دلی سے استقبال کیا اور انہیں اس جانب لے آئے جہاں اہل حرم کے خیمے لگائے گئے تھے۔

زینبؑ نے دیکھا کہ عبداللہؑ بے حد پریشان ہیں ـــ صحت کی خرابی اور آنکھوں کی تکلیف نے انہیں بہت کمزور کردیا ہے ـــ لیکن انہیں سفر کی تھکاوٹ کی کوئی پروا نہیں تھی ـــ اگر فکر تھی تو صرف حسینؑ کی۔

"میں کئی راستے بدل کر یہاں تک پہنچا ہوں — ہر طرف فوج کی نقل و حرکت صاف نظر آتی ہے — حالات بہت خراب ہیں — حکومت کی نیت اچھی معلوم نہیں ہوتی۔" انہوں نے پریشانی سے کہا۔

"بھائی تمہارا یہ خلوص و محبت اس پر آشوب زمانے میں ہمارے لئے بڑی ڈھارس ہے۔" حسینؑ نے ممنون لہجے میں کہا۔

"میں آپ کو لینے آیا ہوں اسی لئے میں نے آپ کو پیغام بھی بھیجا تھا کہ آپ مکے سے روانہ نہ ہوں — بس آپ میرے ہمراہ واپس چلئے — میں نے حاکم مدینہ سے آپ کے لئے امان حاصل کرلی ہے — میں اس کی تحریر بھی اپنے ساتھ لایا ہوں — آپ امام وقت، سرچشمۂ ہدایت اور ہماری آنکھوں کا نور ہیں — اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو دنیا تاریک ہو جائے گی۔" انہوں نے اصرار کیا اور زینبؑ کو بھی سفارش کرنے کے لئے کہا۔

لیکن حسینؑ کا فیصلہ اٹل تھا — انہیں اپنی جان کے عوض ہی تو دین اسلام کو بچانا تھا — وہ اس سے پہلو تہی کس طرح کر سکتے تھے اور زینبؑ، حسینؑ کے سارے فیصلوں میں دل و جان سے شریک تھیں — انہوں نے اشارتاً بھی حسینؑ سے نہیں کہا کہ وہ عبداللہؑ کی بات مان کر لوٹ چلیں — بلکہ عبداللہؑ کی پریشانی اور مایوسی دیکھ کر انہیں تسلی دی اور ان پر واضح کر دیا کہ حسینؑ کا یہ قیام بقائے اسلام کے لئے کس قدر لازمی اور

ضروری ہے۔

عبداللہؑ کی خرابیء صحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حسینؑ نے انہیں سمجھایا کہ وہ واپس مدینہ چلے جائیں۔۔۔ اب عبداللہؑ کے لئے اصرار کرنے کی گنجائش نہیں تھی۔۔۔ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ حسینؑ بحیثیت امام وقت بات کر رہے ہیں۔۔۔ ان کی اطاعت واجب ہے۔۔۔ اسی لئے انہوں نے سر تسلیم جھکایا اور زینبؑ سے بولے: "عونؑ و محمدؑ کو تو بلایئے، میں ان سے رخصت ہو لوں۔"

دونوں بیٹے کھلے ہوئے چہروں کے ساتھ آئے تو عبداللہؑ نے دونوں کے ہاتھ پکڑے اور بولے: "افسوس کہ میری حالت ایسی نہیں کہ میں اپنے بھائی، اپنے سید و سردار کے ہمراہ چل سکوں۔۔۔ میرے یہ دل کے ٹکڑے تمہارے ساتھ ہیں۔۔۔ جد بزرگوار رسول اللہؐ کی حدیث ہے کہ صدقہ مصیبتوں کو ٹالتا ہے۔۔۔ زینبؑ۔۔۔! اگر خدانخواستہ حسینؑ پر کوئی مصیبت آجائے تو ان دونوں میں سے ایک کو اپنی طرف سے اور دوسرے بیٹے کو میری طرف سے حسینؑ پر صدقہ کر دینا۔۔۔ دیکھنا حسینؑ پر کوئی آنچ نہ آئے۔۔۔ انہیں کوئی پریشانی نہ ہو۔"

زینبؑ کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو چھلکے۔۔۔ عونؑ و محمدؑ کے حسین چہروں پر خوشی کی چکاچوند نظر آئی۔۔۔ دونوں پرجوش لہجے میں ایک

ساتھ بولے: "باباجان ــــ! آپ فکر نہ کریں ہمارے ہوتے ہوئے کوئی ماموں جان کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکتا۔"

"مجھے یقین ہے بیٹا۔" عبداللہؑ نے محبت سے ان کی پشت تھپکی۔ "آخر تو تم جعفر طیارؑ کے پوتے اور حیدر کرارؑ کے نواسے ہو، اپنے ماموں کو میری کمی محسوس نہ ہونے دینا۔"

"آپ متردد نہ ہوں عونؑ کے بابا ــــ! بھائی حسینؑ نے آپ کو واپس مدینہ چلے جانے کا حکم دیا ہے تو اس میں یقیناً کوئی مصلحت ہے ــــ عونؑ و محمدؑ یہاں آپ کی نمائندگی کرنے کے لئے موجود ہیں۔" زینبؑ نے تسلی دی۔

"ہاں بنت عم! یہی بات دل کو قدرے سکون دیتی ہے ورنہ میرا دل بہت مضطرب ہے۔ کاش! امت نے حسینؑ کو ان دشوار گزار راستوں کو اختیار کرنے پر مجبور نہ کردیا ہوتا۔ کاش! اہلبیتؑ پر عرصۂ حیات تنگ نہ کردیا جاتا اور حسینؑ کے نور سے ہمارے گھر روشن رہتے ــــ ان کی خیر و برکت ہمیں حاصل رہتی اور ان کی ہدایت کے سرچشمے ہمیشہ جاری و ساری رہتے۔" عبداللہؑ پریشانی سے کف افسوس ملتے ہوئے بولے۔

"کاش ایسا ممکن ہوتا۔" زینبؑ نے آہ سی بھری اور عبداللہؑ کے غمزدہ دل کی ڈھارس کے لئے بولیں: "عبداللہؑ ــــ! بھائی حسینؑ امام وقت

اور نانا رسول اللہؐ کے وارث ہیں ـــ ان کا رتبہ بڑا ہے ـــ ان کی ذمہ داریاں بھی بڑی ہیں ـــ آپ بھی دعا کریں کہ حسینؑ اپنے اس مقصد عظیم میں کامیاب ہوں۔"

وطن میں رہ جانے والی بیٹیوں کے لئے زینبؑ کا پیار لے کر عبداللہؓ پریشان و فکرمند واپس پلٹ گئے اور زینبؑ دل میں بیٹیوں سے جدائی کی کسک لئے کاروان حسینی کے ساتھ آگے بڑھ گئیں۔

روان دواں قافلہ کسی بھرے پرے گھر کی طرح سے تھا۔۔۔ محبت، پیار، خلوص اور وفا کے رشتوں سے جڑا ہوا، ایک ہی مقصد، ایک ہی لگن میں گندھا ہوا، اپنی عظیم منزل پر نگاہ جمائے، راہ کی مشکلات اور سفر کی صعوبتوں سے بے نیاز سبک خرامی سے بڑھتا چلا جارہا تھا۔ حسینؑ سالار کارواں تھے تو زینبؑ سربراہ خاندان۔ دونوں ہی کارواں کے ہر فرد کا خیال رکھ رہے تھے۔۔۔ ہر ایک کی دلداری کر رہے تھے۔۔۔ مسافری اور غریب الوطنی کی کڑی منزلوں کو اپنی محبت و شفقت، اپنے التفات و توجہ سے سہل بنا رہے تھے۔

منزل خزیمیہ میں رات کو قیام ہوا، خیام لگا دیئے گئے۔۔۔ کھانے پینے کا کچھ بندوبست کیا گیا۔۔۔ چھوٹے بچوں کو مائیں بہلا کر سلانے لگیں۔۔۔ زینبؑ سب کو دیکھنے بھالنے، سب کی خبر گیری کرنے اور رات کے کچھ

حصے میں عبادت و ریاضت کی شمعیں جلانے کے بعد ذرا دیر کو کمر سیدھی کرنے کو لیٹ گئیں۔

صحرا کی رات میں مسافتوں کی تھکن، حالات کا تکدر اور کڑی آزمائشوں میں سرخرو ہونے کی لگن کہاں سونے دیتی تھی۔ کروٹیں بدلتے، خوشحالی کے ان شاداب زمانوں کو یاد کرتے جب بابا کی عملداری میں کوفہ کا سفر کیا تھا، کچھ دیر کو زینبؑ کی آنکھ لگ گئی۔

نماز شب کے سرور انگیز لمحوں نے زینبؑ کو اشتیاق سے بیدار کیا۔۔۔ وہ حسب عادت نماز کے لئے اٹھیں تو اچانک صحرا کی خاموش فضاؤں میں ایک غیبی صدا چہار جانب یوں گونج اٹھی جیسے رات کے پچھلے پہر کی خنک ہوائیں ان لفظوں کو اپنے ساتھ ساتھ اٹھائے پھرتی ہوں۔ زینبؑ چونک کر اس صدائے غیبی کی جانب متوجہ ہوئیں اور غور سے اس دل گداختہ پیام کو سننے لگیں جو روح میں ایک دل خراش بین بن کر اترتی چلی جارہی تھی:

"اے میری آنکھ! تو آنسوؤں سے خوب بھر جا،
شہیدان راہ حق پر تیرے سوا کون روئے گا؟
وہ ۔۔۔ جن کو شوق شہادت کشاں کشاں اس منزل کی جانب
لئے جارہا ہے،

جو وعدہ پورا کرنے کی جگہ ہے"___!!

یہ پرسوز لفظ نشتر کی طرح زینبؑ کے غمزدہ دل میں پیوست ہوگئے۔ آنے والے وقت کے ادراک نے ان کی آنکھوں کو گرم آنسوؤں سے بھر دیا۔ اپنی ذمہ داریوں کا شعور ان کے قلب و نگاہ میں کچھ اور گہرا اتر گیا اور وہ بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ نوافل شب کے لئے خدائے ذوالجلال کے حضور کھڑی ہوئیں جس کی رضا کا حصول ہی ان کا اور ان کے خاندان کا مقصد تھا۔

اسی مقصد کی کامیابی کی دعا کے ساتھ وہ نماز و تعقیبات سے فارغ ہوئیں تو غم و اندوہ سے جھکی جھکی بوجھل قدم رکھتیں حسینؑ کے خیمے کی طرف چلی گئیں جو ہمیشہ ان کے خیمے کے قریب ہی لگایا جاتا تھا۔ دیکھا کہ حسینؑ مصلیٰ عبادت پر اپنے پروردگار سے راز و نیاز میں مصروف ہیں۔ زینبؑ کو عبد و معبود کے دلآویز رابطے میں بندھے ہوئے حسینؑ بے حد پیارے لگے___ وہ ان کے قریب ہی آہستگی سے بیٹھ گئیں اور آنسوؤں کی بلوریں دھند میں سے اس دلکش منظر کو دیکھ دیکھ کر دل میں اتارنے لگیں۔

حسینؑ اس سرمدی کیفیت سے باہر آئے تو انہیں احساس ہوا کہ زینبؑ قریب ہی بیٹھی محبت سے چھلکتی نم آلود نگاہوں سے ان کی جانب تک رہی ہیں۔ حسینؑ سلام کر کے زینبؑ کی اس محویت میں مخل

ہوئے۔۔۔ زینبؑ نے جواب سلام دے کر ان کی سلامتی کی دعا مانگی۔ حسینؑ نے آمد کا سبب دریافت کیا تو زینبؑ اپنی غیر معمولی پریشانی کو چھپاتے ہوئے گویا ہوئیں: "بھائی حسینؑ! میں آج نماز شب کے لئے بیدار ہوئی تو میں نے ہاتف غیبی کی صدا سنی جو منزل شہادت کا پتا دے رہی تھی۔۔۔ اس کا ایک ایک لفظ میرے دل پر کھد گیا ہے۔" زینب نے ہولے ہولے ان اشعار کو دوہرایا۔

حسینؑ نے سر تسلیم جھکایا: "ماں جائی! ہم اللہ کی رضا میں راضی ہیں۔"

"خدائے بزرگ و برتر بھائی مسلمؑ کو اپنی امان میں رکھے۔۔۔ مجھے ان کی طرف سے دھڑکا سا لگا ہوا ہے۔۔۔ دشمنوں کے شہر میں وہ اکیلے ہیں اور معصوم بچوں کا ساتھ ہے۔۔۔ دھیان ہر وقت ان کی طرف ہی لگا رہتا ہے۔" زینبؑ نے دل میں ہلچل مچاتے اندیشوں کو حسینؑ کے خیال سے دل ہی دل میں چھپا لیا۔

حسینؑ نے آسمان کی جانب نگاہ کی: "بہن زینبؑ! ہم آل محمدؐ کے سر ہی نہیں دل بھی اس کی قضا و قدر کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔۔۔ روز الست جو وعدہ ہوا تھا ہم سب کو اسے نبھانا ہے۔"

زینبؑ نے آمنا صدقنا کہہ کر سر جھکا لیا اور اپنے خیمے میں چلی آئیں۔

کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔۔۔ ابھی پڑاؤ اٹھانے کا اعلان نہیں ہوا تھا کہ حسینؑ خواتین کے خیموں کی جانب چلے آئے۔ زینبؑ نے بسم اللہ و مرحبا کہہ کر پذیرائی کی لیکن یہ دیکھ کر ان کا دل بیٹھ سا گیا کہ حسینؑ کا نورانی چہرہ متغیر ہے اور آنکھیں روئی روئی سی لگتی ہیں۔ حسینؑ کی آمد کی اطلاع پاکر دوسری بیبیاں بھی زینبؑ کے خیمے میں چلی آئیں کہ حسینؑ کی زیارت سے مشرف ہوں۔

حسینؑ نے سب پر ایک نگاہ ڈالی اور اپنی بہن رقیہؑ کی گود میں بیٹھی ہوئی ان کی بیٹی عاتکہؑ کو قریب بلایا اور اسے پیار کرتے ہوئے بولے:

"زینبؑ! وہ دُر تو لے کر آنا جو ہم نے یمن سے منگوائے تھے۔"

زینب وہ موتی لے کر آئیں۔۔۔ حسینؑ نے عاتکہ کو گود میں بٹھایا، پیار کیا اور وہ آویزے اپنے ہاتھوں سے بچی کے کانوں میں پہنانے لگے۔

عاتکہؑ نے حسینؑ کو مخاطب کیا: "ماموں جان! آج تو آپ مجھ سے اس طرح پیار کر رہے ہیں جس طرح یتیم بچوں کو پیار کیا جاتا ہے، میرے بابا تو خیریت سے ہیں نا؟"

عاتکہؑ کی اس معصومیت پر بہت دیر سے ضبط کئے ہوئے آنسو حسینؑ کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔۔۔ انہوں نے عاتکہؑ کو سینے سے لگالیا اور اس کے بال چوم کر بولے: "بیٹی! لاریب تمہارے بابا مسلمؑ ہمارے اعتماد

پر پورے اترے ــــ دین مبین کی خاطر غریب الوطنی میں جام شہادت نوش کر کے وہ خدا و رسولؐ کے حضور سرخرو ہو گئے ہیں ــــ ہم تک مسلمؑ کا آخری سلام پہنچ گیا تھا جو انہوں نے اس وقت ہواؤں کے حوالے کیا تھا جب انہیں کوفہ کے دارالامارہ کی چھت پر شہید کرنے کے لئے لایا گیا تھا ــــ افسوس کہ ان کا سر تن سے اس طرح جدا کیا گیا کہ وہ چھت سے بازار میں آن گرے اور اس کے بعد ان کے جسم کو بھی چھت سے نیچے پھینک دیا گیا اور آج کوفہ کی بے مہر سرزمین کی جانب سے آنے والے مسافروں نے اس کی تصدیق کر دی ہے کہ مسلمؑ شہادت کے بلند درجے پر فائز ہوئے ہیں ان کا سر درِ کوفہ پر آویزاں ہے اور مسلمان ان کی لاش کو بازاروں میں گھسیٹ رہے ہیں۔"

زینبؑ نے مسلمؑ کی زوجہ رقیہؑ کو تھام لیا جو یکایک بیوگی کی دکھوں بھری چادر آپڑنے سے سکتے کی سی کیفیت میں رہ گئی تھیں۔ عاتکہؑ کی سسکیاں دلدوز تھیں ــــ باقی بیبیاں بھی آنسوؤں اور آہوں کے ساتھ مسلمؑ کو یاد کر رہی تھیں ــــ خیمے کی فضا میں جیسے دکھ اور درد کی بارش سی ہو رہی تھی ــــ زینبؑ اپنے آنسو بھول کر چھوٹی بہن کو سنبھال رہی تھیں جو شوہر کی شہادت کے دکھ کے ساتھ اپنے معصوم بیٹوں سے جدائی کا کرب بھی سہہ رہی تھیں ــــ جن کی ممتا ان معصوموں کے لئے تڑپ رہی تھی ــــ جو

باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد اس دشمن شہر میں اکیلے رہ گئے تھے اور نہ جانے کہاں بھٹکتے پھرتے تھے۔

"خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" حسینؑ نے قرآن پاک کی مقدس آیت کی تلاوت کی اور بولے: "مسلمؑ ہمارے پہلے شہید ہیں ـــ اللہ ان کے درجات میں اضافہ کرے ـــ شہادت کی یہ راہ ہی ہماری راہ ہے جس سے مسلمؑ سرخرو گزر گئے ہیں۔"

حسینؑ رندھے ہوئے لہجے میں کہہ کر خیمے سے رخصت ہو گئے۔ شاید ان کے لئے دکھ میں ڈوبے ہوئے ان لمحوں کو اور جھیلنا مشکل ہو گیا تھا یا وہ چاہتے تھے کہ عفت و حیا کی پیکر بیبیاں ان کی موجودگی میں کچھ جھجک محسوس نہ کر رہی ہوں اور زینبؑ اس تازہ غم کے ساتھ دوہری آزمائش سے گزرنے لگیں ـــ اپنی آہوں، اپنے آنسوؤں کو ضبط کر کے کبھی کسی کو تسلی دیتیں، کسی کو پیار کرتیں، کسی کو سینے سے لگاتیں، کسی کو حوصلہ دیتیں، کسی کو پانی پلاتیں، کسی کو تھامتی تھیں۔ دل پر گرتے ہوئے گرم آنسوؤں کے کرب کو اندر ہی اندر سہتیں، سینے میں اٹھتے دکھوں کے طوفان کو سہارتیں، وہ آنے والے وقت میں اپنی ذمہ داریوں کو خوب سمجھ رہی تھیں۔

رسول اللہؐ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد امت کا بدلا ہوا

رنگ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔۔۔ ایک ایک لمحے کی اذیت اپنے وجود پر سہی تھی۔۔۔ انہیں اندازہ ہو رہا تھا کہ آزمائش کی گھڑیاں اور امتحان کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جارہا ہے۔۔۔ مسافری کی حالت اور غریب الوطنی کے عالم میں یہ پہلا شدید غم کن دکھوں اور مصیبتوں کا پیش خیمہ ہے۔

دکھ کے اس دلگداز بوجھ کو اٹھائے ہوئے قافلہ پھر روانہ ہوگیا۔ بلند منزلوں کی جانب نئے عزم، سربلندی اور وقار کے ساتھ ـــ ہر نئے دن کی مسافت اپنے ہمراہ کچھ اور صعوبتیں، کچھ نئی کلفتیں اور کچھ دلگداختہ دکھ لے کر آتی تھی ـــ راہ میں ملنے والے مسافروں کی زبانی دشمنوں کی جانب سے دل توڑ دینے والی مایوس کن خبریں برابر مل رہی تھیں۔

کوفے کی طرف جانے والے راستوں کی ناکہ بندی ہوگئی تھی۔ حسینؑ کے قاصد قیس بن مسہر کو کوفہ میں بے دردی سے شہید کردیا گیا تھا اور مسلمؑ کے معصوم بچوں کے بارے میں کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ ان پر کیا گزری تھی؟ مگر یہ اطلاع برابر مل رہی تھی کہ ظالم ابن زیاد کے کارندے انسانیت کو بھول کر مسلمؑ کے کمسن بچوں کو جگہ جگہ تلاش کررہے ہیں۔

زینبؑ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے اہل حرم کے کچھ اور قریب آگئیں۔ ہر ایک کا کچھ اور زیادہ خیال رکھنے لگیں اور حسینؑ کے عزم اور ارادے میں کچھ اور زیادہ پختگی کے ساتھ شریک ہوگئیں۔ وہ لحظہ لحظہ بدلتے حالات کی سنگینی، دشمن کے بڑھتے ہوئے دباؤ اور آنے والی آزمائش کی اہمیت کو پوری طرح سے سمجھ رہی تھیں ـــ جب بھی پڑاؤ ہوتا حسینؑ ان کے خیمے میں آکر ضروری امور سے انہیں باخبر کرتے، ان کی رائے اور مشورہ لیتے اور ان کی دعاؤں اور محبتوں میں بھیگ کر خود کو کچھ اور زیادہ توانا محسوس کرتے۔

ایک روز کہیں پڑاؤ ہوا تو زینبؑ نے حسینؑ سے کہا: "بھائی حسینؑ ـ! آنے جانے والوں سے سن رہے ہیں کہ ابن زیادہ اپنی امداد کے لئے ہر طرف سے قبیلوں کو بلا رہا ہے اس کی فوج اس کے علاوہ ہے ـــ آپ بھی اپنے دوستوں کو پیغام بھیجئے ـــ شاید کوئی آپ کی حمایت پر آمادہ ہو جائے۔"

"ہر طرف ناکہ بندی اس قدر سخت ہے کہ کسی کا ہماری امداد کو آنا تقریباً ناممکن ہو چکا ہے ـــ لیکن میرے بچپن کا ایک دوست ایسا ہے کہ اگر اسے اطلاع ہوتی کہ ہم دشمنوں میں گھر گئے ہیں تو وہ جان پر کھیل کر بھی ہماری امداد کو پہنچتا۔" حسینؑ نے کہا۔

"آپ کہیں حبیب ابن مظاہر اسدیؓ کا تذکرہ تو نہیں کر رہے جو

بچپن میں آپ کے ساتھ سائے کی طرح رہتا تھا۔ جسے آپ کی زیارت کے بغیر چین نہیں آتا تھا۔" زینبؑ کو بھی یاد آگیا۔

حسینؑ نے کہا: "ہاں وہی حبیبؓ میں آج ہی قاصد روانہ کرتا ہوں جو اس تک میرا خط کسی طرح پہنچادے۔"

"خط کے آخر میں یہ بھی لکھ دیجئے گا کہ فاطمہؑ کی بیٹی انہیں سلام کہتی ہے۔" زینبؑ نے اس خیال سے اپنا سلام لکھوایا کہ حبیبؓ کو اندازہ ہو جائے کہ حسینؑ کے ہمراہ ان کے خاندان کی خواتین بھی ہیں۔۔۔ ورنہ شاید حسینؑ یہ نہ لکھ پاتے کہ وہ خانوادۂ رسالتؐ کی عصمت مآب بیبیوں کو بھی ہمراہ لائے ہیں۔

سفر جاری رہا اور قافلہ ذات عراق، بطن الرمہ، حاجر، زرود، ثعلبیہ، زبالہ، بطنِ عقیق اور سراۃ کی منزلوں سے گزرتا شراف کے مقام پر دوپہر کو پہنچا۔ محرم کے چاند کے ساتھ نیا اسلامی سال ۶۱ھ طلوع ہو چکا تھا، یہاں کچھ دیر پڑاؤ ہوا، پانی سے مشکیں اور چھاگلیں بھر لی گئیں تو کوچ کا اعلان ہوا۔

قادسیہ کی منزل ابھی تین میل کے فاصلے پر تھی کہ یکایک تکبیر کی آواز بلند ہوئی۔ ابھی زینبؑ اور دوسری بیبیاں اس پر غور کر ہی رہی تھیں کہ "اللہ اکبر" کی آواز کسی اچھی خبر کی نوید ہے یا اچانک سامنے آجانے والے

دشمن سے نبرد آزمائی کا پیش خیمہ ہے کہ قافلے نے راستہ بدل لیا، رفتار میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو گیا، یہاں تک کہ ایک پہاڑی کے قریب قافلہ روک دیا گیا۔ اونٹ بٹھا دیئے گئے اور خیمے لگائے جانے لگے۔

حسینؑ ذرا تیزی سے زینبؑ کے خیمے میں آئے اور بولے:

"دشمن کے سپاہی اس جانب آ رہے ہیں۔ ہم نے راستہ اسی لئے بدل دیا ہے کہ اگر مقابلہ کرنا پڑا تو ذوحسم کا یہ پہاڑ پشت کی جانب سے ہماری پشت پناہی کرے گا۔ تم بچوں کو بہلائے رکھنا اور سب کو تسلی دینا، انشاء اللہ سب خیریت ہو گی۔"

زینبؑ شجاعت کی ایک پوری تاریخ کی وارث تھیں، انہوں نے بغیر کسی پریشانی کے پوچھا: "ان سپاہیوں کی تعداد تو ان کی آوازوں سے کافی زیادہ معلوم ہو رہی ہے۔"

"دور سے تقریباً ایک ہزار کے لگ بھگ معلوم ہوتے ہیں۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی صدا سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے۔" حسینؑ نے بتایا۔

"ہمارے ہاشمی جوان بھی تو کسی سے کم نہیں، ان کی رگوں میں حیدر کرارؑ کا لہو دوڑ رہا ہے۔ اگر دشمنوں نے تعرض کیا تو انہیں خود ہی پتا چل جائیگا کہ ان سے کتنی بڑی غلطی ہوئی ہے" ــــ زینبؑ نے جوش سے کہا۔

"ہماری تو یہی کوشش ہو گی کہ معاملات بات چیت سے طے

پا جائیں کہ پہل یا زیادتی کرنا ہمارا شیوہ نہیں ـــ ہاں اگر وہ صلح کی زبان نہ سمجھے تو ہم بھی پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہیں۔" حسینؑ نے کہا۔

"خدائے بزرگ و برتر آپ کو اپنے ارادوں میں کامیاب کرے اور ہمارے جوانوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔" زینبؑ نے دعا دی۔

تب تک گھوڑوں کی ٹاپوں کی دھمک بہت قریب آگئی۔ حسینؑ اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھ گئے جو تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھے خیموں سے بہت فاصلے پر کھڑے دشمن کے لشکر کو قریب آتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ زینبؑ نے باقی خواتین کو صورتحال سے آگاہ کیا اور خیمے کے پردے کی اوٹ سے جتنا منظر نظر آتا تھا دیکھنے لگیں اور جو جو آوازیں سنائی دیتی تھیں ان کو سن کر اندازہ لگانے لگیں کہ صورت احوال کیا ہے۔ دل کو اطمینان تھا کہ اٹھارہ شیر ایسے بہادر بھائیوں کے ہوتے ہوئے کوئی قافلے کی طرف ٹیڑھی نگاہ سے بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

دشمن کے سپاہیوں کو کافی دور رک جانے کا اشارہ کر دیا گیا تھا۔ وہ گھوڑوں سے اترے تو ان کے ہانپنے کی آوازیں، گھوڑوں کی ہنہناہٹ کے ساتھ مل کر صاف سنائی دینے لگیں۔ صحرائے عرب کی شدید گرمی، آگ برساتا سورج اور سفر، سبھی کچھ انسانوں اور جانوروں کو پیاس سے نڈھال کر دینے کے لئے کافی تھا ـــ ان کی زبانیں منہ سے نکلی ہوئی تھیں اور ان میں

بات کرنے کی بھی سکت نہیں تھی۔ حسینؑ نے ان کے کچھ کہنے کا انتظار بھی نہیں کیا۔۔۔ ان کی پیاس سے تباہ حالت دیکھ کر قافلے کے جوانوں کو اشارہ کیا۔۔۔ مشکوں کے منہ کھل گئے۔۔۔ چھاگلیں چھلکنے لگیں۔۔۔ ہاشمی جوان انسانوں کو ہی نہیں جانوروں کو بھی سیراب کرنے لگے۔

زینبؑ کے لئے یہ منظر نیا یا تعجب خیز نہیں تھا۔۔۔ یہ ایثار اور اپنی ضرورتوں پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دینا تو ان کے گھرانے کا شعار تھا۔ صحرا کی سختیوں میں دشمن کے سپاہیوں کیلئے زندگی کی قیمت کے برابر قیمتی شے کو یوں ارزاں کر دینے پر انہیں کوئی فکر یا تردد نہیں تھا۔۔۔ بلکہ ان کی فکرمندی تو یہ دیکھ کر کچھ کم ہو گئی تھی کہ جنگ و جدل کی نوبت نہیں آئی تھی۔۔۔ معاملات بات چیت سے طے ہو جانے کی فضا پیدا ہو گئی تھی۔

سبھی جوان اور خود حسینؑ بھی دشمن کے لشکر کو پانی پلانے میں مصروف تھے۔ کنیزیں زینبؑ کو تمام حالات سے باخبر کر رہی تھیں۔ انہوں نے آکر بتایا کہ آنے والے فوجی دستے کا سالار حر ابن یزید ریاحی ہے۔۔۔ جسے حصین ابن نمیر نے قافلے کا راستہ روکنے کے لئے بھیجا ہے جو خود قادسیہ کے راستے پر ناکہ لگائے بیٹھا ہے تاکہ حسینؑ کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک سکے۔

جب تک ایک ہزار کے لشکر کی پیاس بجھی ظہر کا وقت ہو گیا۔

حسینؑ کے موذن کی آواز صحرا کی پہنائیوں میں گونجی تو خواتین کے خیموں تک بھی آئی۔ دشمن کے لشکر والوں نے بھی نماز حسینؑ کی اقتداء میں پڑھی کہ دین کے معاملات میں امامت صرف حسینؑ پر ہی سجتی تھی۔

زینبؑ اور دوسری بیبیوں نے بھی نماز ادا کی۔ ابھی تعقیبات نماز جاری تھیں کہ حسینؑ کی پُر تاثیر آواز سنائی دی ــــ سب بیبیاں اس دلپذیر لب و لہجے کی جانب متوجہ ہو گئیں جو رسول اللہؐ اور علیؑ مرتضٰی کے لب و لہجے کی یاد دلا رہا تھا۔

"اے گروہ مردم! میں تمہاری طرف اس وقت تک نہیں آیا جب تک تمہارے خطوط میرے پاس نہیں آگئے کہ آپ ہماری طرف آیئے، ہمارا کوئی امام نہیں، شاید خدا آپ کے ذریعے سے ہمیں ہدایت پر مجتمع کردے ــــ اب اگر تم اپنے ارادے پر قائم ہو تو میں آہی گیا ہوں اور اگر تم میرے آنے سے ناراض ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں واپس چلا جاتا ہوں۔"

حسینؑ کا خطبہ تمام ہوا تو سناٹا چھا گیا ــــ صرف کبھی کبھی گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنائی دیتی تھی ــــ کسی کنیز نے آکر بتایا کہ دشمن کے لشکر کا سالار حر ابن یزید ریاحی بالکل خاموش ہے ــــ اس کی جانب سے کسی

نے بھی کچھ نہیں کہا۔۔۔ حسینؑ اپنے خیمے میں چلے گئے ہیں۔۔۔ باقی سب بھی ان کے ساتھ ان کے خیمے میں گئے ہیں۔ دشمن کے سپاہیوں نے اپنے سردار کے لئے خیمہ لگادیا ہے، جہاں صلاح مشورے ہو رہے ہیں اور باقی سپاہی دھوپ سے بچنے کے لئے اپنے اپنے گھوڑوں کی لگامیں تھامے گھوڑوں کے سائے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

یہ وقت تذبذب اور کشمکش کا تھا۔ دشمن کے سواروں کا ایک ہزار کا دستہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔۔۔ ابھی کچھ واضح نہیں تھا کہ وہ لوگ کس نیت سے آئے ہیں اور آپس میں کیا مشورے کر رہے ہیں۔۔۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔۔۔ نوجوانوں میں سے کسی نے آکر زینبؑ کو اطلاع دی کہ نماز کے بعد روانگی کا فیصلہ ہوا ہے۔۔۔ اس لئے ضروری تیاریاں مکمل رکھیں۔

موذن نے خوش الحانی سے نماز کی دعوت دی تو صف بندی ہوگئی۔ دشمن کے سپاہیوں نے حسینؑ کے پیچھے ہی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد حسینؑ نے انہیں مخاطب کیا اور ایک مختصر سے خطبے کے ذریعے صورتحال کو واضح کیا:

> "اے لوگو! یقیناً ہم اہلبیتؑ امت اسلامیہ کی فرمانروائی کے ان لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں جو آج اس

منصب کے غلط دعوے دار ہیں اور مسلمانوں پر ستم ڈھاتے ہیں ــــ لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرتے ہو، ہمارے حق کا اقرار نہیں کرتے اور اس رائے کے خلاف ہو جو تمہارے خطوط اور قاصدوں کے بیانات سے ظاہر ہو رہی تھی تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔"

حسینؑ کے شفاف لہجے میں بابا اور بھائی کے لہجے کی خوشبو پاکر زینبؑ کی پلکیں بھیگ گئیں ــــ ان کی آنکھوں میں امت کی بے وفائیوں کے سارے منظر پھر گئے ــــ دل میں پھانس سی چبھ گئی ــــ اسی وقت وہ کنیز دوڑی ہوئی آئی جسے زینبؑ نے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا اور بولی: "ثانیٔ زہراؑ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ــــ وہاں تو نقشہ ہی بدل گیا ہے ــــ ابن زیاد کا بھیجا ہوا سردار حر ابن یزید ریاحی تو بالکل ہی مکر گیا ہے کہ کوفہ والوں نے مولا حسینؑ کو خط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت دی ہے وہ کہنے لگا کہ اس کے علم میں ایسے کوئی خط نہیں۔"

"پھر؟" زینبؑ نے پوچھا۔

"پھر مولا حسینؑ نے عقبہ ابن سمعان سے کہا کہ وہ خطوط لے کر آئیں ــــ وہ خیمے سے جاکر خطوط سے بھری ہوئی دونوں خورجیاں لے آئے، اور حر کے سامنے الٹ کر خطوط کا ڈھیر لگادیا ــــ وہ حیران ہو کر

خطوط کو دیکھنے لگا اور بولا: "ہم نے تو آپ کو یہ خط نہیں لکھے۔۔۔ اس لئے ہم ان کے لئے جوابدہ نہیں ہیں۔۔۔ ہمیں تو حاکم ابن زیاد کی طرف سے حکم ملا ہے کہ آپ کو اس کے حضور پیش کیا جائے۔" کنیز نے اس کے لہجے کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔

اللہ رکھے مولا حسینؑ اتنے غضبناک ہوئے کہ ان کی آواز بلند ہوگئی وہ یہ کہہ کر اٹھ گئے کہ "تمہاری موت اس سے زیادہ قریب تر ثابت ہوگی کہ تم مجھے ابن زیاد کے سامنے پیش کرو۔"

زینبؑ پریشان ہوگئیں: "بھائی حسینؑ اب کہاں ہیں؟"

کنیز ابھی کوئی جواب دینے ہی والی تھی کہ حسینؑ کے خطبہ دینے کی آواز سنائی دینے لگی۔ زینبؑ نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور غور سے سننے لگیں۔ حسینؑ کا ایک ایک لفظ واضح اور آہنی عزم سے تنا ہوا تھا۔۔۔ حسینؑ دشمن کے سپاہیوں سے نہیں اپنے ساتھیوں سے مخاطب تھے۔۔۔ حالات کا رخ دیکھتے ہوئے وہ اپنے مقصد کو کھول کر بیان کر رہے تھے تاکہ دلوں سے شکوک و شبہات دور ہو جائیں۔

"صورتحال جو درپیش ہے وہ تم دیکھ ہی رہے
ہو، یقیناً دنیا کا رنگ بدل گیا ہے اور اس کی نیکی رخصت
ہوگئی ہے۔۔۔ حق پر عمل نہیں ہوتا اور باطل سے

علیحدگی اختیار نہیں کی جاتی ــــ اس صورت میں مومن
یقیناً خدا سے ملاقات کا آرزومند ہوتا ہے ــــ میرے
نزدیک تو موت کی صورت میں شہادت کی سی نعمت
ہے اور زندہ رہنا ان ظالموں کے درمیان وبال جان
ہے۔"

حسینؑ کا خطاب ختم ہوگیا تھا اور ان کے ساتھی سچے لہجوں میں اپنی وفاداریوں کا برملا اظہار کر رہے تھے۔

زہیر قینؓ کی آواز گونجی: "فرزند رسولؐ! ہم آپ کا ساتھ دینے کو دنیا میں ہمیشہ قیام کرنے پر ترجیح دیتے ہیں۔"

نافع ابن ہلال جملیؓ نے نعرہ بلند کیا: "مولاؑ! بسم اللہ، لے چلیے ہمیں خیر و سلامتی کے ساتھ ــــ! چاہے مشرق کی طرف یا مغرب کی جانب، بخدا ــــ! ہم موالات و محبت رکھتے ہیں ــــ اس شخص سے جو آپ کے ساتھ موالات و محبت رکھے اور دشمن ہیں اس کے جو آپ سے دشمنی رکھے۔"

بریر ابن خضیر ہمدانیؓ نے اپنے پرجوش لفظوں میں ہر ایک کے دل کی ترجمانی کردی: "خدا کی قسم اے فرزند رسولؐ! یہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے ہم کو موقع دیا ہے کہ آپ کی نصرت میں ہمارے اعضا و جوارح

قطع کیے جائیں ـــ یہاں تک کہ آپ کے جد بزرگوارؐ روز قیامت ہماری شفاعت فرمائیں کیونکہ وہ جماعت کبھی نجات نہیں پاسکتی جس نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو تہہ تیغ کیا ہو اور وائے ہو ان کے لئے وہ خدا کو کیا منہ دکھائیں گے اور ان کا کیا حال ہوگا اس دن جب وہ آتش جہنم میں نالہ و فریاد کر رہے ہوں گے۔"

اس کے ساتھ ہی کوچ کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ حسینؑ ہاشمی جوانوں کے جھرمٹ میں بیبیوں کے خیموں کی جانب آئے تو حسینؑ کی صدائے جانفزاء سن کر زینبؑ نے خیمے کا پردہ اٹھا کر دیکھا۔ حسینؑ کے دمکتے نورانی چہرے کو دیکھ کر زینبؑ کا دل محبت سے چھلک اٹھا ـــ انکھوں ہی آنکھوں میں بلائیں لیتے ہوئے انہوں نے اپنے سارے تفکرات کو جھٹک کر حسینؑ کی پذیرائی مسکرا کر کی اور بولیں: "میں نے سب سن لیا ہے بھائی ـــ اللہ رکھے ـــ! آپ کے اصحاب کی وفاداریوں نے تو کوفے والوں کی بے وفائی کو یکسر بھلا دیا ہے ـــ ماشاء اللہ یہ خالص جذبوں والے ہی آپ کے بلند مقاصد میں آپ کے ساتھی ہوسکتے ہیں ـــ اللہ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔"

حسینؑ نے کہا: "اس میں ہرگز کوئی شک نہیں زینبؑ کہ میرے اصحاب تو وہ ہیں کہ ان جیسے جانثار نہ نانا رسول اللہؐ کو ملے ہیں نہ بابا علیؑ کو

اور نہ بھائی حسنؑ کو۔۔۔ لیکن پھر بھی ہم تصادم یا خونریزی کو ہر ممکن طریقے سے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔ اسی لئے ہم نے طے کیا ہے کہ واپس چلے جائیں۔۔۔ میں نے حر ابن یزید ریاحی پر بھی یہ واضح کر دیا ہے اور وہ اپنے ساتھوں سے مشورے کر رہا ہے۔"

"آپ امامؑ وقت ہیں بھائی! آپ کا ہر فیصلہ خدائے بزرگ و برتر کی رضا کے حصول میں محدود ہے۔۔۔ ہم دل و جان سے اس کے پابند ہیں۔" زینبؑ نے سچائی سے کہا۔

عباسؑ دوسرے نوجوانوں کے ساتھ مل کر اونٹ بٹھا کر محملیں سنوار چکے تھے۔۔۔ انہوں نے قریب آکر صدا دی کہ محملیں تیار ہیں، اگر اجازت ہو تو بیبیوں کو سوار کروا دیا جائے تاکہ خیمے اکھاڑنے کا کام شروع ہو۔ حسینؑ نے اجازت دی اور زینبؑ کو خود عزت و احترام سے سوار کرایا۔

نوجوانوں نے جلد جلد خیمے اکھاڑے۔۔۔ اونٹوں پر بار کئے۔۔۔ قافلے کی ترتیب کو درست کیا۔۔۔ سمت کا تعین ہوا۔۔۔ زینبؑ کے لبوں پر سفر اور خیر و برکت کی دعائیں جاری ہوئیں۔۔۔ محملوں میں حرکت ہوئی اور اونٹ قدم اٹھانے لگے کہ یکایک ایک شور بلند ہوا۔۔۔ یوں لگا جیسے کوئی ہنگامہ سا ہو گیا ہو، پھر حسینؑ کی غیظ و غضب میں ڈوبی ہوئی آواز معمول سے زیادہ بلند سنائی دی:

"تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے ــــ تیرا کیا ارادہ ہے" ــــ؟

زینبؑ نے گھبرا کر محمل کا پردہ ذرا سا سرکا کر دیکھا ــــ دشمن کا سالار حر، حسینؑ کے گھوڑے کی لگام میں ہاتھ ڈال کر کہہ رہا تھا: "اگر آپ کے سوا کسی اور نے میری ماں کا نام لیا ہوتا تو میں بھی اسے ویسا ہی جواب دیتا لیکن آپ کی والدہ گرامی کا نام تو میں سوا درود و سلام کے لے ہی نہیں سکتا۔"

نوجوانوں نے تلواریں بے نیام کرلیں اور پھر کر حر کی طرف دیکھنے لگے ــــ لیکن حسینؑ کے پاس ادب سے آگے نہیں بڑھے ــــ صرف حسینؑ نے ہی پھر حر سے سوال کیا: "بتا تو کیا چاہتا ہے؟"

"مجھے حاکم کوفہ ابن زیاد نے حکم دیا ہے کہ آپ کو جہاں پاؤں گرفتار کر کے اس کے پاس لے جاؤں۔" وہ بولا۔

"بخدا! تو ایسا نہیں کرسکتا۔" حسینؑ نے قطعی لہجے میں سختی سے کہا۔

عباسؑ اور علی اکبرؑ شدت غضب سے لرزتے بے ساختہ ایک ایک قدم آگے بڑھ آئے ــــ ان کے ساتھ دوسرے ہاشمی جوان تلواریں سونتے ہونٹ چباتے نظر آئے ــــ حر نے جوانوں کے تیور دیکھے ــــ حسینؑ کے اصحابؓ کی آنکھوں میں اترے ہوئے خون کو دیکھا تو ایک درمیانی راہ نکالی:

"تو پھر آپ کوئی ایسی راہ اختیار کرلیں جو نہ کوفہ جاتی ہو نہ مدینہ، جب تک کہ مجھے حاکم کی طرف سے کوئی تازہ ہدایت موصول نہ ہو جائے۔"

زینبؑ پریشانی سے اپنے جوانوں کی اُبلتی ہوئی شجاعتوں کو دیکھ رہی تھیں ـــ جن پر وہ بمشکل صبر و ضبط کے بند باندھ رہے تھے ـــ لیکن حسینؑ کو کوئی تصادم منظور نہیں تھا ـــ انہوں نے واپسی کا ارادہ ترک کردیا اور قادسیہ اور عذیب کے بائیں سمت ایک راستہ اختیار کرلیا اور حر اپنے لشکر کے ساتھ ایک مناسب فاصلہ رکھ کر حسینؑ کے کارواں کی نگرانی کرتا ہوا چلنے لگا۔

بیضہ، عذیب الھجات، قصر بنی مقاتل کی منزلیں گزری تھیں کہ زینبؑ کی دعائیں رنگ لائیں اور کچھ جانثار حسینؑ کی نصرت کے لئے ان کے قافلے کو تلاش کرتے ہوئے ان کے ساتھ آملے ـــ ان میں ایک سوار ایسا بھی آیا جس کے استقبال کے لئے حسینؑ اپنے ساتھوں کے ساتھ خود آگے بڑھے ـــ جیسے ہی گرد و غبار چھٹا اور اسے حسینؑ کا روشن چہرہ دور ہی سے نظر آیا تو وہ یکدم سواری سے اتر آیا ـــ احترام سے جھکا جھکا آگے بڑھا اور حسینؑ کے قدموں کے قریب زمین کو بوسہ دے کر اشکبار آنکھوں کو قدموں سے ملنے لگا۔

حسینؑ کے ساتھیوں نے تکبیر کی آواز بلند کی۔ زینبؑ جو ہر وقت

حسینؑ کے دھیان میں ہی رہتی تھیں ہر آہٹ، ہر آواز اور ہر بات کا خیال رکھتی تھیں، تکبیر کی اس آواز کو سن کر جان گئیں کہ اس میں مبارزت کی للکار کے بجائے خوشی کا آہنگ ہے، کنیزوں سے بولیں: ”ذرا معلوم تو کرو کہ اس وقت جوانوں نے تکبیر کیوں کہی ہے؟“

کوئی کنیز گئی اور احوال لے کر آئی: ”ثانیٔ زہراؑ! مولا حسینؑ کے بچپن کے دوست حبیب ابن مظاہر اسدیؓ اپنے غلام کے ہمراہ نصرت امامؑ کے لئے تشریف لائے ہیں۔“

”خدائے بزرگ و برتر انہیں جزائے خیر دے۔“ زینبؑ نے اپنے دل میں کچھ اطمینان محسوس کیا اور اپنی بزرگ کنیز سے بولیں: ”اماں فضہؓ! جاکر ہماری جانب سے بھائی حبیبؓ کو سلام کہیئے۔“

فضہؓ مردوں کے خیموں کی جانب آئیں اور حبیبؓ کو سلام پہنچایا تو وہ لمحے بھر کو ساکت سے رہ گئے ــــ پھر عمامہ سر سے اتار کر زمین پر پھینکا ــــ بالوں میں خاک ڈالی اور فرط غم سے اپنا منہ پیٹتے ہوئے چلائے: ”ہائے افسوس! خدایا آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا، سادات پر یہ کیسی مصیبت آگئی ہے ــــ آل محمدؐ اتنے بے یار و مددگار ہوگئے ہیں کہ فاطمہؑ کی عظمتوں والی بیٹی نے مجھ ایسے غلام کو سلام کہلوایا ہے۔“

روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ دوسرے اصحاب نے انہیں سنبھالا

تو وہ ہاتھ جوڑ کر فضہؓ سے بولے : ''اماں! میری آقا زادی کے پاس بڑے ادب سے میرا یہ پیغام لے کر جاؤ کہ حسینؑ کا یہ غلام ان کے بھائی کی نصرت میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔''

قافلہ چلتا رہا۔۔۔ نینوا کی زمین دور سے نظر آئی اور اس کے ساتھ ہی کوفہ کی جانب سے ایک تیز رفتار قاصد پہنچا۔۔۔ اس نے حسینؑ کے قافلے والوں کو سلام تک نہیں کیا اور حر کے پاس جاکر بلند آواز میں کوئی پیغام پڑھ کر سنانے لگا۔ سب کو معلوم تھا کہ حاکم کوفہ ابن زیاد کی طرف سے حر کے لئے کوئی تازہ ہدایت آنے والی ہے۔ لق و دق صحرا میں کوئی ایک فرد بھی آتا تھا تو سب کو خبر ہو جاتی تھی۔۔۔ پھر اس قاصد نے تو سانس بھی نہیں لیا تھا اور بڑے رعب و داب سے حاکم کا پیغام پڑھ کر سنانے لگا تھا۔۔۔ جیسے ہی اس کا خط ختم ہوا حر اسے ہاتھ میں لئے ہوئے حسینؑ کے قافلے کی جانب چلا آیا۔

زینبؑ ایک لمحے کے لئے بھی حسینؑ اور تمام صورتحال سے الگ نہیں ہوتی تھیں۔۔۔ انہوں نے فوراً ہی فضہؓ سے کہا: ”اماں! آپ جاکر

دیکھئے تو سہی کہ وہ حسینؑ سے کیا کہنے آیا ہے؟"

فضہؓ جب تک نہیں لوٹیں زینبؑ بے چینی سے خیمے میں ٹہلتی رہیں، باربار بے کلی سے خیمے کا پردہ اٹھا کر دیکھتی تھیں ــــ کافی دیر کے بعد فضہؓ ہانپتی کانپتی پریشان حال واپس ہوئیں اور رندھی ہوئی آواز میں بولیں:

"ثانیٔ زہراؑ! یہ کیسا غضب ہے کہ رسول اللہؐ کی امت آل رسولؐ پر ہی عرصۂ حیات تنگ کر رہی ہے ــــ ابن زیاد ملعون نے نیا فرمان جاری کیا ہے ــــ میں اپنے کانوں سے سن کر آرہی ہوں ــــ اس کی ماں اس کے ماتم میں بیٹھے ــــ اس نے لکھا ہے کہ میرا یہ فرمان دیکھتے ہی حسینؑ کو قید کرلو ــــ ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ اور انہیں کسی ایسی جگہ اترنے پر مجبور کردو جہاں نہ پانی ہو نہ کوئی محفوظ مقام۔ یہ قاصد اس وقت تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ جب تک تم میرے اس حکم کی تعمیل نہیں کر لیتے تاکہ آکر مجھے اس کی اطلاع دے۔"

"اس کے منہ میں خاک ــــ! اس نے کیا نواسۂ رسولؐ کو اتنا ہی بے بس اور بے یارو مددگار سمجھ رکھا ہے؟" کسی کنیز نے غصے سے کہا۔

"خدانخواستہ ــــ!! ہمارا حسینؑ کیوں بے یارو مددگار ہوتا ــــ اللہ رکھے ہمارے ہاشمی جوانوں کا پورے عرب میں کوئی ثانی نہیں اور حسینؑ کے اصحابؓ جیسا کون ہے ــــ وہ سب تو حسینؑ کی وجہ سے چپ ہیں لیکن تیور

سنبھالے نہیں سنبھلتے ۔۔۔ حسینؑ ذرا سا اشارہ کریں تو دشمن کے سپاہیوں کی گرد بھی نہیں ملے گی۔" فضہ بولیں۔

"بھائی حسینؑ ایسا نہیں ہونے دیں گے ۔۔۔ وہ اپنے تدبر سے جوانوں کے جذبوں کو تھام لیں گے ۔۔۔ انشاء اللہ وہ کوئی تصادم نہیں ہونے دیں گے ۔۔۔ جنگ کی نوبت نہیں آئے گی۔" زینبؑ نے یقین سے کہا۔

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حسینؑ، علی اکبرؑ اور عباسؑ کے ساتھ خیموں کی جانب آئے ۔۔۔ دلکش نورانی چہرے پر دکھ اور رنج لکھا ہوا تھا ۔۔۔ زینبؑ جلدی سے آگے بڑھیں ۔۔۔ لیکن اس مشترکہ دکھ کے بارے میں کچھ نہیں کہا جو ان کے اپنے قلب حزیں کو پارہ پارہ کر رہا تھا۔ امت کی بے وفائی اور ظلم میں کبھی کوئی فاصلہ نہیں رہا تھا تو اس کا تذکرہ کر کے زخموں کو کیا کریدنا ۔۔۔ انہوں نے تسلی کے لئے حسینؑ کے شانے پر ہاتھ رکھا: "میں قربان جاؤں بھائی! مجھے اماں فضہؓ نے ابن زیاد ملعون کے تازہ فرمان کے بارے میں بتایا ہے ۔۔۔ یہ ہمارے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے ۔۔۔ آپ نے بڑے صبر و تحمل سے کام لے کر جوانوں کو ہمارے ان شیروں کو سنبھالا ہے اور کسی خونریزی کی نوبت نہیں آنے دی ۔۔۔ یہ بہت مناسب بات ہے ۔۔۔ بلاشبہ آپ نے بڑے تدبر سے کام لیا ہے۔"

"میں نے حر سے کہا ہے کہ وہ ہمیں کچھ تو آگے بڑھنے دے تاکہ

ہم پڑاؤ کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کرلیں۔" حسینؑ نے بتایا۔ "ہمارا خیال ہے کہ ہم بائیں جانب مڑ کر دریائے فرات کے قریب خیمے لگائیں گے ــــ پھر دیکھتے ہیں کہ بات کیا رخ اختیار کرتی ہے؟"

"آپ کا فیصلہ سر آنکھوں پر اور ہماری جانب سے کسی تردد کو دل میں جگہ نہ دیجئے گا ــــ آپ کی بہنوں اور بیٹیوں کی رگوں میں بھی حیدر کرارؑ کا لہو دوڑ رہا ہے ــــ سب کے حوصلے بلند ہیں اور سب ان وعدوں کو نبھانے میں آپ کے ساتھ ہیں جو روز الست ہوئے تھے۔" زینبؑ کے لہجے اور آنکھوں میں ایک آہنی عزم و ارادے کی چمک فروزاں تھی جو باقی بیبیوں کے چہروں پر بھی منعکس ہو رہی تھی جو حسینؑ کو دیکھ کر زینبؑ کے خیمے میں جمع ہو گئی تھیں۔

"تو پھر خدائے ذوالجلال کا نام لے کر کوچ کرتے ہیں۔" حسینؑ نے کہا اور ہاشمی نوجوانوں کے ساتھ مل کر سب کو سوار کرایا۔

قافلہ بائیں طرف مڑ کر رواں دواں ہو گیا ــــ زینبؑ اپنے محمل میں حر کے لشکر کی آوازیں سن رہی تھیں ــــ جو قافلے سے کچھ فاصلہ رکھ کر حسینؑ کے ساتھ ساتھ چلتا ان کی نگرانی کر رہا تھا۔ کچھ فاصلہ اسی طرح طے ہوا۔ پھر حسینؑ رکے اور قافلہ بھی روک دیا گیا، حسینؑ نے عباسؑ کو بلا کر ایک جگہ کی نشاندہی کی تو وہ گھوڑوں سے اتر پڑے ــــ عباسؑ، علی اکبرؑ

کو لئے ہوئے زینبؑ کے محمل کے قریب آئے اور بڑے ادب سے گویا ہوئے: "مخدومۂ عالم! مولا حسینؑ نے یہاں پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا ہے۔۔۔ آپ فرمائیں تو اونٹ بٹھادیں؟"

زینبؑ نے محمل کا پردہ ذراسا ہٹاکر سر جھکائے کھڑے دراز قد عباسؑ کی طرف دیکھا تو نہر فرات کی جانب سے آنے والی ہوا میں گرمی کی حدت نسبتاً کم محسوس ہوئی۔۔۔ قرب و جوار میں کہیں کہیں سبزہ اور ہریالی بھی نظر آئی تو زینبؑ نے عباسؑ سے کہا: "ہاں یہ جگہ تو بہت مناسب معلوم ہوتی ہے اور پھر بھائی حسینؑ کا انتخاب ہے تو کیوں نہ بہترین ہوگا۔۔۔ تم اونٹ بٹھالو۔"

جب تک زینبؑ اور دوسری بیبیاں محملوں سے اتریں۔۔۔ جوان بہت سے خیمے لگا چکے تھے۔۔۔ بیبیوں کے لئے خیمے حسینؑ کے اصحابؓ سے کافی فاصلہ رکھ کر لگائے جاتے تھے۔۔۔ جوان بیبیوں کے لئے خیمے لگاکر باقی خیمے لگانے لگے۔ زینبؑ ابھی خیمے میں جاکر آرام سے بیٹھی بھی نہیں تھیں کہ باہر کچھ شور سا مچ گیا۔۔۔ تلواروں کے بے نیام ہونے کی آواز کے ساتھ عباسؑ کی للکار بجلی کی طرح کڑکی۔

زینبؑ نے عباسؑ کی آواز پہچان کر دل تھام لیا: "الٰہی خیر! یہ عباسؑ کو کیوں جلال آیا ہے؟" گھبراکر درِ خیمہ تک پہنچیں۔۔۔ کچھ سمجھ میں

نہیں آیا تو فضہ کو پکارا۔۔۔ ''اماں فضہؓ! جاکر دیکھو تو سہی کیا معاملہ ہے۔۔۔ خدا ہی خیر کرے عباسؑ اتنے غضبناک تو کبھی نہیں ہوئے۔''

فضہ چادر سنبھالتی ہوئی باہر لپکیں۔۔۔ حسینؑ کی چھوٹی بچی سکینہؑ دوڑ کر زینبؑ کی گود میں آگئی اور معصومیت سے پوچھنے لگی: ''پھوپھی اماں! عمو جان اتنے غصے میں کیوں ہیں، انہیں کس نے خفا کیا ہے؟''

سکینہؑ کی ماں ام ربابؑ چھ ماہ کے علی اصغرؑ کو گود میں لئے ہوئے قریب آبیٹھیں۔۔۔ عباسؑ کی زوجہ لبابہؓ بے چین سی باربار در خیمہ کی طرف دیکھنے لگیں۔۔۔ فاطمہ کبریٰؑ، ام لیلیٰؑ، رقیہؑ اور سبھی بیبیاں زینبؑ کے خیمے میں ہی چلی آئیں اور پریشانی سے ان آوازوں کو سننے لگیں جو کسی بدمزگی اور تصادم کا پتا دے رہی تھیں۔

دشمن کے ایک ہزار کے لشکر کو زینبؑ نے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔۔۔ نہ جانے انہوں نے ایسا کیا کہہ دیا تھا کہ حسینؑ ایسے مدبر کے ہوتے ہوئے تلخی کی نوبت آگئی تھی۔۔۔ تذبذب اور گومگو کی یہ کیفیت صبر آزما تھی شور اب بھی سنائی دے رہا تھا۔

پھر فضہؓ خیمے کا پردہ اٹھا کر پریشان چہرے کے ساتھ اندر داخل ہوئیں اور سینے پر دوہتڑ مار کر بولیں: ''بیبیو! سنتی ہو کہ آل محمدؐ پر زمین خدا تنگ کردی گئی ہے۔۔۔ انہیں پانی جیسی نعمت خدا سے محروم کرنے کی

کوششیں ہو رہی ہیں ــــ وہ نابکار حر ہمارے جوانوں سے مزاحم ہو رہا ہے ــــ کہتا ہے کہ دریا کے قریب خیمے نہیں لگنے دے گا ــــ اللہ رکھے ہمارے عباسؑ کو اتنا غصہ ہے کہ پھرا ہوا شیر معلوم ہو رہا ہے ــــ اس نے تو زمین پر اپنی تلوار سے خط کھینچ دیا ہے کہ اگر وہ دشمن خدا اس لکیر سے آگے بڑھے تو اپنے انجام کے خود ذمہ دار ہوں گے۔ اکبرؑ، قاسمؑ، عونؑ و محمدؑ، مولاؑ کے اصحاب نہ جانے کس طرح اپنے جلال کو سنبھالے ہوئے ہیں ــــ سب کے ہاتھوں میں تلواریں بے نیام ہیں ــــ عباسؑ کی للکار سے تو زمین کانپتی ہے۔"

"اور حسینؑ ــــ؟ زینبؑ کے اندر کا سارا اضطراب اس ایک لفظ میں بول اٹھا۔

"میرا اچھا حسینؑ، میرا لاڈلا حسینؑ، اس کی کیا بات ہے ــــ وہ تو اپنے نانا رسول اللہؐ کی طرح رحمت ہی رحمت، کرم ہی کرم ہے ــــ ابھی ایک اشارہ کرے تو ہاشمیوں کی تلواریں دشمنوں کے سروں کی فصل کاٹنے میں ایک پل بھی نہ لگائیں ــــ لیکن وہ ان سے بات چیت کر رہا ہے کہ کوئی درمیانی راہ نکل آئے۔"

ساری بیبیاں بے چینی سے زینبؑ کی جانب تکنے لگیں کہ وہ کیا کہتی ہیں ــــ کہ ان کے طرز عمل اور لفظوں میں سب کے لئے ڈھارس اور

مسائل کے حل کی نشاندہی ہوتی تھی۔۔۔ زینبؑ نے اپنا اضطراب چھپا کر آسمان کی طرف دیکھا اور سچے لہجے میں بولیں: "اللہ! حسینؑ کو ان کے ارادے میں کامیاب کرے۔"

اسی وقت خیمے کا پردہ قدرے تیزی سے اٹھا۔۔۔ علی اکبرؑ کا چاند سا چہرہ نظر آیا جو سورج کی طرح دہک رہا تھا۔۔۔ ان کے پیچھے عباسؑ بھی تھے جو احتراماً باہر ہی رک گئے تھے۔۔۔ زینبؑ نے آگے بڑھ کر علی اکبرؑ کو تھاما جو شدت غضب سے ہونٹ چبا رہے تھے۔

"خیریت تو ہے میرے چاند کو اتنا غصہ کیوں ہے؟" زینبؑ نے پیار سے ان کا رخسار چھوا۔

"پھوپھی اماں! یہ لوگ، یہ ناناؐ کی امت، ان کی دراز دستیاں بڑھتی ہی جاتی ہیں اور بابا۔۔۔!!!" شدت غضب سے وہ بات بھی پوری نہیں کر سکے، ان کا لہجہ اس قدر زخمی تھا جیسے ابھی رو پڑیں گے۔

"نہ میری جان خود کو اذیت نہ دو۔" زینبؑ نے محبت سے ان کے بال سنوارے۔۔۔ "تمہارے بابا کا تو فخر ہی یہی ہے کہ وہ رحمت للعالمینؐ کے وارث ہیں۔ بیٹا! خلق عظیم تو ہماری میراث ہے۔۔۔ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی تو نہیں کہ تمہارے دادا علیؑ مرتضیٰ نے تیئیس سال تک خاموشی کے ساتھ صبر کیا اور اپنے حق سے دستبردار ہو کر امت کو تفرقے سے بچا لیا۔۔۔ چچا حسنؑ

کا صبر و ضبط تو تم نے کچھ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا ہے۔ جان مادر! انہوں نے کیسے کیسے ناسزا کلمات اور ناروا سلوک برداشت کیا لیکن امت کو ایک بڑی خونریزی سے بچالیا اور بیٹا! اب تمہارے بابا امام وقت ہیں ــــ دین اسلام کی ذمہ داری ان پر ہی ہے ــــ وہ اس تپتے صحرا میں، اس جھلتے موسم میں اتنا لمبا سفر کر کے دین کی حفاظت کرنے ہی تو آئے ہیں۔" زینبؑ نے پیار سے ان کا سر شانے سے لگا کر تھپکا اور در خیمہ تک آئیں جہاں عباسؑ سر جھکائے کھڑے تھے ــــ ان کے خوبصورت چہرے پر صبر و ضبط کی ایسی اذیت تھی کہ ان کی طرف دیکھا نہیں جاتا تھا ــــ وہ اضطراب میں مٹھیاں کھول اور بند کر رہے تھے۔ زینبؑ نے بڑے لگاؤ سے ان کے بازو پر ہاتھ رکھا لیکن ان کی تشفی کے لئے کچھ بھی نہیں کہہ سکیں۔

"مخدومۂ عالم! یہاں سے خیمے اکھاڑنے کا حکم ملا ہے۔" وہ نیچی نگاہ اور جھکے ہوئے سر کے ساتھ بولے لیکن آنکھوں سے دو آنسو ٹپک گئے۔

سلگتے جذبوں اور صبر و ضبط کی اذیتوں کے قافلے اپنے ہمراہ لئے قافلہ دریا کے گھاٹ سے دور ہٹنے لگا ـــ گود کے پالے لاڈلوں اور جان سے عزیز بھائیوں کے دکھے ہوئے دلوں کا کرب زینبؑ کے اپنے دل پر برستا رہا ـــ دشمنوں کی سفاکی کچھ اور عیاں ہوگئی ـــ آنے والے وقت کی سنگینی کا احساس کچھ اور سوا ہوگیا لیکن دل کی قوت اور ارادوں کی مضبوطی میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔

حسینؑ رکے تو کارواں بھی رک گیا ـــ وہ گھوڑے سے اترے اور انہوں نے مٹی بھر خاک اٹھا کر سونگھی ـــ سایہ کی طرح ساتھ ساتھ رہنے والے جوان بھی گھوڑوں سے اتر کر قریب آگئے ـــ حسینؑ مسکرائے اور چاروں جانب پھیلی ہوئی بے آب و گیاہ زمین پر ایک نگاہ ڈال کر گویا ہوئے۔

"بے شک یہی ہماری وعدہ گاہ ہے، یہی وہ مصیبت و بلا کی سرزمین ہے جہاں ہمارے مردوں کے خون بہائے جائیں گے اور ہماری ناموس کی ہتک حرمت کی جائے گی ــــ ہم روز قیامت یہیں سے اٹھائے جائیں گے ــــ یہیں پر ملائکہ میرے جد بزرگوار اور میرے والدینؑ کو تعزیت دیں گے ــــ یہی وہ سرزمین ہے جس کے بارے میں میرے نانا رسول اللہؐ نے مجھے خبر دی تھی۔"

یہ محرم کی دو تاریخ اور ۶۱ھ تھی۔ کربلا کا یہ خطۂ کوفہ سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر واقع تھا اور قبیلہء بنی اسد کی ملکیت تھا۔ حسینؑ نے "بنی اسد" کو بلوانے کا حکم دیا، وہ آئے تو ضروری بات چیت کے بعد ان کے ساتھ زمین کا سودا ساٹھ ہزار درہم میں طے ہوا ــــ حسینؑ نے ادائیگی کے بعد وہ زمین انہیں ہی ہبہ کر دی۔

خیمے لگا دیئے گئے اور جلد ہی ایک چھوٹی سی بستی بس گئی۔ حسینؑ کا خیمہ زینبؑ کے خیمے سے اتنا قریب تھا کہ آسانی سے آمد و رفت ہو سکتی تھی ــــ یہ سارے مراحل طے کرتے کرتے شام ہو گئی ــــ زینبؑ کا قرار رخصت ہو گیا تھا ــــ وہ بھی آنے والے اس وقت کی بے رحم آہٹوں کو پہچان گئی تھیں جس کے بارے میں اماںؑ اور باباؑ نے بتایا تھا جو ظالم حقیقت کی طرح مقابل آن کھڑا ہوا تھا ــــ ایک طویل تھکا دینے والے سفر کی تکان

نے سبھی کو کچھ دیر آرام کرنے پر مجبور کردیا تھا۔۔۔ لیکن زینبؑ کی بے کلی کسی طرح کم نہیں ہوتی تھی، وہ کبھی بیٹھتیں، کبھی اٹھتیں، کبھی خیمے میں ٹہلنے لگتیں۔

اسی وقت حسینؑ کے خیمے کی جانب سے ایک صدا ابھری جیسے کوئی مدھم لہجے میں کچھ کہہ رہا ہو۔ زینبؑ سننے لگیں، اس جاں بخش صدا کو جو حسینؑ کی تھی۔۔۔ زینبؑ نے خیمے کا پردہ اٹھا کر دیکھا، آواز صاف سنائی دینے لگی۔۔۔ حسینؑ کچھ اشعار پڑھ رہے تھے:

"اے زمانے۔۔۔! تجھ ایسے دوست پر افسوس ہے
کتنے ہی اپنے حق کے طلب کرنے والے صبح و شام
قتل کردیئے جاتے ہیں،
کوچ کا وعدہ قریب آگیا ہے،
پس حکم رب جلیل کے سامنے سر تسلیم خم ہے
جو بے مثل و بینظیر ہے۔"

ان لفظوں میں پوشیدہ مفہوم زینبؑ کے سارے وجود پر دکھ سے بھری گھٹاؤں کی طرح موسلا دھار برس گیا۔۔۔ ان کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔۔۔ وہ بے ساختہ کھنچتی ہوئی حسینؑ کے خیمے تک آئیں اور دیکھا۔۔۔ وہ اپنی تلوار کو صیقل کر رہے ہیں اور لبوں پر یہ اشعار ہیں۔۔۔ جو

دل میں آگ سی لگا رہے تھے ـــ زینبؑ کے قدموں کی آہٹ پاکر حسینؑ نے سر اٹھا کر دیکھا اور زینبؑ کی نگاہ حسینؑ کے خوبصورت نورانی چہرے پر پڑی ـــ تو انہوں نے رنج سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ سوچا کہ "کیا ناناؐ کی امت کو اس دلنشیں چہرے میں ناناؐ کی شباہت نظر نہیں آتی ـــ؟ کیا انہیں رسول اللہؐ کی وہ تمام احادیث بھول گئی ہیں جو حسینؑ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں ـــ جو انہیں چاروں طرف سے گھیر کر اس شدید موسم میں، اس تپتے صحرا میں، دریا کے گھاٹ سے دور اترنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

دُکھا ہوا دل آنکھوں کے رستے رخساروں پر بہنے لگا، وہ غم سے جھکی جھکی، آنسوؤں سے بھیگے ہوئے لہجے میں بولیں: "حسینؑ! میرے ماں جائے ـــ میری آنکھوں کے نور، آپ تو بزرگوں کے جانشین ہیں ـــ بے سہاروں کا ملجا و ماویٰ ہیں ـــ آپ کے ان لفظوں نے میرے دل کو پارہ پارہ کر دیا ہے ـــ کاش ـــ! میں اپنی جان دے کر آپ کو ان سنگدل دشمنوں سے محفوظ کر لیتی۔"

حسینؑ نے اٹھ کر غم کے بوجھ سے لرزتی زینبؑ کو تھاما، بہتے آنسو پونچھے اور تشفی آمیز لہجے میں بولے: "بہن! آسمان کے رہنے والے بھی ایک روز فنا ہو جائیں گے اور ساکنان زمین بھی بالآخر مر جائیں گے ـــ ذات واجب الوجود کے سوا تمام مخلوق فنا ہو جانے والی ہے۔ زینبؑ! تم اپنا دل

میلا نہ کرو، آنسو نہ بہاؤ، صبر کرو، کہ صبر ہی مومن کی ڈھال ہے۔"

"بھائی حسینؑ ـــ! ہمیں آپ کے بغیر زندگی کیونکر اچھی معلوم ہوگی ـــ؟ امت کے ظلم و جور پر ہم کیونکر صبر کریں گے؟" زینبؑ کا لہجہ گلوگیر ہوا۔

"زینبؑ! تمہیں تو بہت بڑی ذمہ داری نباہنی ہے میری بہن، ایک عظیم آزمائش سے گزرنا ہے ـــ ناناؐ کے دین کی حفاظت میں اپنا خون دے کر کروں گا اور تم!!!" حسینؑ نے بات ادھوری ہی چھوڑ دی، ایک نم آلود نگاہ زینبؑ کی چادر پر ڈالی اور سر جھکا لیا۔

نیا دن چڑھا ہی تھا کہ فوجوں کی آمد کی دھمک سنائی دینے لگی اور بہت دیر تک گھوڑوں کی ٹاپوں، سپاہیوں کی آوازوں اور ان کے سالاروں کے احکامات دینے کی ملی جلی صدائیں صحرا کی کھلی فضاؤں میں سواروں کے قدموں سے اڑی ہوئی ریت کے ساتھ بکھرتی اور چکراتی رہیں ـــ ننھی سکینہؑ اور چھوٹے بچے کچھ گھبرا کر زینبؑ کے پاس چلے آئے ـــ بیبیوں میں اضطراب پیدا ہوا ـــ یہ خونخوار آوازیں بہت دیر تک سنائی دیتی رہیں جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ آنے والی فوج کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ زینبؑ نے بچوں کو پیار سے بہلایا اور اپنے دل میں اٹھنے والے وسوسوں کو چھپا کر سب کو تسلی دی کہ حسینؑ آئیں گے تو ان سے صحیح صورتحال کا علم ہوگا۔

لیکن حسینؑ سے پہلے ہی عونؑ اور محمدؑ آکر خبر دے گئے کہ عمر ابن سعد بن ابی وقاص چھ ہزار کا لشکر لے کر کربلا میں اترا ہے جسے عبیداللہ ابن

زیاد نے اس مہم کا سالار مقرر کیا ہے اور خود ابن زیاد کوفے میں عام بھرتی پر انعام و اکرام کا اعلان کرنے کے بعد نخلیہ کے مقام پر چوکی لگا کر بیٹھا ہے تاکہ خود افواج کا معائنہ کر کے انہیں کربلا کی طرف بھیجتا جائے۔

وہ نہ کسی کا عذر سنتا ہے نہ معذوری دیکھتا ہے اور انہیں فوج میں بھرتی کر کے دستے تشکیل دے رہا ہے۔ عمر ابن سعد کے پیچھے حصین بن نمیر، شیث ابن ربعی، عروہ ابن قیس، سنان ابن انس، خولی ابن اصبحی، یزید ابن رکاب، عبداللہ ابن الحصین اور محمد ابن اشعث جیسے تقریباً پندرہ سالار اپنے اپنے لشکر لے کر ارض کربلا کو گھیرے میں لے رہے ہیں تاکہ عمر ابن سعد کو تازہ کمک پہنچتی رہے اور کوئی شخص حسینؑ کی مدد کو نہ جاسکے۔

بیبیوں نے دل تھام لئے ــــ حسینؑ جیسے بے سروساماں کے لئے اتنی فوج ــــ؟ اتنے بے شمار ہتھیار، اتنے کڑے پہرے، کیا دشمنوں کو معلوم نہیں کہ حسینؑ کے ساتھ صرف گنتی کے لوگ، ناکافی ہتھیار، عورتیں اور بچے ہیں ــــ؟ زینبؑ نے فخر سے سر اٹھایا اور اطمینان بھری مسکراہٹ کے ساتھ بولیں: ”دشمنوں نے تو ابھی سے اپنی شکست تسلیم کرلی ہے ــــ یہ ایک اکیلے حسینؑ کی شجاعت، ان کے عزم و یقین کی قوت اور ان کی سچائی کی طاقت کا ایسا رعب ہے کہ فوج پر فوج بھیج کر بھی ان کی تسلی نہیں ہو رہی۔“

تین محرم سے فوجوں کی آمد مسلسل جاری تھی ـــ تپتی ریت پر آگ برساتے سورج تلے، جھلستے خیموں میں تپش سے قیامت کا سماں تھا ـــ ننھے بچوں کے پھول سے چہرے کملا گئے تھے ـــ وہ بار بار پانی مانگنے لگے تھے لیکن فوجوں کے اجتماع کی وجہ سے پانی لانا آسان نہیں رہا تھا ـــ جب بھی پانی کی ضرورت ہوتی اور حسینؑ کے ساتھی گھاٹ کا رخ کرتے تو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا۔

عمر ابن سعد نے اپنی چوکیاں جمالیں تو قاصد کے ہاتھ حسینؑ کو پیغام بھجا کہ ان کی آمد کا مقصد کیا ہے۔ حسینؑ نے وہی جواب دیا جو حر کو دیا تھا کہ وہ کوفہ والوں کی دعوت پر ان کی اصلاح کے لئے کوفہ جانا چاہتے تھے لیکن اگر حکومت وقت ان کا کوفہ جانا پسند نہیں کرتی تو وہ واپس جانے کے لئے تیار ہیں۔

عمر ابن سعد نے حسینؑ کا یہ جواب حاکم کوفہ عبیداللہ ابن زیاد کو بھجوایا ـــ اس نے جواباً بڑے غرور و تکبر سے لکھا کہ تم پہلے حسینؑ اور ان کے اصحاب سے بیعت یزید لو ـــ اس کے بعد ہم ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں گے۔

عمر سعد نے ابن زیاد کا یہ گستاخانہ خط حسینؑ کی خدمت میں بھیجا اور وہی ایک اٹل جواب پایا جس کی اسے توقع تھی کہ حسینؑ کسی فاسق و

فاجر کی بیعت کرنے کے بجائے موت کا خیر مقدم کرنے کو ترجیح دیں گے۔

عمر سعد نے حسینؑ کے اس جواب سے ابن زیاد کو بھی مطلع کر دیا۔

حسینؑ تمام حالات اور بات چیت سے زینبؑ اور دوسری بیبیوں کو بھی باخبر رکھتے تھے ـــــ دوسرے نوجوان بھی خیموں میں خبر گیری کے لئے آتے جاتے تھے ـــــ کوئی غیر معمولی بات ہوتی تو حسینؑ خود اس کے بارے میں بتانے زینبؑ کے پاس آتے ـــــ آزمائشوں سے بھرے ہوئے دن صدیوں کی طرح بیت کر اپنے لازوال نقوش تاریخ کے صفحات پر ثبت کر رہے تھے ـــــ یہاں تک کہ محرم کی ساتویں تاریخ آ گئی۔

حسینؑ زینبؑ کے خیمے میں آئے تو چمکتے ہوئے نورانی چہرے کی دمک میں کچھ اور فروغ تھا اور خشک ہونٹوں پر ایک ایسا طمانیت آمیز تبسم تھا جو صرف صابر و شاکر رہنے والوں پر ہی سجتا ہے۔

زینبؑ نے بسم اللہ کہہ کر پذیرائی کی ـــــ اپنی جگہ محبت سے بٹھایا ـــــ حسینؑ گویا ہوئے : ”آج حاکم کوفہ ابن زیاد نے عمر ابن سعد کو ایک نیا فرمان دے کر بھیجا ہے۔“

”اب اس ستم ایجاد کی کیا منشاء ہے؟“ زینبؑ نے پوچھا۔

”اس نے کافی سخت اور طویل خط لکھا ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ ہم پر پانی بند کر دیا جائے اور اس میں اتنی سختی سے کام لیا جائے کہ

ایک قطرۂ آب بھی ہم تک نہ پہنچنے پائے۔" حسینؑ نے بتایا۔

"اس کی ماں اس کے ماتم میں بیٹھے — ! پانی پر تو اس کے سپاہیوں نے پہلے ہی قبضہ کر رکھا ہے — اللہ رکھے عباسؑ جب بھی پانی لینے گئے ہیں — ان سے زبردستی ہی چھین کر لائے ہیں۔" زینبؑ نے کہا۔

"لیکن اب وہ زیادہ سختی سے کام لے رہے ہیں — عمر سعد نے عمرو بن حجاج زبیدی کو پانچ سو سواروں کے ساتھ گھاٹ پر مقرر کر دیا ہے کہ وہ ہر وقت اپنے گھوڑ سواروں کے ساتھ گھاٹ پر دور دور تک پہرہ دے تاکہ ہماری طرف کا کوئی شخص پانی نہ لے جانے پائے۔"

"یہ ان ہی کی نسل تو ہیں جنہوں نے جنگ صفین میں باباؑ پر پانی بند کیا تھا — ان کی یہ پست حرکتیں ہمارے لئے نئی نہیں ہیں۔" زینبؑ نے حوصلہ مندی سے کہا۔ پھر حسینؑ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر محبت سے بولیں: "آپ کسی پریشانی کو دل میں جگہ مت دیں — ان کی یہ چالیں ہمیں ہمارے موقف سے ذرہ برابر پیچھے نہیں ہٹا سکتیں اور اللہ نظر بد سے بچائے ہمارے شیر عباسؑ کو اور سلامت رکھے ہمارے جوانوں کو، آپ کے بہادر ساتھیوں کو، انہوں نے ایک بار بھی نعرۂ تکبیر لگا کر گھاٹ کا رخ کر لیا تو یہ بھاگتے نظر آئیں گے۔"

لیکن حسینؑ دشمن کو یہ کہنے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے کہ پہل

ان کی طرف سے ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے بعض ساتھیوں کی خواہش پر انہیں عمر سعد کے پاس جانے کی اجازت دے دی تاکہ وہ بات چیت سے اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کریں لیکن لاحاصل!!

اس نے گھاٹ پر پہرہ اور سخت کر دیا اور اس کے تنگ ظرف سپاہی، حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو اشتعال دلانے کے لئے اپنی شیطانیت کا مظاہرہ کھلے بندوں کرنے لگے، وہ پکار پکار کر کہتے :

"حسینؑ ــــ! یہ دیکھو، نیلا نیلا پانی،

کس طرح بہہ رہا ہے ــــ!

جس میں سے عراق کے نجس جانور بھی سیراب ہوتے ہیں،

مگر تم ــــ!

مرتے دم تک اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں پا سکتے" ــــ

گرمی کی شدت، صحرا کا مقام، ننھے بچوں کا ساتھ اور پانی کی نایابی، یہ مشکل وقت، یہ کڑا لمحہ، زینبؑ کے روبرو آن کھڑا ہوا تھا ــــ ننھے منے پھول سے بچوں، گود میں کھیلے لاڈلوں، آنگن کی رونق معصوم فرشتوں کے ہونٹ خشک اور چہرے کملا رہے تھے۔ انہیں دیکھ دیکھ کر ماؤں کی تڑپتی مامتا کی کسک بڑھتی جا رہی تھی ــــ کبھی چھ ماہ کا اصغرؑ گہوارے میں مچلتا تھا تو کبھی چار سال کی کمسن سکینہؑ، زینبؑ کی گود میں آکر معصوم سوال پوچھتی تھی کہ

پانی کب آئے گا؟ اور کبھی اصحابؓ کے بچوں کی پیاس پیاس کی صدائیں بے چین کر دیتی تھیں۔

زینبؑ کبھی کسی کو بہلاتی تھیں، کسی کو پیار سے سمجھاتی تھیں، کسی سے کوئی وعدہ کرتی تھیں، کسی کو خیمے کا پردہ ذرا سا سرکا کر دکھاتی تھیں کہ دیکھو تمہارے عباسؑ چچا کنواں کھود رہے ہیں ـــ ابھی ٹھنڈا میٹھا پانی نکل آئے گا تو سب پئیں گے۔

عباسؑ نے دوسرے جوانوں کے ساتھ مل کر دو کنوئیں کھودے تھے ـــ لیکن اس صحرا کی کوکھ میں بھی صحرا ہی پھیلا ہوا تھا۔ بچوں کی پیاس تو کیا ہی بجھتی خود جوانوں کی پیاس بھی اس کڑی مشقت سے اور بڑھ گئی۔ بچوں کی آس بھی ٹوٹ گئی جو اپنے اپنے خیموں سے نکل کر اس امید میں کنوؤں کو کھدتے دیکھ رہے تھے کہ ابھی پانی نکل آئے گا تو وہ اپنے پیاس سے چٹخے ہوئے خشک لب تر کر سکیں گے۔ مایوس پیاسے بچوں کو بہلانا اور بھی مشکل ہو گیا ـــ ان کی ماؤں کی تڑپ دیکھی نہیں جاتی تھی۔

یونہی لمحہ لمحہ اذیتوں کا زہر پیتے ساتویں اور آٹھویں محرم گزری۔ نویں محرم کی صبح کے ہونٹ پیاس سے تڑخے ہوئے تھے اور چہرے پر دکھ کی راکھ تھی۔ حسینؑ نے عمر ابن سعد سے تنہائی میں بھی ملاقات کی تھی لیکن اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلا تھا اور یہ چھوٹا سا کارواں مکمل طور پر گھر گیا تھا۔

پیاس سے تڑپتے بچوں میں بات کرنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی ـــ ان کی پریشان حال ماؤں کی ممتا کی پیاس بجھانے کا بھی کوئی سامان نہیں تھا ـــ وہ بچوں کو بہلاتے بہلاتے خود بھی نڈھال ہوگئی تھیں ـــ بچے پیاس پیاس کہنے کے علاوہ اور کوئی بات ہی نہیں کرتے تھے۔

زینبؑ صبح کی نماز کے بعد تلاوت میں مصروف تھیں کہ اچانک طبل ہائے جنگ بجنے لگے، فوجوں کی ہلچل اور فوجی دستوں کی نقل و حرکت

وازیں سنا دینے ۔ ـــ ڑوں کی ہنہناہٹ، سپاہیوں کے نعروں اور ہتھیاروں کی جھنکار سے ایک ہنگامہ سا بپا ہو گیا ـــ زینبؑ گھبرا کر اٹھیں، دیکھا کہ حسینؑ اپنے خیمے کے در پر تلوار کا سہارا لئے یوں خاموش بیٹھے ہیں جیسے غنودگی میں ہوں۔

زینبؑ نے آہستگی کے ساتھ ان کا شانہ ہلایا اور اپنی پریشانی کو چھپا کر نرمی سے بولیں: "بھائی حسینؑ! دیکھئے تو سہی ذرا خبر لیجئے، یہ آوازیں کیسی ہیں ـــ یہ شور و ہنگامہ کس لئے ہے، یوں لگتا ہے جیسے دشمن بڑھے چلے آ رہے ہیں۔"

حسینؑ نے آنکھیں کھول دیں، تلوار کی ٹیک سے سر اٹھا کر زینبؑ کے زرد پریشان چہرے کی طرف دیکھا اور گہرا سانس لے کر بولے: "زینبؑ! مجھے ابھی ابھی خواب میں ناناؐ، باباؑ، اماںؑ اور بھائیؑ کی زیارت ہوئی ہے انہوں نے کہا ہے کہ تم جلد ہمارے پاس چلے آؤ گے۔"

زینبؑ کا دل یکبارگی ڈوب گیا، یہ خواب جس تعبیر کا پتا دے رہا تھا زینب اس سے آگاہ تھیں ـــ مگر اس آگہی کو حقائق میں بدلتے ہوئے دیکھنے کا تصور کرنا آسان نہیں تھا۔ زینبؑ کا دل کٹ کٹ کر آنکھوں کے رستے بہنے لگا ـــ جسم پر لرزہ سا طاری ہو گیا ـــ بے ساختہ منہ پیٹ کر کرب انگیز لہجے میں بولیں: "حسینؑ! میرے ماں جائے ـــ! آپ تو بزرگوں

کی یادگار ہیں ـــ آپ تو محمدؐ کے گھرانے کے چاند اور چراغ ہیں ـــ کاش ـــ! میں اپنی جان دے کر آپ کو بچا سکتی ـــ کاش ـــ! میں کسی طرح ان ظالم دشمنوں کو آپ سے دور کر سکتی ـــ اے کاش" ـــ!

حسینؑ نے تسلی کے لئے زینبؑ کے سر پر ہاتھ رکھا: "صبر کرو زینبؑ ـــ! صبر کرو ـــ ابھی تو امتحان کی ساری کڑی منزلیں باقی ہیں ـــ وعدوں کے ایفاء کا وقت قریب ہے ـــ میرے بعد تمہاری آزمائش کا دور کچھ زیادہ دور نہیں۔ زینبؑ میری ام المصائب بہن ـــ! ہر حال میں صبر اور شکر ہماری ڈھال اور ہمارا ہتھیار رہے ـــ ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی جانب ہماری بازگشت ہے۔"

لیکن زینبؑ کا دل ٹھہرتا نہیں تھا ـــ آنکھوں سے لگی آنسوؤں کی جھڑی رکنے میں نہیں آتی تھی ـــ حسینؑ تسلی و تشفی کے لفظ کہہ رہے تھے کہ در خیمہ سے عباسؑ کی احترام میں ڈوبی آواز اندر داخل ہوئی: "مولا ـــ! دشمن کے سپاہی آمادۂ پیکار ہیں ـــ ان کے ارادے فاسد ہیں اور ان کا رخ خیموں کی جانب ہے۔"

حسینؑ اٹھ کر خیمے سے باہر آئے اور فوجوں کی نقل و حرکت کو دیکھا، پھر عباسؑ سے بولے: "عباسؑ! اپنے ہمراہ بیس سواروں کو لے جاؤ اور معلوم کرو کہ ان کے ارادے کیا ہیں؟"

عباسؑ بسر و چشم کہہ کر پلٹے اور دشمن کی طرف روانہ ہو گئے ـــ واپس آئے تو چہرہ متغیر تھا۔ زینبؑ، عباسؑ کے تیور دیکھ کر پریشان ہو گئیں ـــ حسینؑ بھی متفکر ہوئے اور عباسؑ سے صورتحال کے بارے میں استفسار کیا۔

عباسؑ ہونٹ چبا کر غصہ ضبط کرتے ہوئے بولے : ''آقا! اس ملعون حاکم کوفہ ابن زیاد نے شمر ذی الجوشن کو پانچ ہزار کا لشکر دے کر نئے فرمان کے ساتھ بھیجا ہے ـــ اس کا خیال ہے کہ عمر سعد ہمارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کر رہا ہے ـــ اگر وہ اب بھی اپنی اصلاح نہیں کرتا اور اس کے فرمان پر عمل نہیں کرتا تو شمر ذی الجوشن اسے معزول کر کے سپہ سالاری خود سنبھال لے گا۔''

''لیکن وہ فرمان کیسا ہے بھائی عباسؑ؟'' زینبؑ نے مضطرب لہجے میں بے تابی سے سوال کیا۔

عباسؑ کا چہرہ سرخ ہو گیا ـــ انہوں نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا ـــ مگر پھر یوں رک گئے جیسے ان لفظوں کی ادائیگی بہت مشکل ہو ـــ انہوں نے اضطراب سے سر جھٹکا ـــ ایک مرتبہ پھر بولنا چاہا لیکن بول نہ سکے اور ان کے اندر کی اذیت اور کرب ان کے چاند چہرے پر لکھا جاتا رہا۔

حسینؑ نے تسلی کے لئے ان کی پشت تھپتھپائی اور محبت سے کہا :

"ہاں کہو بھائی! اس نے کیا فرمان بھیجا ہے؟"

عباسؑ جیسے صبر کا ایک بڑا سا تلخ گھونٹ بھر کر بولے: "اس کی ماں اس کے ماتم میں بیٹھے ــــ! اس نے لکھا ہے کہ اگر حسینؑ یزید کی بیعت سے انحراف کرتے ہیں ــــ تو ان کو قتل کردو ــــ ان کے اعضاء و جوارح قطع کرو ــــ ان کے سینہ و پشت پر گھوڑے دوڑاؤ ــــ اگر تم یہ نہیں کرسکتے تو سپہ سالاری فوراً شمر ذی الجوشن کے حوالے کردو اور خود کو معزول سمجھو ــــ اس لئے عمر سعد اپنی سپہ سالاری بچانے کے لئے فوراً حملہ کرنے پر تیار ہوگیا ہے لیکن ــــ!!!" عباسؑ کی آنکھوں میں خون اتر آیا ــــ "اگر خدا نے چاہا تو نہ اس کی سرداری رہے گی ــــ نہ یزید کا تخت و تاج ــــ بس ایک بار آپ اپنے اس غلام کو اجازت دے دیں۔" عباسؑ نے جھک کر حسینؑ کے قدموں کو چھوا۔

زینبؑ کو اپنی سماعت پر اعتبار نہیں آیا ــــ وہ شدید صدمے سے وہیں خاک پر ڈھے سی گئیں ــــ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ــــ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ناناؐ کی امت ان کے عزیز ترین سے کونسا بدلہ لے رہی تھی ــــ حسینؑ نے غصے میں پیچ و تاب کھاتے عباسؑ کا بازو تھاما اور بہت ملائم لہجے میں بولے:

"میرے شیر ــــ! بیشک تم جو کچھ کہہ رہے

ہو تم اسے حقیقت میں بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہو۔۔۔ حیدر کرارؑ کے بیٹے ہو۔۔۔ شجاعت تم پر ناز کرتی ہے۔۔۔ لیکن بھائی ابھی صبر اور حوصلے کو فتح کرو۔۔۔ اپنے غیظ و غضب کو شکست دو۔"

"جان برادر۔۔۔! ابھی عمر سعد کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ حملہ کرنے میں جلدی نہ کرے۔۔۔ ہمیں ایک شب کی مہلت دیدے تاکہ آج رات ہم عبادت الٰہی، دعا اور استغفار میں بسر کریں۔۔۔ بیشک اللہ ہی اس سے واقف ہے کہ میں اس کی عبادت، تلاوت قرآن اور دعا و استغفار سے کتنی محبت رکھتا ہوں۔"

عباسؑ چند لمحے حسرت سے حسینؑ کا خوبصورت چہرہ تکتے رہے، پھر گہرا سانس لیکر سر جھکا دیا، احترام سے خم ہوئے اور الٹے قدموں خیمے سے باہر نکل گئے۔

وقت کے ساتھ ساتھ پیاس کا غلبہ بڑھتا جارہا تھا۔ ننھے بچوں کے تڑخے ہوئے ہونٹوں اور سوکھی زبانوں سے اب العطش، العطش کی صدا بھی نہیں نکلتی تھی ـــ ان کی مائیں ان سے بھی زیادہ پیاسی تھیں کہ وہ بچا کھچا پانی انہیں پلاتی رہی تھیں لیکن اب تو آنکھ کا پانی بھی خشک ہوگیا تھا۔

چھ ماہ کا علی اصغرؑ جھولے میں پیاس سے مچھلی کی طرح تڑپتا تھا ـــ اس کی بے قرار ماں ام ربابؑ کی تڑپ انہیں کسی پل چین نہیں لینے دیتی تھی ـــ پیاس کی شدت اور فاقوں نے ممتا کے وہ سوتے خشک کردیئے تھے جو شیرخوار کو سیراب کرسکتے تھے ـــ اصغرؑ کی ننھی بہن سکینہؑ باربار خالی برتنوں اور سوکھی مشکوں کو دیکھتی تھی جن کے چمڑے میں ہلکی سی تری بھی باقی نہیں رہی تھی ـــ دوسرے بچے بھی ہاتھوں میں خالی کوزے لئے ایک ایک خیمے میں جھانکتے پھرتے تھے کہ شاید کہیں سے پانی کا کوئی قطرہ ہی مل

جائے ـــــ جس سے وہ اپنے پپڑی جمے ہونٹوں کو تر کر سکیں۔

زینبؑ اس خیال سے علی اصغرؑ کو اپنے خیمے میں لے آئی تھیں کہ شاید ان کی گود میں وہ کچھ دیر کو بہل جائے اور اس کی بے قرار پیاسی ماں بے بسی سے پیاسے بچے کا تڑپنا نہ دیکھے ـــــ لیکن علی اصغرؑ کو کسی پہلو قرار نہیں تھا ـــــ زینبؑ کبھی اٹھتیں، کبھی بیٹھتیں، کبھی ٹہلنے لگتیں اور اسے تھپک تھپک کر آنسوؤں سے بوجھل لہجے میں کہتیں:

"بس میری جان ـــــ! میرے بچے ـــــ! تیری پھوپھی جانتی ہے کہ تجھ پر کیا گزر رہی ہے مگر کتنی بے بس ہے کہ ننھی سی جان کو تڑپتے دیکھتی ہے اور ایک قطرہ پانی سے اس کے سوکھے لب بھی تر نہیں کر سکتی۔"

ننھی سکینہؑ نے بھی ان کا دامن تھام رکھا تھا اور باربار پوچھتی تھیں کہ پانی کب آئے گا کہ کسی نے آن کر خبر دی کہ عباسؑ آئے ہیں ـــــ ان کا بلند قامت دور کا بہ گھوڑا دور ہی سے پہچانا جاتا تھا۔ ننھی سکینہؑ عباسؑ کا نام سن کر باہر لپکیں کہ شاید چچا پانی لے آئے ہیں ـــــ دوسرے بچے بھی ان کے پیچھے دوڑے کہ شاید پانی آگیا ہے ـــــ مگر لاحاصل ـــــ!!!

عباسؑ پانی تو نہیں لاسکے تھے لیکن دشمنوں کے ساتھ ضروری

بات چیت کے بعد جنگ کے لئے بے قرار خون کے پیاسوں سے ایک شب کی مہلت لے آئے تھے ــــ یہ مہلت بظاہر حسینؑ نے مانگی تھی لیکن در حقیقت حسینؑ نے ایک شب کی مہلت ان بھٹکے ہوئے نام کے مسلمانوں کو دے دی تھی کہ وہ ایک بار پھر سوچ لیں اور اس فعل قبیح سے باز رہیں جو مسلمانوں کی پیشانی پر ایک سیاہ داغ بن جانے والا تھا۔

زینبؑ نے حسرت سے حسینؑ کی طرف دیکھا اور آنسوؤں میں ڈوب کر سوچا کہ بس ایک رات ہی کا تو فاصلہ رہ گیا ہے ــــ پھر ماں باپ کی نشانی اور گلشن رسولؐ کے تر و تازہ پھول کو امت خاک میں ملا دے گی۔

صدیوں پر محیط دن ہر لحظہ قیامت ڈھاتا، ڈھلتے ڈھلتے ڈھلا، سورج خون روتے روتے رخصت ہوا، اداس پیاسی شام رات کی تاریکی اوڑھ کر سیاہ پوش ہو گئی ــــ خشک و بے آب و گیاہ صحرا میں ریت کے ذریے بہت دیر تک تپتے اور جھلستے رہے ــــ پیاس سے بلکتے بچے پانی مانگ مانگ کر بے سدھ ہو گئے ــــ ان کی پریشان حال پیاسی مائیں ان کے سینوں پر ہاتھ رکھ رکھ کر ان کے سانس کی آمد و رفت سے ان کے زندہ ہونے کا اندازہ کرتی رہیں۔

زینبؑ کو کسی کل چین نہیں تھا ــــ وہ تمام بیبیوں کے خیموں میں جا کر ایک ایک کو تسلی دیتی تھیں ــــ پیاس سے نڈھال بے سدھ بچوں کو پیار کرتی تھیں ــــ لیکن اپنا دل کہیں نہیں ٹھہرتا تھا۔ حسینؑ کا نورانی چہرہ

نگاہوں میں پھرتا تھا۔۔۔ گود کے پالے بچوں کا خیال آتا تھا۔۔۔ بچوں کی طرح پالے ہوئے بھائیوں میں دھیان لگا ہوا تھا اور ان سب کی فکر بھی تھی جو حسینؑ کی آواز پر لبیک کہنے کیلئے ہزاروں دشواریوں کو عبور کر کے ان کے گرد اس طرح جمع ہو گئے تھے جیسے چاند کو ستارے جھرمٹ کرتے ہیں۔

وہ کبھی بیٹھ جاتیں، کبھی اٹھتیں، کبھی خیمے میں ٹہلتیں۔۔۔! ماں کی وصیتیں ایک ایک کر کے آنچل کے پلو سے کھول رہی تھیں۔۔۔ بابا علیؑ نے زندگی کے آخری لمحوں میں حسینؑ کا ہاتھ جو ان کے ہاتھ میں دیا تھا وہ اب بھی اپنے ہاتھ میں دبا ہوا محسوس ہوتا تھا۔۔۔ دادا ابو طالبؑ کا سچا وعدہ خون میں گردش کرتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

"بیشک اے محمدؐ۔۔۔!

نہ میں تمہارا ساتھ چھوڑوں گا،

نہ میری نسل میں سے کوئی شریف تمہارا ساتھ چھوڑے گا

یہاں تک کہ تلوار جسم اور سر میں جدائی ڈال دے۔"

نماز عشاء ہوئے دیر ہو چکی تھی۔۔۔ تپتے ہوئے صحرا کی حرماں نصیب رات ہولے ہولے ٹھنڈی ہو رہی تھی۔۔۔ زینبؑ نے مصلیٰ عبادت بچھایا اور اپنے قلب و روح کو اپنے پروردگار کی عبادت و مناجات سے تقویت دینے لگیں، رات کا ایک اور پہر گزر گیا۔۔۔ عونؑ و محمدؑ خیمے میں آئے اور

زینبؑ کے قریب زمین پر خاموشی سے بیٹھ گئے۔

زینبؑ نے اپنی مناجات ختم کر کے ان کی طرف دیکھا، چراغ کی مدھم زرد لو میں بھی دونوں کے دلکش چہروں پر پھولتی شفق صاف نظر آرہی تھی ــــ آنکھوں سے ایک نرالا عزم جھانک رہا تھا اور پورے وجود میں ایک ایسا تناؤ تھا جو دل و جان میں امنڈتے طوفانوں کا پتا دیتا تھا۔

زینبؑ نے ہاتھ میں چراغ لے کر اپنے گھر کے روشن چراغوں کے دمکتے ہوئے چہرے دیکھے اور پیار سے بولیں: ''ماشاء اللہ! آج تو میرے بہادر بیٹوں کے چہروں پر شجاعت کی ایسی چمک ہے کہ مجھے تمہارے نانا حیدر کرارؑ یاد آگئے ہیں۔''

محمدؑ فوراً ہی یوں بیتابی سے بول اٹھے جیسے کسی ضروی بات کے بتانے کی جلدی ہو: ''مادر گرامی! ہم ابھی ابھی ماموں حسینؑ کے خیمے سے ہو کر آئے ہیں ــــ ماموں جان نے اپنے سب ساتھیوں اور رشتہ داروں کو اپنے خیمے میں بلایا تھا ــــ انہوں نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمانے لگے: ''معلوم ہونا چاہئے کہ میں دنیا میں کسی کے ساتھیوں کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ باوفا اور بہترین نہیں جانتا اور نہ اپنے عزیزوں سے زیادہ نیکوکار اور ادائے حق کرنے والے اعزاء کسی کے مجھے معلوم ہیں ــــ خدا تم سب کو جزائے خیر دے ــــ آگاہ رہو کہ دشمن کل ضرور ہم پر جنگ مسلط کر دیں گے ــــ میں

خوشی اجازت دیتا ہوں کہ جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ۔۔۔ میں اپنی بیعت کی ذمہ داری تم پر سے ہٹاتا ہوں۔۔۔ یہ لوگ صرف اور صرف میرے طالب ہیں۔۔۔ مجھے قتل کرنے کے بعد یہ کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔"

"پھر؟" زینبؑ نے دل تھام کر پوچھا۔

"پھر ماموں جان نے چراغ گل کردیا اور فرمانے لگے کہ اندھیرے کے اس پردے میں جو جانا چاہتا ہے چلا جائے۔۔۔ میری طرف سے اجازت ہے۔"

زینبؑ مضطرب نگاہوں سے بیٹوں کے تمتمائے ہوئے چہروں کی جانب تکتی رہیں۔۔۔ عونؑ اپنے اندر امنڈتے جوش کو سنبھال نہ سکے اور محمدؑ سے پہلے بول اٹھے: "مادر گرامی! کسی ایک نے بھی اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی اور سب سے پہلے ماموں عباسؑ نے آواز دی۔

"مولاؑ! ہم کس لئے ایسا کریں۔۔۔؟ کیا اس لئے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں۔۔۔؟ نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔! خدا ہمیں یہ روزِبد نصیب نہ کرے۔"

ہم سب نے ان کی تائید کی. تو ماموںؑ کے اصحابؓ میں سے مسلم ابن عوسجہؓ نے کھڑے ہو کر کہا:

"ہم آپ کو چھوڑ دیں، یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔

خدا کی قسم میں آپ کے دشمنوں کے ساتھ نیزے اور تلوار سے جنگ کروں گا۔۔۔

اگر ہتھیار نہیں ہوں گے تو میں انہیں پتھر ماروں گا۔۔۔

یہاں تک کہ اپنی جان آپ کے قدموں میں نثار کر دوں"۔۔۔

عونؑ رُکے تو محمدؑ نے بات آگے بڑھائی: "اماں جان! ان کے بعد سعیدؓ ابن عبداللہ حنفی کھڑے ہوئے اور بڑے جوش سے بولے کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں ستر مرتبہ قتل کیا جاؤں گا، پھر جیتے جی جلا کر میری خاک ہوا میں منتشر کر دی جائے گی تب بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔"

اور زہیرؓ ابن قین بولے: "ہم آپ کے لئے ہزار مرتبہ بھی قتل ہونے کو تیار ہیں"۔۔۔ اور مادر گرامی! ہم آپ کو کس طرح بتائیں۔۔۔؟ ہمارے پاس وہ لفظ نہیں ہیں جو ظاہر کر سکیں کہ ماموں حسینؑ کے خیمے میں موجود ہر ایک کے اندر کتنا جوش تھا۔۔۔ ہر ایک کے اندر شجاعت کس طرح امنڈ رہی تھی۔۔۔ اگر ماموں جان ایک ہلکا سا اشارہ بھی کر دیتے تو سب کے سب اسی وقت دشمنوں پر ٹوٹ پڑتے، انہیں تہس نہس کر کے رکھ دیتے"۔۔۔

زینبؑ نے اطمینان کا گہرا سانس لیا اور متشکر لہجے میں بولیں:

"خدایا! تیرا شکر ہے کہ تو نے میرے بھائی کو اتنے وفادار ساتھی عطا کئے ہیں۔"

پھر پیار سے بیٹوں کی طرف دیکھا، ان کے گرد آلود بالوں کو ہولے ہولے سنوارا اور باری باری دونوں کی چاند سی پیشانیاں چوم کر بولیں: "بیٹا! میں نے تمہیں اسی دن کے لئے تو پالا ہے ــــ یاد ہے ناں تمہارے بابا نے کہا تھا کہ تم حسینؑ کا صدقہ ہو ــــ تو میری جان سب سے پہلے تم ہی اپنی جان کا صدقہ ماموں پر سے وارنا، شیر مادر کی لاج رکھ لینا بیٹا۔"

عونؑ و محمدؑ تن کر بیٹھ گئے اور ایک ساتھ بولے: "مادر گرامی! ذرا صبح تو ہو لینے دیجئے ــــ پھر دیکھئے گا کہ ہماری تلواریں یزیدیوں کو کس طرح ذوالفقار کی یاد دلاتی ہیں ــــ ہم آپ کے بیٹے ہیں ــــ ہم آپ کی لوریوں میں نانا حیدر کرارؑ اور دادا جعفر طیارؑ کی شجاعتوں کے تذکرے سن سن کر پروان چڑھے ہیں ــــ میدان میں نکلنے تو دیجئے ــــ دشمن آپ گواہی دیں گے کہ ہم شجاعوں کے کس خاندان سے ہیں۔"

زینبؑ نے تفاخر آمیز محبت سے ان کے پیاس سے کملائے ہوئے چہروں پر شجاعت کی چمک کو دیکھا ــــ خشک ہونٹوں پر نگاہ کی جو پانی کی کمیابی سے تڑخ گئے تھے اور ممتا کے دلار سے بولیں: "شجاعت تو تمہارے لہو میں ہے بیٹا! مجھے یقین ہے کہ تم اپنے نانا شیر خداؑ کی طرح دشمن کی صفوں میں

دور تک جا کر لڑو گے ۔۔۔ لیکن جان مادر! جب میدان کارزار گرم ہوتا ہے تو پیاس کی شدت بھی بڑھتی ہے ۔۔۔ تم تو بیٹا تین روز سے بھی زیادہ پیاسے ہو، دیکھو! گھمسان کے رن میں اگر تم نہر فرات پر جا پہنچو تو کہیں ۔۔۔!!!"

زینبؑ نے تھوڑا توقف کیا۔

تو عونؑ نے ان کے دل کی بات کو اپنی زبان سے ادا کر دیا: "مادر گرامی! ہم تو اس نہر فرات کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے ۔۔۔ جس سے ہمارا ننھا بھائی اصغرؑ بھی سیراب نہیں ہو سکتا۔"

"اور جب ہماری چھوٹی بہن سکینہؑ پیاسی ہے تو ہم پانی پی کر کیا کریں گے ۔۔۔ ہم حیدر کرارؑ کے نواسے ہیں ۔۔۔ ہم جعفر طیارؑ کے پوتے ہیں ۔۔۔ ہم آپ کی گود میں پلے ہیں اماں ۔۔۔! پیاس کی شدت ہمیں ہمارے خاندانی اوصاف سے محروم تو نہیں کر سکتی ۔۔۔ ہم تو جنت میں بھی جام کوثر اس وقت تک ہاتھ میں نہیں لیں گے جب تک ماموں حسینؑ سیراب نہ ہو جائیں۔"

زینبؑ نے ایک بار میں ہی دونوں کو سینے میں سمیٹ لیا ۔۔۔ غم و الم سے سلگتے سینے میں ٹھنڈک سی پڑ گئی ۔۔۔ انہوں نے دونوں کے سر چومے اور متشکر لہجے میں گویا ہوئیں:

"اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے

اتنے بہادر بیٹے عطا کر کے اس قابل بنایا ہے کہ میں تیری اس بیش بہا نعمت کو تیرے رستے میں قربان کرسکوں۔"

پیاسوں کے قافلے پر چھائی ہوئی شب عاشور سیاہ اور تاریک نہیں تھی۔ اس میں محبتوں کے ستارے جھلملا رہے تھے۔۔۔ اس میں عبادت و ریاضت، دعا و مناجات کا پورا چاند چڑھا ہوا تھا۔۔۔ صحرا کی یہ ستاروں بھری جاگتی رات خاموش اور سنسان نہیں تھی۔۔۔ اس کا ایک ایک پل حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کی صدائے مناجات سے یوں مسلسل گونج رہا تھا جیسے شہد کی مکھیاں اپنے چھتے میں بھنبھناتی ہیں۔ بیبیاں اپنے اپنے خیموں میں اپنے پیار سے جوانوں کو آنے والے دن کے لئے سجا رہی تھیں۔۔۔ سنوار رہی تھیں کہ دین کو بچانے میں ان کی گود کے پالے کا خون بھی شامل ہو جائے تو اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی تھی۔

زینبؑ اپنے بیٹوں کی جانب سے مطمئن ہو کر نماز و عبادت میں مشغول ہو گئی تھیں۔۔۔ دل کا اضطراب مصلیٰ عبادت پر آسودگی میں بدل گیا

تھا ــــ قیام و قعود اور کثرت سجود سے لمحہ لمحہ روشن ہوتی رات سحر کے قریب آن پہنچی۔ ابھی سپیدۂ سحری نمودار نہیں ہوا تھا کہ ناگاہ صحرا کی وسعتوں میں ایک صدائے آسمانی سنائی دی جو چہار جانب گونج کر یوں روئیں روئیں میں اتر گئی کہ ایک ایک لفظ کے معنی قلب و جان میں نقش ہوتے چلے گئے۔

"اے خدا کے لشکر والو! سوار ہو جاؤ کہ ہنگام کارزار آپہنچا ہے۔ اٹھو ـــ! کہ تمہارے لئے جنت الفردوس کی بشارت ہے" ـــ

زینبؑ نے اس ندائے غیبی کو صاف سنا، دل تھام کر وہیں مصلے پر بیٹھ گئیں اور حسرت سے سوچنے لگیں کہ خیموں سے بھری پری یہ پیاسی بستی بس اجڑنے کو ہے، محبتوں کے رشتے مقتل گاہ کو بسانے والے ہیں ـــ تحفظ کا گھنیرا سایہ بس اب صرف پل دو پل کو ہے۔

پھر طلوع سحر کی دلآویز نشانیوں کے ساتھ حسینؑ کی پرسوز آواز ابھری ـــ لحن داؤدی میں بسی ہوئی یہ سرمدی صدا اپنے رب جلیل کے حضور اپنی عقیدتوں کی نذر گزارنے لگی:

"خداوندا ـــ!!!

تو میرا سہارا ہے ہر تکلیف میں اور میرا قبلۂ امید ہے ہر سختی میں ـــ!

اور تجھ پر مجھے ہر مہم جو درپیش ہو بھروسہ ہے ـــ

کتنے ہی صدمے ایسے ہیں جن کے برداشت کرنے سے

دل کمزور ثابت ہوتا ہے،

تدبیر کی راہیں بند نظر آتی ہیں ــــ

دوست ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن طعنہ زنی کرنے لگتے ہیں ــــ

میں ان سب کو تیری خدمت میں پیش کرتا ہوں ــــ

کیونکہ میں تیرے سوا کسی اور سے لو لگانا جانتا ہی نہیں" ــــ

اس صدائے جاں بخش نے زینبؑ کو سہارا دے دیا ــــ زخمی دل کی ڈھارس بندھی لیکن آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی ــــ آج تو صبح اس آواز کے سورج سے طلوع ہو رہی ہے لیکن کل یہ روشنی کہاں ہو گی؟ یہ تصور بے قرار کر دینے والا تھا ــــ زینبؑ اپنی جگہ پر بیٹھی نہ رہ سکیں، آنکھوں میں آنسو اور لبوں پر آہیں لئے بے ساختہ حسینؑ کے خیمے کی جانب کھنچتی چلی گئیں ــــ ان کی چادر ان کے ساتھ ساتھ زمین پر خط دے رہی تھیں لیکن انہیں اس کے سنبھالنے کا ہوش نہیں تھا۔

حسینؑ کے نورانی چہرے پر طلوع صبح کا منظر دیکھ کر زینبؑ ضبط نہ کر سکیں، دل کا درد بے ساختہ زبان پر آ گیا: "حسینؑ ــــ! میرے بھائی ــــ! میرے ماں جائے ــــ! آپ نے سنا کہ ہاتف غیبی نے ابھی کیا خبر دی ہے؟"

حسینؑ نے آگے بڑھ کر زینبؑ کو تھام لیا اور تشفی آمیز لہجے میں بولے: "ہاں بہن! میں نے بھی اس غیبی صدا کو سنا ہے ــــ تم پریشانی کو دل میں جگہ مت دو ــــ وہ پاک پروردگار ہر مصیبت کو دور کرتا اور ہر تکلیف کا تدارک کرتا ہے ــــ وہ ہر نعمت کا مالک، ہر احسان کا مرکز اور ہر مقصد کی تکمیل و حصول میں ہماری آخری جائے پناہ ہے۔"

زینبؑ نے آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ بڑی حسرت سے حسینؑ کے روشن چہرے میں ناناؐ کی شباہت اور باباؑ کی مماثلت کو جھلکتے ہوئے دیکھا اور ہچکیوں کے درمیان بولیں: "میرے بھائی ــــ! میرے ماں باپ کی نشانی ــــ! کاش میں اپنی جان دیکر آپ کو بچا سکتی ــــ آپ تو آل محمدؐ کی امیدوں کے سہارے ہیں ــــ ناناؐ کی امت کے اس ظلم و جور نے آپ کو موت کے ساتھ دل لگانے پر مجبور کر دیا ہے۔"

حسینؑ نے تقویت کیلئے زینبؑ کا بازو تھاما اور محبت سے گویا ہوئے:

"مصیبت کے عالم میں صبر واستقامت ہی ہماری دولت ہے میری بہن۔"

زینبؑ کے سلگتے سینے سے ایک پر درد فریاد دلدوز آہ میں لپٹی بے ساختہ بلند ہوئی:

"ہائے میری قسمت ــــ! کہ آج نہ تو میرے
جد بزرگوار محمدؐ مصطفیٰ موجود ہیں ــــ نہ میری ماں فاطمہؑ

ہی زندہ ہیں ـــ نہ میں غم کا اظہار اپنے بابا علیؑ مرتضٰی سے کر سکتی ہوں ـــ نہ اپنے دکھ بھائی حسنؑ مجتبیٰ کو سنا سکتی ہوں ـــ یہ سب اپنے تو اس بے وفا دنیا کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر جا چکے ہیں ـــ حسینؑ میرے ماں جائے ـــ اب تو صرف آپ ہی ہیں، جو ان گزرے ہوؤں کی تمناؤں کا مرکز اور آنے والوں کی امیدوں کا محور ہیں ـــ آپ کے بعد زندگی کیا زندگی ہے؟ آپ نے تو رختِ سفر باندھ لیا ہے ـــ لیکن یہ حرماں نصیب بہن، یہ سب کچھ کس طرح گوارا کرے گی ـــ آپ سے جدائی کا خیال دل کو پاش پاش کر رہا ہے اور جگر کو جلا رہا ہے۔"

شدتِ گریہ سے زینبؑ بے جان سی ہو گئیں ـــ روتے روتے بے ہوش سی ہونے لگیں۔

ان کی آواز سن کر دوسری بیبیاں بھی حسینؑ کے خیمے میں آگئیں اور اپنے آنسوؤں کی نمی سے زینبؑ کو ہوش میں لانے کی تدبیر کرنے لگیں ـــ ان کی آہوں اور ہچکیوں سے خیمے میں ایک کہرام بپا ہو گیا ـــ حسینؑ اپنے دل کی زیروزبر کیفیات کو سنبھالتے تسلی وتشفی کے لفظ کہنے لگے:

"یہ دنیا فانی ہے — آسمانوں اور زمینوں میں ہر شے کا مقدر فنا ہے — سوائے ذات واجب کے جس کیلئے حکومت واقتدار ہے — جسکی جانب سب کی بازگشت ہے — میرے نانا محمدؐ مصطفیٰ، میرے بابا علی مرتضیٰؑ، مادر گرامی فاطمہؑ اور بھائی حسنؑ مجھ سے درجات میں بلند تھے — وہ بھی اس فانی دنیا کو چھوڑ کر دارلبقاء کی جانب سدھار گئے — میرے اور ہر مسلم کے لئے جدبزرگوار محمدؐ مصطفیٰ کا اسوۂ حسنہ ہی کامل نمونہ ہے — زینبؑ —! تمہیں میرے حق کا واسطہ — میرے بعد صبر و استقامت کا دامن تھامے رہنا — خدائے بزرگ و برتر تمہیں اس آزمائش میں سرخرو ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔"

حسینؑ کے یہ توانا لفظ جلتے آنسوؤں اور سلگتی آہوں میں ڈوب ابھر رہے تھے کہ اذان کی روح پرور صدا کو ہوا نے اپنے دوش پر اٹھایا —

اللہ اکبر — اللہ اکبر —!!!

سب چونک کر اس سرمدی آواز کی طرف متوجہ ہوئے جس کی خوش الحانی اور لب و لہجہ اس صدائے دلپذیر، اس ملکوتی لحن و لہجے کی یاد دلا

رہا تھا جس پر لحن داؤدی نثار ہوتا تھا۔ جس پہ سارے جہانوں کی خوش الحانیاں قربان ہوتی تھیں۔ جس آواز اور لب و لہجے نے مسلمانوں کو اذان دینی سکھائی تھی۔ اذان کا ایک ایک کلمہ دل میں اتر کر روح میں بس کر قلب و ذہن کے دریچے وا کر رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے یہ صحرائے کربلا نہیں مدینۃ النبیؐ میں مسجد نبویؐ کی فضا ہے۔ جہاں رسول اللہؐ کا ایمان افروز لب و لہجہ دل کو تقویت اور ایمان کو جلا عطا کر رہا ہے۔

موذن سعید کے بجائے علی اکبرؑ سے اذان سحر دلوانے سے حسینؑ کا یہی مقصد تھا کہ گمراہ ہو جانے والی امت کو شاید رسول اللہؐ کے لب و لہجے کی مماثلت ہی یہ یاد دلا دے کہ وہ اپنے رسولؐ کے قرابتداروں سے کیا سلوک کرنے والے ہیں۔ وہ رسولؐ جس کا کلمہ پڑھتے ہیں، جس کی رسالت کا اعلان پانچوں وقت اذان میں کرتے ہیں اور جس پر اور جس کی آل پر درود و سلام نہ بھیجیں تو ان کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

حسینؑ کے اٹھارہ سالہ منجھلے بیٹے علی اکبرؑ کو زینبؑ نے اپنی گود میں پالا تھا۔ صورت و سیرت میں نانا رسول اللہؐ سے گہری مشابہت نے علی اکبرؑ کو سب کی آنکھوں کا تارا بنا دیا تھا۔ خاندان بھر میں ان کا خصوصی احترام کیا جاتا تھا۔ ان کی والدہ ام لیلیٰؓ بنت ابی مرہ زینبؑ کی اس والہانہ محبت کو دیکھ کر فخر کرتی تھیں اور خود کو اکبرؑ کی ماں کے بجائے ان کی کھلائی

اور دایہ کہتی تھیں۔

وقت وہیں ٹھہر گیا — ہر شے پر گہرا سکوت طاری ہو گیا — خیمے میں ایک رندھی ہوئی دلدوز خاموشی چھاگئی اور اٹھارہ سالہ کڑیل جوان علی اکبرؑ کی اذان پر سماعتیں نچھاور ہونے لگیں — بہتے ہوئے آنسوؤں، خون ہوتے ہوئے دلوں اور کرب میں ڈھلتے سانسوں کے ساتھ زینبؑ اور دوسری بیبیاں اذان سنتی رہیں اور یہ تصور نشتر بن کر احساس کو کچو کے دیتا رہا کہ یہ علی اکبرؑ کی آخری اذان ہے، اس کے بعد یہ پیاری آواز سنائی نہیں دے گی، یہ صورت نظر نہیں آئے گی، یہ روح پرور منظر نگاہوں سے ہمیشہ کے لئے اوجھل ہو جائے گا۔

حرماں نصیب شب کی آنکھ سے گلرنگ صبح لہو کے آنسو کی طرح ٹپکی اور اردگرد کے منظر کو دیکھ کر چپکے چپکے آنسو بہانے لگی۔۔۔ پیاس سے نڈھال بچے اٹھ کر خشک ہونٹوں سے پیاس پیاس کی نحیف دلدوز صدائیں بلند کرنے لگے تھے۔۔۔ ان کی مائیں انہیں بہلانے میں ناکام ہوجاتیں تو وہ دوڑ کر زینبؑ کے خیمے میں چلے آتے کہ ہمیشہ ہی تو زینبؑ نے ان کے ناز اٹھائے تھے۔۔۔ لیکن اب اپنے لاڈلوں کو پیاس سے بلکتا دیکھ کر بھی زینبؑ انہیں کوئی آس نہیں دلاسکتی تھیں۔

انہوں نے ننھے بچوں اور ان کی دکھیاری ماؤں کے خیال سے اپنے آنسو ضبط کر لئے تھے مگر ان کے دل کی زمین پر سلگتے آنسوؤں کی مسلسل جھڑی لگی ہوئی تھی۔۔۔ بے کلی کسی کل چین نہیں لینے دیتی تھی۔۔۔ کبھی اٹھتی تھیں، کبھی بیٹھ جاتی تھیں، کبھی ٹہلنے لگتی تھیں، تو کبھی خیمے کے

پردے کی اوٹ سے باہر دیکھتی تھیں ــــ کبھی فضہؓ سے کہتی تھیں کہ وہ باہر جاکر دیکھیں کہ حسینؑ کیا کر رہے ہیں، کہاں ہیں ــــ؟ ان کا دل حسینؑ میں ہی اٹکا ہوا تھا ــــ محسوسات حسینؑ کے ساتھ ساتھ تھے ــــ حسینؑ پر بیتنے والی ہر گھڑی زینبؑ پر قیامت بن کر ٹوٹ رہی تھی۔

دشمنوں کی جانب سے جنگ کی تیاریوں کی آوازیں بڑی دیر سے سنائی دے رہی تھیں ــــ ہتھیاروں کی جھنکار نیزوں کے ٹکرانے کی آواز، گھوڑوں کے ہنہنانے کی صدا، صفوں کو درست کرانے والے سپہ سالاروں کے احکامات اور سپاہیوں کے قدموں کی دھمک قریب آرہی تھی ــــ خیموں کی یہ چھوٹی سی بستی نشانے پر تھی۔ زینبؑ کی پریشانی میں ہر لحظہ اضافہ ہو رہا تھا ــــ ناناؐ کی امت کی گمراہی انہیں تباہی کے کس گڑھے میں ڈال رہی تھی ــــ مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کس تیزی سے جہنم کی طرف بڑھتی جارہی تھی ــــ ناناؐ کی محنتوں کا یہ کیسا صلہ تھا؟ کہ ان ہی کے پیاروں کو تہہ تیغ کرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں جن سے محبت کرنے کا تقاضا قرآن پاک میں رقم ہے۔

حسینؑ نے بھی ایک آزمودہ کار سالار لشکر کی طرح اپنی جانب سے تیاریاں کی تھیں ــــ انہوں نے رات ہی خیموں کی طنابیں ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر انہیں ایک مضبوط حصار بنا دیا تھا ــــ عقب میں ایک

خندق کھدوا کر اسے جھاڑ جھنکاڑ سے بھروا دیا تھا تاکہ بوقت جنگ اس میں آگ لگا کر دشمن کو پشت کی جانب سے حملہ کرنے سے روکا جاسکے۔

نوجوان اپنے اپنے ہتھیار سنبھال کر حسینؑ کے گرد جمع ہوگئے تھے ــــ بیبیاں زینبؑ کے خیمے میں چلی آئی تھیں کہ صورتحال سے باخبر رہیں ــــ جھکی ہوئی کمر والی بوڑھی فضہؓ جو باہر کے حالات معلوم کرنے گئی تھیں ــــ خیمے کا پردہ اٹھا کر اندر داخل ہوئیں تو چہرہ جوش سے چمک رہا تھا ــــ اپنی جھکی ہوئی کمر سیدھی کرتے ہوئے بولیں: "ثانیٔ زہراؑ ــــ! اللہ نظر بد سے بچائے تمہارے ماں جائے، میرے لاڈلے حسینؑ کی آن بان پر نگاہ نہیں ٹکتی ــــ میں کیا کہوں کہ وہ کس شان سے اپنی مٹھی بھر فوج کے درمیان کھڑا ہے ــــ ایسی فوج نہ کہیں دیکھی نہ سنی ــــ نوخیز لڑکوں، کڑیل جوانوں، پختہ عمر والوں سفید بھوؤں اور جھکی ہوئی کمر والے بوڑھوں کی پیشانیاں کیسی روشن ہیں ــــ ان کی آنکھوں میں عزم و استقلال کی کیسی نرالی چمک ہے ــــ بیٹی ــــ! ان کے چہرے تو مسرت سے کھلے جارہے ہیں ــــ وہ اتنے خوش اور مطمئن نظر آرہے ہیں کہ میں نے انہیں کبھی اتنا مسرور اور آسودہ نہیں دیکھا ــــ بریر ہمدانیؓ اور عبدالرحمٰنؓ انصاری جیسے سنجیدہ لوگ بھی آپس میں پر مزاح گفتگو کررہے ہیں ــــ میں قربان جاؤں اپنے راج دلارے حسینؑ اور اس کے ساتھیوں پر، انہیں بتیس ہزار کی فوج کی کوئی

پروا ہی نہیں ـــ ایسی نرالی فوج تو ساری دنیا میں ڈھونڈے سے نہیں ملے گی ـــ بتیس سوار ہیں اور چالیس پیادے ـــ ہزاروں کی فوج کے سامنے سینہ تانے کھڑے ہیں ـــ حسینؑ نے ان کی صف بندی کر دی ہے ـــ میمنہ پر زہیر ابن قینؓ اور میسرہ پر حبیب ابن مظاہرؓ کو مقرر کیا ہے اور علم لشکر تو ہمارے شیر عباسؑ کے سوا اور کس پر سجتا ہے ـــ خیموں کے پیچھے جو خندق کھدوائی تھی اس میں آگ لگا دی گئی ہے ـــ حسینؑ نے ناقہ طلب کیا تو میں پلٹی کہ آپ کو بتاؤں کہ اللہ رکھے خدا کے اس لشکر کی کیا شان ہے ـــ سبحان اللہ ـــ!"

زینبؑ کا دل جو کہیں ٹھہرتا نہیں تھا قدرے پرسکون ہوا، دوسری بیبیاں بھی اطمینان محسوس کرنے لگیں کہ فضا میں حسینؑ کی آواز گونجی:

"اے گروہ مردم ـــ!!! میری بات سنو ـــ!!!

"ہائے میں صدقے جاؤں ـــ میرا بچہ ـــ میرا حسینؑ ـــ اتمام حجت کے لئے ان ملعون یزیدیوں کو پھر راہ راست پر لانے کی ایک کوشش کرنا چاہتا ہے ـــ میں چل کر دیکھتی ہوں۔" فضہؓ نے کہا اور عجلت میں کمر تھامتیں خیمے سے باہر نکل گئیں۔

زینبؑ اور دوسری بیبیاں ہمہ تن گوش ہو کر حسینؑ کے پر اعتماد

لہجے اور شفاف لفظوں کو سننے لگیں جو یزیدیوں کو آئینہ دکھلا رہے تھے۔

”جلدی سے کام نہ لو۔۔۔ یہاں تک کہ مجھ پر جو تمہارا حق ہے۔۔۔ اس کے ماتحت تم کو نصیحت و ہدایت کا فریضہ ادا کرلوں اور تمہارے سامنے حقیقت حال بیان کروں کہ میں تمہاری جانب کیوں آیا ہوں۔۔۔؟

اگر تم نے میرے بیان کو صحیح سمجھتے ہوئے تسلیم کرلیا اور میرے ساتھ انصاف سے کام لیا تو یہ تمہاری خوش قسمتی ہوگی اور تم جان لو کہ میری مخالفت کی وجہ کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔۔۔ اور اگر تم نے میرے بیان کو قبول نہ کیا اور انصاف سے کام نہ لیا تو شوق سے مجتمع کرلو اپنی طاقتوں کو اور اکٹھا کرلو جس جس کو چاہو اپنے ہم خیالوں میں سے اور کوئی کوشش اٹھا نہ رکھو۔۔۔ پھر پوری طاقت سے بغیر ایک دم کی بھی مہلت دیئے ہوئے میرا خاتمہ کردو۔۔۔ پس میرے لئے میرا پروردگار ہی کافی ہے۔۔۔ جس نے قرآن نازل کیا اور وہی اپنے نیک اعمال بندوں کا مددگار ہے۔“

زینبؑ جیسے جیسے اس جاں بخش صدا کو سنتی تھیں ـــ دل میں درد جاگتا تھا ـــ روح میں ایک گھاؤ سا لگتا تھا ـــ وہ مجاہدوں کے اس خاندان کی بیٹی تھیں جن کی زندگیاں ہی میدان جہاد میں گزری تھیں ـــ وہ جانتی تھیں کہ اس غیر متوازن جنگ کا انجام کیا ہونے والا تھا ـــ اس تصور سے ہی سارے وجود میں ایک ٹیس سی اٹھتی تھی کہ اب جان سے پیارے بھائی کی صورت کبھی نظر نہیں آئے گی۔ مگر عزم ہر پل جوان ہوتا تھا ـــ ولولے تروتازہ تھے اور میدان کی صورتحال دیکھ کر سر فخر سے بلند ہوتا تھا ـــ ایک حسینؑ تنہا، اکیلے، ہزاروں کے سامنے سر اٹھائے کھڑے اپنی سچائی اور حقانیت کا اعلان کر رہے تھے اور کسی کو ٹوکنے کی جرأت نہیں تھی ـــ

"ذرا بتاؤ تو سہی کہ میرے قتل پر تم کس لئے آمادہ ہوئے ہو؟ کیا کسی اپنے مقتول کا قصاص چاہتے ہو جسے میں نے قتل کر دیا ہو یا اپنے کسی مال کا مطالبہ رکھتے ہو جسے میں نے تلف کیا ہو، یا کسی زخم کا بدلہ چاہتے ہو جو میرے ہاتھ سے کسی کو لگا ہو ـــ؟"

ہر طرف خاموشی تھی ـــ کسی طرف سے کوئی آواز نہیں آتی تھی ـــ فضہؓ نے چمکتے ہوئے سرخ چہرے کے ساتھ پھر خیمے میں جھانکا اور جوش سے بھری ہوئی آواز میں بولیں: "سن رہی ہو ناں ثانیٔ زہراؑ ـــ! میرا

لعل حسینؑ کس طرح ان یزیدیوں کو للکار رہا ہے اور ان لعینوں کی زبانوں میں گرہ پڑی ہوئی ہے، ان جہنمیوں کی آنکھیں جھکی جا رہی ہیں ــــ کسی ایک میں بھی مجال نہیں کہ میرے معصوم حسینؑ پر جھوٹا الزام ہی لگا دے۔"

"اماں فضہؓ سنو تو سہی حسینؑ کس طرح ان کے نام لے لے کر پکار رہے ہیں جنھوں نے انہیں خط لکھ کر بلایا ہے اور اب ان یزیدیوں کے ساتھ کھڑے ہیں۔" زینبؑ نے متوجہ کیا۔

فضہؓ پھر خیمے کا پردہ اٹھا کر باہر نکل گئیں: "اچھا! میں ابھی دیکھ کر آتی ہوں کہ وہ لعین اب کیا جواب دیتے ہیں؟"

حسینؑ کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی جو معمولی لوگوں کا نہیں ان سرداروں کا نام لے لے کر پکار رہے تھے جو لشکر یزید کے مختلف دستوں کی قیادت کر رہے تھے۔

"او شیث ابن ربعی ــــ! اے حجار ابن الجبر ــــ! اے قیس ابن اشعث ــــ! اے یزید ابن حارث ــــ! بولو اب بولتے کیوں نہیں ــــ؟ کیا تم نے ہمیں یہ نہیں لکھا تھا کہ کھیتیاں لہلہا رہی ہیں، چشمے پانی سے چھلک رہے ہیں ــــ آیئے اور ہماری ہدایت کیجئے کہ ہم نے ظالم حاکم کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کر دی ہے۔"

اب جبکہ ان سرداروں کی سازش سامنے آگئی تھی جو اس وقت لشکر یزید کے سپہ سالار بنے ہوئے تھے اور انہیں خطرہ تھا کہ کہیں حکومت کی جانب سے ان کی اس غداری پر ان سے باز پرس نہ ہو انہوں نے ڈھٹائی سے انکار کر دیا کہ وہ خطوط انہوں نے نہیں لکھے ـــ تو حسینؑ نے انہیں مخاطب کیا اور ایک اور تجویز پیش کی:

"اللہ اکبر! حقیقت سے اس قدر کھلا ہوا انکار ـــ! بے شک تم نے خطوط میں یہ سب لکھا تھا ـــ لیکن اگر تم اس سے انکار کرتے ہو اور میرا یہاں آنا تمہیں پسند نہیں تو مجھے واپس چلے جانے دو ـــ کسی ایسی جگہ جہاں میں امن و امان سے زندگی گزار سکوں۔"

دوسری طرف سے پھر کوئی بے ضمیر سپہ سالار بولا: "آپ یزید کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے؟"

حسینؑ کا جلال بجلی کی طرح کڑکا:

"خدا کی قسم ـــ! میں ذلت کے ساتھ اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دوں گا ـــ نہ ہی غلاموں کی طرح اپنی جان بچا کر بھاگوں گا ـــ میرے لئے میرا پروردگار ہی کافی ہے کہ میں اس کے سوا کسی پر بھروسہ

کرنا جانتا ہی نہیں۔"

حسینؑ کے دو ٹوک لہجے نے پھر ان کی زبانوں کو گنگ کر دیا۔۔۔ سناٹا تھوڑے سے وقفے پر محیط ہوا اور حسینؑ کے ساتھیوں حبیب ابن مظاہرؓ اور زہیر ابن قینؓ کا خطاب سنائی دینے لگا:

"یقیناً اللہ نے ہماری اور تمہاری آزمائش کی ہے، اپنے نبی محمد رسول اللہؐ کے اہلبیتؑ کے ذریعے سے تاکہ وہ دیکھے کہ ہم اور تم ان سے کیا سلوک کرتے ہیں۔۔۔ ہم تم سب کو دعوت دیتے ہیں کہ حسینؑ کی مدد کرو اور یزید ابن معاویہ کا ساتھ چھوڑ دو کہ اس کی حکومت کے تمام دور میں سوائے برائی کے کوئی اچھائی ظاہر نہیں ہوئی۔۔۔ یہ لوگ تمہاری آنکھوں میں سلائیاں پھرواتے، تمہارے ہاتھ پاؤں قطع کراتے، تمہیں سولیاں دلواتے اور تمہارے نیک اعمال اشخاص کو قتل کرواتے رہے ہیں۔"

یہ آوازیں پہچانی ہوئی تھیں۔۔۔ پچھلے دس روز سے کانوں میں پڑتی رہی تھیں۔۔۔ معلوم تھا کہ حسینؑ کے ساتھیوں کی آوازیں ہیں لیکن ان کے بعد یکایک ایک نئی آواز ابھری جو اس سے پہلے کبھی سنی نہیں تھی اور

اس آواز میں بولنے والا پورے زور اور اعتماد کے ساتھ یزیدیوں کو پھٹکارنے لگا:

"خدا تمہیں غارت کرے ــــ تم ان بزرگوار کے قتل پر آمادہ ہو اور انہیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے جو رسول اللہؐ کے عزیز ترین ہیں ــــ تم نے ان کے اہل حرم، بچوں اور اصحاب کو فرات کے اس بہتے ہوئے پانی سے روک دیا ہے ــــ جسے یہودی، نصرانی اور مجوسی تک پیتے ہیں اور عراق کے سور اور کتے اس میں لوٹتے ہیں ــــ مگر یہ لوگ ہیں کہ پیاس کی شدت سے ان کی جان لبوں پر ہے ــــ یہ کیا برا سلوک ہے جو تم رسول اللہؐ کے بعد ان کے اہلبیتؑ کے ساتھ کر رہے ہو؟ تم کو خدا اس شدت والی پیاس کے دن سیراب نہ کرے، اگر تم آج ابھی اور اسی وقت توبہ نہ کرلو اور اپنے اس طرز عمل سے پشیمان ہو کر باز نہ آجاؤ۔"

زینبؑ اور دوسری بیبیاں غور سے سن رہی تھیں کہ فضہؓ کی جوش میں بھری ہوئی آواز سنائی دی اور انہوں نے پھر خیمے کا پردہ اٹھا کر اندر جھانکا: "ثانیٔ زہراؑ ــــ! مبارک ہو، دشمن کا ایک سپہ سالار اپنے بھائی، بیٹے

اور غلام کے ساتھ میرے لاڈلے حسینؑ کی طرف چلا آیا ہے ـــ یہ اسی کی آواز ہے ـــ واہ ـــ! ان لعینوں کو کیسا پھٹکارا ہے اس نے“ ـــ

”خدائے بزرگ و برتر اسے جزائے خیر دے، وہ کون ہے؟ کس قبیلے سے ہے؟ کچھ معلوم ہوا؟“ زینبؑ نے پوچھا۔

”بیٹی یہ وہی تو ہے جو راستے میں ملا تھا اور ٹلتا نہیں تھا ـــ ساتھ ساتھ لگا ہوا تھا کہ ابن زیاد ملعون کا حکم پورا کر کے ہی دم لوں گا کہ حسینؑ کو نہر فرات سے دور بے آب و گیاہ زمین پر اتارا جائے۔“ فضہؓ نے بتایا۔

”اچھا وہ حر ابن یزید ریاحی ـــ! جس نے بھائی حسینؑ کے گھوڑے کی لگام میں ہاتھ ڈالا تھا۔“ زینبؑ نے پوچھا۔

”ہاں بیٹی ـــ! وہی حر ـــ بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ حسینؑ کی خدمت میں آیا تھا ـــ پاؤں نہیں چھوڑتا تھا ـــ باربار کہتا تھا کہ میری خطا معاف ہو سکتی ہے ـــ؟ اللہ رکھے میرا حسینؑ تو اپنے ناناؐ کی طرح رحمت ہی رحمت ہے ـــ اس نے ایک لفظ کہے بغیر بھائی حر کہہ کر گلے سے لگالیا ـــ پھر تو وہ ایسا جوش میں بھرا کہ ابھی یزیدیوں پر جاپڑتا ـــ لیکن حسینؑ نے روک دیا کہ ہماری طرف سے پہل نہیں ہوگی ـــ تو اس نے یزیدیوں سے خطاب کرنے کی اجازت لی ـــ دیکھو کیسے ان کے مردہ

ضمیروں کو جھنجھوڑ رہا ہے۔"

بیبیوں کے چہرے اپنی سچائی پر اعتماد سے کچھ اور روشن ہو گئے ــــ زینبؑ ابھی کچھ کہنے ہی والی تھیں کہ یکایک ایک مکروہ آواز بلند ہوئی: "اے سپاہ لشکر ــــ! میں ہوں تمہارا سالار اعلیٰ عمر بن سعد بن ابی وقاص ــــ! تم گواہ رہنا کہ حسینؑ کی طرف پہلا تیر میں نے چلایا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی کمان کھینچنے کا کڑاکا ہوا اور لپکتے ہوئے تیر کی سرسراہٹ صاف سنائی دی اور اس کے پیچھے پیچھے ہی کمانوں کے کڑکنے، چلوں کے کھینچنے اور تیروں کے ہواؤں کو چیرنے کی خوفناک آوازیں یوں مسلسل آنے لگیں کہ ہر طرف ایک شور سا مچ گیا۔

"الٰہی خیر۔" فضہؓ دل تھام کر گرتی پڑتیں باہر لپکیں۔

تیروں کی یہ بارش اور حسینؑ کا چھوٹا سا لشکر، یہ تصور بھی کسی تیر سے کم نہیں تھا جو زینبؑ کے دل میں پیوست ہو گیا تھا ــــ تیروں کے سنسنانے کا لحظہ لحظہ بڑھتا شور ہر آن جیسے زینبؑ کے اپنے وجود کو چھلنی چھلنی کر رہا تھا ــــ بند خیمے کے اندر حالات کو جاننے کا ذریعہ آوازوں کے سوا کچھ اور نہیں تھا ــــ خیمے کا پردہ ذرا سا سرکا کر دیکھتی تھیں تو گرد و غبار سے اٹی فضا اور سنسناتے تیروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا ــــ سبھی بیبیوں کو حسینؑ کے مٹھی بھر لشکر کی فکر کھائے جاتی تھی جن کا نشانہ لیکر یزیدیوں

کی ہزاروں کمانوں سے تیر ہر لمحہ رہا ہو رہے تھے۔

اس بے ہنگم شور پر حسینؑ کی پر اعتماد آواز چھا گئی ــــ جس میں شجاعتوں کا شکوہ اور پختہ عزم کی گونج تھی:

"اے اصحابؓ باصفا ــــ!

صف آرا ہو جاؤ ــــ موت کے استقبال کے لئے جو بر حق ہے ــــ

خدا اپنی رحمت تمہارے شامل حال رکھے ــــ

یہ تیر نہیں دشمن کے قاصد ہیں جو تمہاری جانب روانہ کئے جا رہے ہیں" ــــ

تکبیر کی صدائے مستانہ بلند ہوئی اور ہزاروں کی تعداد کے مقابلے میں مٹھی بھر بہادروں نے سینہ تان کر کمانیں اٹھائیں اور یزیدیوں کی جانب تیر چھوڑ کر ان پر واضح کر دیا کہ حق کے علمبردار دلوں میں ایسی بے پایاں قوت رکھتے ہیں جس کو زیر کرنا آسان نہیں ہو گا۔

زینبؑ اور دوسری بیبیوں کے چہرے جوش سے تمتما گئے ــــ حسینؑ کے لشکر کا جوش خون کے ساتھ ان کی اپنی رگوں میں گردش کرنے لگا ــــ نعرۂ تکبیر کی ایمان افروز صداؤں میں اپنے پیاروں کے لہجے پہچان پہچان کر دلوں کی قوت بڑھنے لگی ــــ شجاعوں کے شجاع خاندان سے تعلق

تھا۔۔۔ حرب وضرب کی رموز ہر روز گھر کے آنگن میں سکھائی جاتی تھیں۔۔۔ تلوار کے وار، مبارزطلبی کے نعرے اور للکارنے کی صدائیں سبھی کچھ جانا بوجھا تھا۔۔۔ اسی لئے میدان جنگ کی سمت سے آتی ہوئی جنگ و جدل کی ہر لحظہ بڑھتی ہوئی آوازوں سے جنگ کے اتار چڑھاؤ کا اندازہ ہو رہا تھا۔۔۔ اب نہ کسی کی جانب سے فکر تھی، نہ پریشانی، نہ تردد نہ تکدر، فکر تھی تو یہی کہ اللہ کے لشکر کا بول بالا ہو۔۔۔ توحید کے متوالے سرخرو ہوں اور حسینؑ کے پیاسے لشکر کی مظلومیت کی فتح کا اعلان ہر ایک ظالم کی زبان پر ہو۔

"ثانیٔ زہراؑ! مبارک ہو، یزیدیوں نے منہ کی کھائی ــ جہنمی اپنے سیاہ چہرے چھپائے پھرتے ہیں۔" فضہؓ کی جوش سے بھری ہوئی آواز پہلے سنائی دی اور وہ خیمے کا پردہ اٹھا کر بعد میں اندر داخل ہوئیں، بوڑھا چہرہ جوان نظر آتا تھا اور جھکی ہوئی کمر سیدھی ہوگئی تھی۔ زینبؑ اٹھ کر قریب آگئیں، دوسری بیبیوں نے بھی انہیں گھیر لیا ــ

فضہؓ اس طرح جوش میں بھری ہوئی تھیں کہ منہ سے بات نہیں نکلتی تھی: "واہ! کیا خدا کی شان ہے ــ اللہ کے شیر ایسے ہی تو ہوتے ہیں ــ وہ موئے یزیدی، جہنمیوں کے سردار تو پینترے بدل بدل کر حملے کر رہے ہیں اور میرا حسینؑ، میرا شیر عباسؑ، اپنے مٹھی بھر مجاہدوں کو اس طرح لڑا رہے ہیں کہ شجاعت کے اس معجزے کے سامنے یزیدیوں کو کچھ سوجھتا نہیں ــ پہلے اللہ ماروں نے تیروں کا مینہ برسایا ــ پھر گھوڑوں کے

دستے آگے بڑھائے تو ہمارے مجاہدوں نے گھٹنے ٹیک کر یکدم نیزے ان کی طرف اٹھا دیئے ــــ نیزے گھوڑوں کی گردن تک پہنچے تو وہ بدک کر واپس پلٹ گئے ــــ جس پر دست بدست لڑائی شروع ہوئی، کچھ اپنے مجاہد جنت کو سدھارے ہیں ــــ لیکن ہمارا علمدار عباسؑ بیس بیس، اور تیس تیس سواروں کے دستے کو جس طرف حملے کا اشارہ کر دیتا ہے اس طرف دشمنوں کی صفوں کی صفیں اس طرح ایک دوسرے پر گرتی ہیں کہ آخری صفیں کوفہ شہر کی دیواروں سے ٹکراتی ہیں" ــــ

اور بیٹا ــــ! یزیدیوں کے سواروں کے دستوں کے ملعون افسر عروہ بن قیس نے عمر سعد لعین کو عبدالرحمٰن بن حصین کے ہاتھ پیغام بھیجا ہے کہ "تم دیکھتے نہیں ہو کہ صبح سے اس چھوٹی سی جماعت کے ہاتھوں ہماری فوج کی کیا حالت ہوگئی ہے ــــ تازہ دم پیادے اور تیر انداز دستے جتنی جلد ہو سکے بھجواؤ" ــــ

بیبیوں نے بارگاہ خداوندی میں شکرانے کے ہدیے نذر کئے ــــ زینبؑ نے اطمینان کے لہجے میں کہا: "حمد ہے اس خدائے قادر و توانا کے لئے جس نے مٹھی بھر پیاسی فوج کو ہزاروں کا مقابلہ کرنے کی ہمت بخشی ہے ــــ دیکھ لو اماں فضہؒ ــــ! ظہر کا وقت قریب آچلا ہے اور ہمارے شیر نہ تھکے ہیں نہ پیچھے ہٹے ہیں۔"

"اور وہ ملعون ان پیاسوں کے مقابلے کے لئے تازہ کمک منگوا رہے ہیں۔" فضہؓ نے ملامت کے لہجے میں کہا۔

"اللہ ان کے بد ارادوں کو فسخ کرے ــــ ظہر کا وقت سر پر آگیا ہے ــــ حسینؑ کو تو نماز کی فکر ہوگی ــــ زینبؑ نے کہا ــــ "اللہ ہی جانتا ہے کہ حسینؑ نماز اور عبادت سے کتنا شغف رکھتے ہیں۔"

"پتا نہیں وہ دشمن خدا و رسولؐ نماز بھی ادا کرنے دیں گے یا نہیں ــــ؟" کسی نے اندیشہ ظاہر کیا۔

"حرمت والے مہینے میں تو انہوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی ہے ــــ نواسۂ رسولؐ پر تین روز سے پانی بند کر رکھا ہے ــــ انہیں قتل کرنے کے درپے ہیں ــــ انہیں نماز کی بھلا کیا پروا ہوگی؟"

ابھی یہ بات منہ میں ہی تھی کہ یکایک دوڑتے ہوئے قدموں کی دھمک سے زمین ہلنے لگی ــــ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں، جنگی نعروں کا شور، کمانوں کے کڑکنے اور تیروں کے سنسنانے کی آوازیں ہر طرف پھیل گئیں ــــ اڑتے ہوئے گرد و غبار اور ریت کے ذروں سے خیموں کے اندر کی فضا بھی اس طرح آلودہ ہوگئی کہ سانس لینا دشوار ہوگیا ــــ بیبیاں پریشان ہوگئیں ــــ بچے گھبرا کر رونے لگے ــــ فضہؓ اور دوسری کنیزیں باہر لپکیں ــــ زینبؑ نے پریشانی سے زیرلب کہا: "خدایا ــــ! تو ہی ہماری

حفاظت کرنے والا ہے ــــ شاید دشمنوں کی تازہ کمک آن پہنچی ہے۔"

شور غل، ہنگامہ، گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں، زخمیوں کی کراہیں ــــ جنگی نعروں کی بلند آہنگ گونج، تیروں کے چلنے اور تلواروں کے ٹکرانے کی اوازیں اس قدر بلند اور قریب سنائی دے رہی تھیں کہ یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ کتنی گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے اور قرب و جوار میں ہی ہے ــــ ان آوازوں نے میدان جنگ کا نقشہ جیسے دل کی زمین پر اتار دیا تھا ــــ یہ آوازیں ــــ تیروں کی تیزی اور تلواروں کی کاٹ لئے سارے وجود میں پیوست ہوتی جارہی تھی ــــ دلوں پر ہاتھ اور لبوں پر دعائیں تھیں لیکن کسی دل میں کوئی کمزوری اور کسی لب پر کوئی پریشانی کا لفظ نہیں تھا۔

فضہؓ اس وقت واپس لوٹیں جب شور و ہنگامہ تھم گیا ــــ غیر مانوس آوازیں اور گھوڑوں کی ٹاپیں پیچھے ہٹ گئیں اور قدرے سکون کی فضا طاری ہوئی ــــ فضہؓ کا ہاتھ بوڑھی کمر پر تھا اور رخساروں پر آنسو رواں تھے ــــ ان کے ساتھ دوسری کنیزیں بھی روئی روئی سی تھیں ــــ زینبؑ نے آگے بڑھ کر انہیں سہارا دیا اور مضبوط لہجے میں بولیں: "اماں ــــ! بھائی حسینؑ اور ان کے ساتھی یہاں شہادت کی طلب میں آئے ہیں ــــ ان کے دل کی ساری آرزوئیں اسی ذات واحد سے وابستہ ہیں جو کائنات کا خالق ہے اور جس نے اپنے رسول محمدؐ سے ہمیں وابستہ کر کے قابل عزت و افتخار بنایا

ہے۔ آپ ہمارے بہادروں کا حال تو کہیں۔ ہم ان کی بے مثال شجاعتوں کی وہ روداد سننے کو بیتاب ہیں جو وہ اپنے خون سے کربلا کی گرم ریت پر تحریر کر رہے ہیں۔"

فضہؓ نے آنسو پونچھ دیئے اور کمر سیدھی کر کے بولیں:

"ثانئ زہراؑ۔! ملعون یزیدیوں کے تیر انداز دستوں نے اس قدر نزدیک آکر تیروں کی بارش کی ہے کہ ہمارے مجاہدوں کے پاس ان سے بچنے کا نہ کوئی طریقہ تھا نہ حربہ۔ ڈھالیں بھی کبھی تیروں کی بارش کو روک سکی ہیں۔ لیکن آفرین ہے میرے حسینؑ کے جانثاروں پر کہ انہوں نے اپنے جسم حسینؑ اور ان کے خاندان والوں کے لئے ڈھال بنا دیئے اور میں قربان جاؤں ان کی جرأتوں اور شوق شہادت پر کہ تیروں کی اس برسات میں بھی وہ تلواریں سونت کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور برستے تیروں میں دشمنوں کی صفوں پر جا پڑے اور ان پر ایسا جی توڑ کر حملہ کیا کہ ان ملعونوں کو پسپا کر کے ہی دم لیا۔ لیکن۔!" فضہؓ نے ایک آہ سرد کھینچی۔

"بیٹا! جنگ کی اس بھٹی سے گزرنا آسان تو نہیں تھا۔ میرے حسینؑ کی مٹھی بھر فوج اور مختصر ہو گئی ہے۔ اصحابؓ کے گھوڑے تو سب کے سب ختم ہو گئے ہیں اور شہادت کا رتبہ پا کر جو سرخرو ہوئے ہیں پچاس سے کیا کم ہوں گے اور میرا لاڈلا حسینؑ ایک ایک صحابیؓ کے سرہانے جا کر

اس کا سر اپنی گود میں رکھتا ہے اور اس آخری وقت میں اسے جنت الفردوس کی بشارت دیتا ہے ـــ پھر اس شہید کا لاشہ دوسرے جوانوں کے ساتھ آپ اٹھا کر لاتا ہے اور "گنج شہداء" میں رکھ دیتا ہے۔"

یہ لفظ نہیں تیرو تبر تھے جو ہر دل میں اتر کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر گئے تھے ـــ سارا خیمہ آہوں اور سسکیوں کی آوازوں سے بھر گیا ـــ سیدانیوں کے رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے ـــ حسینؑ کے ساتھیوں کی رشتہ دار خواتین بھی سر و سینہ پیٹنے لگیں ـــ زینبؑ برستی آنکھوں کے ساتھ حسینؑ کے وفادار ساتھیوں کی بیویوں اور رشتہ دار خواتین کو گلے سے لگا لگا کر انہیں تسلی و تشفی دینے لگیں ـــ ان کی جانثاریوں کی توصیف و ستائش کرنے لگیں ـــ ان کے احسانوں کا شکریہ ادا کرنے لگیں ـــ ان کی دلجوئی کرنے اور انہیں جنت کی بشارت دینے لگیں ـــ

غم اور مصیبت میں گھرا ہوا یہ وقت بہت بھاری تھا۔۔۔ دکھ اور اذیت سے اٹا ہوا اس کا لمحہ لمحہ بڑا کربناک تھا۔۔۔ دشمنوں کی سنگدلی اور شقاوت کچھ اور واضح ہوگئی تھی۔۔۔ اس کے ساتھ حسینؑ کے وفادار ساتھیوں کے بچھڑ جانے کا غم اور حسینؑ کے کچھ اور تنہا رہ جانے کا خیال سوہان روح تھا۔۔۔ زینبؑ کی بے کلی انہیں چین نہیں لینے دیتی تھی۔۔۔ خیمے میں پریشانی سے ٹہلتی ہوئیں وہ ایک کنیز سے بولیں: "باہر جاکر عونؑ و محمدؑ کو دیکھو۔۔۔! دونوں میں سے جو بھی نظر آئے اسے بلا کر لے آؤ۔۔۔ جلدی کرو فوراً جاؤ۔"

کنیز پردہ اٹھا کر خیمے سے باہر نکلی اور ابھی اسے گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ خیموں کے قریب کچھ ایسا شور و ہنگامہ برپا ہوا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔۔۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے دشمن نے

ایک بار پھر دھاوا بول دیا ہے ــــ ان کے نعروں کی گونج، سرداروں کے للکارنے کی آوازیں بہت پاس سے ہو کر گزر رہی تھیں ــــ ایسا لگتا تھا کہ جیسے دشمن ابھی خیموں پر ٹوٹ پڑیں گے ــــ ارد گرد کی زمین ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے لرز رہی تھی ــــ بچے ماؤں کی گودیوں میں دبک گئے تھے ــــ ننھی سکینہؑ، زینبؑ کے گلے سے لگ گئی تھیں ــــ سیدانیاں اپنے آپ میں ہی سمٹ کر ہراساں نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھیں کہ نہ جانے کب بہت نزدیک سنائی دینے والی آوازیں خیموں پر چڑھ دوڑیں ــــ شور و غل اور ہنگامے سے پر یہ لمحات بڑی پریشانی میں گزرے، پھر خیمے کا پردہ اٹھا اور وہی کنیز جو کچھ دیر پہلے عونؑ و محمدؑ کو دیکھنے باہر گئی تھی دوڑتی ہوئی اندر آئی ــــ اس کا چہرہ فق ہو رہا تھا اور سانس سے سانس نہیں مل رہی تھی ــــ سر و سینہ پیٹ کر وہ دہائی دیتی ہوئی بولی: ”ارے غضب خدا کا! کیا یہ لوگ مسلمان ہیں ــــ؟ کیا یہ رسول اللہؐ کے امتی ہیں ــــ؟ نہیں نہیں ارے یہ تو انسان بھی نہیں ہیں ــــ وحشی درندے ہیں مردود ــــ ابھی تیروں کا مینہ برسا کر ان کا دل نہیں بھرا کہ ہزاروں کی فوج ایک بے بس غریب الوطن کے خیموں پر دھاوا بولنے کو چڑھ دوڑی ہے۔“

”خدایا خیر۔“ زینبؑ نے بے ساختہ کہا۔

سب نے اس کنیز کو گھیر لیا اور فکر مندی سے اس کی جانب تکنے

لگیں، وہ پریشانی سے گویا ہوئیں: "اللہ رکھے اپنے مجاہدوں نے صبح سے ہزاروں کی فوج کو روک رکھا ہے اور ایسی شدید جنگ کر رہے ہیں جو دنیا میں خلق خدا کی نگاہوں سے کبھی نہیں گزری۔ مگر ان بزدلوں کو دیکھو۔ خدا انہیں غارت کرے اب پشت سے حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ مولا حسینؑ نے تو پہلے ہی پشت پر خیموں کی طنابیں ایک دوسرے سے باندھ کر حفاظتی دیوار بنا رکھی ہے۔ یزیدی یہ دیکھ کر پلٹ گئے اور اس ملعون عمر ابن سعد کو خبر ہوئی تو اس نے خیموں کی طنابیں کاٹنے کو دستے بھیجے ہیں۔ مگر ہمارے شیر بھی غافل نہیں، جو دھاوا کر کے آتا ہے اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں کوئی بچ کر نہیں جاتا۔" وہ سانس لینے کو رُکی۔

"تو یہ سارا شور و ہنگامہ اسی لئے اتنا قریب سنائی دے رہا ہے۔" کسی نے کہا۔

"اور اب اس ملعون نے خیموں کو آگ لگانے کا حکم دیا ہے۔ مولا حسینؑ نے تو کہہ دیا ہے کہ انہیں آگ لگا لینے دو۔ اس طرح بھی وہ پشت سے حملہ نہیں کر سکیں گے۔ ان کی لگائی ہوئی آگ خود انہیں روکے گی۔ وہ خیمے تو ہیں ہی خالی۔"

جلتے سورج کی گرمی سے تپتی فضا میں حدت و حرارت یکایک کچھ اور بڑھ گئی۔ خیمے کی فضا میں بھی دھوئیں اور گھٹن کا احساس ہونے لگا۔

ننھے بچے کھانسنے لگے ــــ بیبیوں کے دم سینے میں گھٹنے لگے ــــ دشمنوں کے شور و غل میں ایک مکروہ آواز بالکل برابر سے صاف سنائی دی : "جلدی کرو ــــ حسینؑ کے خیمے کو حسینؑ سمیت آگ لگادو ــــ تاکہ یہ قصہ ہی تمام ہو" ــــ

حسینؑ کا خیمہ بیبیوں کے خیموں سے متصل تھا ــــ اس بے رحم آواز نے زینبؑ کا دل ٹکڑے ٹکڑے کردیا ــــ انہیں وہ آواز یاد آئی جو ان کے گھر کی دہلیز کے باہر گونجی تھی : "علیؑ کو بیعت کرنے کے لئے باہر نکالو، ورنہ ہم اس گھر کو آگ لگادیں گے۔"

یہ اسی آواز کا تسلسل تھا جو اہلبیت نبیؐ کو اپنا مدمقابل سمجھ کر انہیں زیر نگیں کرنا چاہتی تھی یا انہیں ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دینا چاہتی تھی تاکہ راستہ صاف ہو جائے اور کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ رہے۔ آج وہی آواز ایک بار پھر حسینؑ سے مطالبۂ بیعت کرتے ہوئے آگ لگانے کی دھمکی دے رہی تھی ــــ حسینؑ بھی اسی باپ کے بیٹے تھے، نہ علیؑ نے اس مطالبۂ بیعت کے سامنے سر جھکایا تھا نہ حسینؑ ہی اس سے مرعوب تھے ــــ فوراً ہی حسینؑ کی پرہیبت للکار اس مکروہ آواز پر حاوی ہوگئی : "او شمر ملعون ــــ! توجو آگ میرے خیمے کو جلانے کے لئے منگوا رہا ہے وہ تیرا اپنا نصیب بنے گی۔"

اور اس کے بعد کسی اور کو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

یہ ایسی کھلی ہوئی شقاوت اور کمینگی تھی کہ اس کے خلاف آواز دشمن کی اپنی صفوں میں سے اٹھی۔ کچھ سرکردہ عہدہ داروں نے صاف کہا: "شمر ابن ذی الجوشن! کچھ تو خدا کا خوف کرو۔ ہم نے آج تک ایسی شرمناک بات کبھی سنی ہی نہیں، نہ ہی اس سے بدتر اقدام کبھی دیکھا ہے۔ حسینؑ کے خیمے کو آگ لگا کر تم عورتوں کو خوفزدہ کرنا چاہتے ہو۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ حسینؑ کا خیمہ ان کے اہل حرم کے خیموں سے متصل ہے؟"

یہ بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ تکبیر کی ایمان افروز صدا گونجی اور جوش میں بھری ہوئی للکار نے سب کو اپنی جانب متوجہ کر لیا: "میں ہوں زہیرؓ، قین کا فرزند! جب تک میرے جسم میں جان باقی ہے میں اپنی تلوار کے ساتھ دشمنوں کو اپنے مولاؑ و آقا حسینؑ سے دفع کرتا رہوں گا۔"

تکبیر کی گونج بار بار سنائی دینے لگی۔ تلواروں سے تلواریں ٹکرائیں۔ فضا میں گرد و غبار پھیل گیا۔ زخمیوں کی کراہیں دوڑتے ہوئے قدموں کی دھمک اور گھوڑوں کے ہنہنانے اور پینترے بدلنے کی خوفناک آوازیں صاف سنائی دینے لگیں۔ یہ جنگ بالکل خیموں کے قرب و جوار میں ہی ہو رہی تھی۔ زینبؑ اور دوسری بیبیاں پریشان حال دم بخود ان آوازوں کو سن سن کر جنگ کی شدت کا اندازہ کر رہی تھیں۔ کنیزیں

پہلی تکبیر کی آواز پر ہی دوڑ کر باہر نکل گئی تھیں کہ صورتحال کا پتا چلائیں ــــ وہ خبر لائیں کہ زہیرؓ ابن قین نے دس مجاہدوں کے ہمراہ شمر اور اس کے دستوں پر دلیرانہ حملہ کر کے اسے فرار پر مجبور کر دیا ہے لیکن اپنے دو مجاہد بھی معراج شہادت پر فائز ہو گئے ہیں۔"

"اصحابؓ میں سے ابو ثمامہؓ صاعدی نے حسینؑ سے کہا ہے کہ دشمن بہت قریب آگئے ہیں ــــ لیکن قسم بہ خدا جب تک میری جان میں جان ہے میں آپ پر آنچ نہیں آنے دوں گا ــــ میں شہادت کا بے حد مشتاق ہوں ــــ لیکن چاہتا ہوں کہ ہم سب ایک آخری نماز آپ کی اقتداء میں ادا کر لیں۔"

حسینؑ نے مسرور ہو کر انہیں دعا دی ہے: "ابو ثمامہؓ ــــ! تم نے نماز کو یاد کیا ہے، خدا تم کو نماز گزاروں اور نماز کو یاد رکھنے والوں میں محشور کرے۔"

اور اب مولا حسینؑ نے یزیدیوں کو کہلا بھیجا ہے کہ کچھ دیر جنگ روک دیں تاکہ نماز ادا کی جا سکے۔

"اللہ اکبر!" زینبؑ نے تڑپ کر کہا۔ "انقلاب زمانہ ہے کہ وہ فرزند رسولؐ جس کے گھر سے نماز کی بنیادیں قائم ہوئی ہیں ــــ امت سے ایک نماز پڑھنے کی مہلت مانگ رہا ہے۔"

کنیز کی آنکھوں میں بھرے ہوئے آنسو اس کے رخساروں پر بہہ گئے: "ثانیء زہراؑ! میں کس زبان سے ان الفاظ کو اپنی زبان پر لاؤں جو ان جہنمیوں نے فرزند رسولؐ سے کہے ہیں۔۔۔ خدا حصین ابن تمیم پر لعنت کرے۔۔۔ وہ سگ ناپاک صف سے باہر آکر بھونکا: "حسینؑ تمہاری تو نماز ہی قبول نہیں۔"

حسینؑ کے بچپن کے دوست حبیب ابن مظاہرؓ بھلا یہ گستاخی کس طرح برداشت کرسکتے تھے؟ انہوں نے وہیں اس کا منہ توڑا: "او ملعون۔۔۔! تیرے زعم باطل میں رسول اللہؐ کے فرزند کی نماز تو قبول نہیں ہے اور تیری ہے؟"

"وہ نابکار تلوار لے کر حملہ کرنے پر تیار ہوگیا۔۔۔ حبیبؓ بھلا کہاں پیچھے ہٹنے والے تھے۔۔۔ وہ فوراً ہی حسینؑ کے سامنے یہ کہتے ہوئے جھکے: "مولاؑ! مجھے اجازت دے دیجئے کہ میں یہ نماز جنت معلیٰ میں آپ کے نانا رسول اللہؐ کی اقتداء میں جاکر پڑھوں۔"

مولا حسینؑ نے دعا دی۔۔۔ حبیبؓ نے ایسا حملہ کیا کہ وہ ملعون گھوڑے سے گر پڑا اور اس کے ساتھی اسے بچالے گئے۔۔۔ حبیبؓ جوش میں رجز پڑھتے صفوں پر ٹوٹ پڑے۔۔۔ حسینؑ کے مہمان حرؓ بھی یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آگئے۔۔۔

"میں شمشیر زنی کروں گا۔۔۔

اس بہترین خلائق کی جانب سے۔۔۔

جس کے قیام نے سر زمین حرم کو عظمت بخشی ہے"۔۔۔

جنگ کی آگ ایک بار پھر بھڑک اٹھی اور ابو ثمامہ صائیدی بھی مولاؑ سے اجازت لے کر اس میں شامل ہو گئے۔۔۔بے جگری سے لڑے اور یہ حسرت دل میں ہی لے کر جنت کو سدھار گئے کہ حسینؑ کی اقتداء میں نماز ادا کریں۔"

"اللہ اکبر ـــ اللہ اکبر ـــ!"

اذان کے ایمان افروز الفاظ اور حسینؑ کی سرور عشق کے لحن میں ڈوبی ہوئی آواز ریگزار کربلا میں یوں بلند ہوئی کہ کائنات کا ذرہ ذرہ دل بن کر دھڑکنے لگا۔

حسینؑ کے موذن تو مسروقؒ بن حجاج تھے ـــ لیکن صبح عاشور کی اذان دینے کے لئے حسینؑ نے اپنے اٹھارہ سالہ کڑیل جوان بیٹے علی اکبرؑ کو منتخب کیا تھا جو صورت و سیرت، کردار و گفتار میں رسول اللہؐ کی تصویر تھے ـــ جن کی رسول اللہؐ سے مشابہ آواز اس بات کی منادی تھی کہ حد نگاہ تک پھیلے ہوئے دشمن یزیدی یہ جان لیں کہ رسول اللہؐ کے قرابتدار کون ہیں؟ اور اب پیاسے حسینؑ کی اپنی آواز یہ اعلان بن کر گونج رہی تھی کہ دشمن دیکھ لے کہ خداوالے کون ہیں؟

پیاسے حسینؑ کی یہ لازوال سرمدی صدا زینبؑ کے دل پر جا لگی ـــــ وہ حسرت سے جگر تھام کر اس آواز کو اپنی روح میں اتارنے لگیں کہ حالات اپنے منہ سے بول رہے تھے کہ بہت جلد یہ آواز بظاہر ہمیشہ کیلئے ڈوب جانے والی تھی لیکن اس کی فاتح گونج رہتی دنیا تک "اذان" کی محافظ بن کر سنائی دیتی رہے گی۔

اذان ختم ہوگئی ـــــ زینبؑ بھی نماز کے لئے کھڑی ہوئیں اور اپنے پروردگار کے حضور بندگی کی نذر گزارنے میں یوں منہمک ہوگئیں کہ انہیں اس کی خبر ہی نہیں ہوئی کہ کمانوں کے کھنچنے، تیروں کے سنسنانے، یزیدیوں کے للکارنے اور ناسزا کلمات کہنے کی آوازیں اس طرح مسلسل آرہی ہیں کہ صاف پتا چلتا ہے کہ جنگ رکی نہیں۔ زینبؑ نے آخری سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھا عونؑ و محمدؑ سامنے کھڑے ہیں ـــــ لباسوں پر خون کے چھینٹے، چہروں پر جوش، آنکھوں میں خون اور تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ ـــــ زینبؑ سے نگاہ ملی تو دونوں نے سلام کیا۔ زینبؑ نے استفسار کیا: "نماز ہوگئی بیٹا ـــــ؟"

عونؑ مضطرب لہجے میں بولے: "مادر گرامی ـــــ! ان یزیدیوں نے نماز پڑھنے کی مہلت ہی کب دی ـــــ؟ اس لئے ماموں جان نے نماز خوف ادا کرنے کا حکم دیا ـــــ ایک صف نماز کے لئے کھڑی ہوئی اور دوسری اس

کے سامنے حفاظت کی دیوار بن گئی ــــ دشمنوں نے تیر نہیں روکے اور سعیدؓ ہر تیر اپنے جسم پر لیتے رہے ــــ نماز کے ختم ہوتے ہوتے سعیدؓ تیروں سے چھلنی ہوکر گر پڑے ــــ آخری وقت بھی ان کی زبان پر یہی تھا: "اگر ستر مرتبہ بھی میرے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جائے تو بھی میں اپنے مولاؑ کے قدموں سے جدا نہیں ہوں گا۔"

"اللہ انہیں جزائے خیر دے جن کے ایمان کی روشنی سے کربلا میں اجالا ہے" ــــ زینبؑ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ــــ پھر بیٹوں کی طرف کچھ تیز نظر سے دیکھا ــــ "عونؑ و محمدؑ ــــ! بیٹا ماموں پر ایسا کڑا وقت اور تم" ــــ

زینبؑ کے ادھورے سوال نے دونوں کو تڑپا دیا ــــ محمدؑ ہونٹ کاٹ کر بولے: "مادر گرامی! ماموں حسینؑ کے اصحابؓ ہم عزیزوں میں سے کسی کو آگے بڑھنے ہی نہیں دیتے ــــ ان سب نے تو عہد کیا ہے کہ جب تک ان میں سے ایک بھی زندہ ہے وہ یزیدیوں کی تلواروں کو ہمیں چھونے بھی نہیں دیں گے۔"

"اماں جان! اس صبر و ضبط میں تو ہمارا دل خون ہو گیا ہے ــــ ہم سب نے بہت کوششیں کیں کہ کسی طرح میدان جنگ میں اتر جائیں لیکن ماموں کے اصحابؓ مانتے ہی نہیں ــــ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہوتے ہوئے

اگر آلِ محمدؐ کے خون کا ایک قطرہ بھی گرا یا کسی کو زخم لگا تو ہم رسول اللہؐ اور ان کی پیاری بیٹی کو روزِ محشر کیا منہ دکھائیں گے؟"

"اللہ اکبر ــــ! حمد ہے اس پروردگار کے لئے جس نے میرے بھائی کو ایسے وفادار ساتھی عطا کئے ہیں ــــ وہی انہیں بہترین جزا عطا کرنے والا ہے" ــــ زینبؑ نے شدتِ جذبات سے بھیگی ہوئی آواز میں کہا اور عونؑ و محمدؑ سے بولیں: "اچھا جانِ مادر ــــ! اب تم جاؤ اور جلدی سے اپنے ماموں حسینؑ کو بلا کر لے آؤ۔"

دونوں تیزی سے باہر لپکے اور تھوڑی ہی دیر میں قدموں کی مخصوص چاپ کے ساتھ خیمے کا پردہ اٹھا ــــ بے قراری سے ٹہلتی ہوئی زینبؑ، حسینؑ کے رخِ روشن کی جانب تکتی ہی رہ گئیں ــــ شہیدوں کے خون سے گلرنگ لباس، مگر کمر سیدھی اور سر بلند، روشن پیشانی پر سینکڑوں خورشید نثار ہو رہے تھے ــــ جمالِ جہاں آرا پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی ــــ زینبؑ نے بڑھ کر بلائیں لیں، سورۂ والناس پڑھ کر دم کی اور حسینؑ کا بازو تھام کر بولیں: "بھائی ــــ! بہت کڑا وقت آ گیا ہے ــــ دشمن قریب آ گئے ہیں ــــ میں نے شمر ملعون کی گستاخانہ آوازیں اپنے کانوں سے سنی ہیں ــــ مجھے پتا چلا ہے کہ اس دشمنِ خدا و رسولؐ کی جسارتیں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ اس نے آپ کے خیمے پر نیزہ مارا ہے ــــ اسے جلانے کے درپے ہوا ہے۔"

حسینؑ کے جمال جہاں افروز چہرے پر ایک مطمئن مسکراہٹ جگمگائی: ''شمر کے اپنے ساتھیوں نے ہی اسے پھٹکار کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ لوگ جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ غلط ہے۔''

''لیکن پھر بھی بھائی حسینؑ ــــ! یہ وقت بہت بھاری ہے ــــ میں نے ناناؐ سے سنا ہے اور باباؑ بھی یہ فرماتے تھے کہ صدقہ مصیبتوں کو ٹالتا اور بلاؤں کو دور کرتا ہے ــــ حسینؑ! میرے ماں جائے ــــ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ــــ یہ بڑی مصیبت کا وقت ہے ــــ میں آپ کا صدقہ اتارنا چاہتی ہوں کہ شاید کچھ ردِ بلا ہو جائے ــــ شاید ناناؐ کی امت ناناؐ کا کچھ پاس و لحاظ کر کے اس گناہ عظیم سے اپنا دامن بچالے'' ــــ زینبؑ نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا اور حسینؑ کے پیچھے مودب کھڑے ہوئے عونؑ و محمدؑ کو قریب آنے کا اشارہ کیا ــــ وہ چند قدم آگے بڑھ کر زینبؑ کے دائیں بائیں کھڑے ہوگئے ــــ زینبؑ نے دونوں کے شانوں کے گرد بازو پلیٹ کر سچے لہجے میں کہا: ''یہ دونوں آپ کا صدقہ ہیں حسینؑ ــــ عبداللہؑ نے اسی لئے انہیں میرے ساتھ بھیجا ہے ــــ ایک میری طرف سے اور ایک ان کے باپ عبداللہؑ کی طرف سے آپ کا صدقہ ہے ــــ آپ کو میرے حق کا واسطہ میرا یہ صدقہ قبول فرمالیجئے ــــ شاید مصیبت کی یہ گھڑی سہل ہو جائے۔''

حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو آگئے ــــ انہوں نے دونوں کو گلے

سے لگالیا اور پیار سے بولے: ''حوصلہ رکھو زینبؑ ـــــ! ابھی مصائب کی شدت اتنی نہیں بڑھی کہ میں تمہاری کل کائنات اس پر وار دوں ـــــ کیا ہوا جو کچھ ساتھی عہدۂ شہادت پر فائز ہوگئے ہیں ـــــ پھر بھی ہمارے وہ شجاعوں کے شجاع ابھی باقی ہیں جو جنگ کا پانسہ پلٹنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔''

عونؑ و محمدؑ بے چین ہوئے اور زینبؑ سے آنکھوں ہی آنکھوں میں سفارش کرنے کے لئے کہا۔ زینبؑ نے دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھا اور مضبوط لہجے میں بولیں: ''اللہ ہمارے شجاعوں کو سلامت رکھے اور نظربد سے بچائے ـــــ لیکن بھائی حسینؑ ـــــ! عونؑ و محمدؑ کے لئے تو میں نیت کر چکی ہوں یہ دونوں اب آپ کا صدقہ ہیں ـــــ یہ قربان ہوں تو مصیبتوں کے بادل شاید کچھ چھٹیں۔''

عونؑ و محمدؑ کی آنکھوں میں سچی خوشی جھلمل جھلمل کرنے لگی ـــــ انہوں نے پُرامید نگاہوں سے حسینؑ کی طرف دیکھا ـــــ حسینؑ کو ان کی بیتاب آنکھوں میں شوقِ شہادت امنڈتا نظر آیا ـــــ انہوں نے پیار سے دونوں کی پشت تھپتھپائی اور محبت سے بولے: ''اپنے ان تر و تازہ پھولوں کو کچھ دیر اور مہک لینے دو زینبؑ ـــــ ان کا ماموں ان کی پیاری خوشبو سے چند ساعتیں اور اپنے مشامِ جاں کو معطر رکھنا چاہتا ہے۔''

خیمے کی نیم تاریکی میں چودھویں کا چاند چڑھا تو زینبؑ والہانہ شیفتگی سے آگے بڑھیں ـــ پیار سے مہر منور ایسی پیشانی چومی: ''خدا کا شکر ہے میرے چاند، تمہاری پیاری صورت تو نظر آئی ـــ اللہ تمہیں سلامت رکھے ـــ نظرِبد سے بچائے میری جان ـــ تم تو نانا رسول اللہؐ کی تصویر ہو ـــ ہم جب بھی ان کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں تو تمہیں دیکھ لیتے ہیں علی اکبرؑ'' ـــ

علی اکبرؑ نے ان کا بازوٗ تھاما اور قدم قدم ساتھ چلتے ہوئے بولے: ''پھوپھی اماں! میں بھی آپ کو دیکھنے کے لئے بے قرار تھا لیکن یزیدی تو ایک پل کی مہلت نہیں دے رہے ـــ ہر طرف سے شدید دباؤ ڈال رہے ہیں ـــ لیکن باباؑ کے ساتھیوں نے بھی جانثاری کی حد کردی ہے ـــ اللہ انہیں جزائے خیر دے جب تک ان کے دم میں دم تھا ـــ وہ ہم بنوہاشم

سے ایک ایک نے جام شہادت نوش نہیں کر لیا۔۔۔ انہوں نے ہم میں سے کسی کو میدان جنگ کا رخ نہیں کرنے دیا۔"

زینبؑ نے بھیگی ہوئی پلکوں کو اپنی چادر سے صاف کیا: "بیٹا۔۔۔! تمہارے باباؑ کو اپنے اصحابؓ پر فخر ہے۔۔۔ وہ یونہی تو نہیں کہتے کہ ایسے اصحابؓ نہ نانا رسول اللہؐ کو ملے تھے نہ بابا علیؑ کو۔۔۔ بیشک ان کے مقام بلند پر اہل بہشت بھی رشک کریں گے۔"

علی اکبرؑ فرش پر بیٹھ گئے۔۔۔ سر جھکایا اور کچھ سوچنے لگے۔۔۔ پھر سر اٹھایا۔۔۔ زینبؑ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ناناؐ کے جمال جہاں آرا سے ترشے ہوئے دلنشیں پیکر پر نثار ہوتے ہوئے محبت سے کہا: "پھوپھی کے دل کی راحت، آنکھوں کی ٹھنڈک۔۔۔ بیٹا اکبرؑ۔۔۔! مجھ سے کچھ کہنے میں تم کبھی نہیں ہچکچائے تھے۔۔۔ آج اتنا تردد کیوں کر رہے ہو؟"

علی اکبرؑ کی خوبصورت آنکھیں چمک اٹھیں۔۔۔ انہوں نے لاڈ سے اپنا سر زینبؑ کی گود میں رکھ دیا اور مسکراتے ہوئے بولے: "مشکل کشا کی بیٹی ہیں نا آپ پھوپھی اماں! آپ نے میری مشکل حل کر دی ہے۔"

زینبؑ نے مشکبار گیسو سنوار کر پوچھا: "کیسی مشکل جان مادرؑ؟"

"میں سوچ رہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کروں۔۔۔؟" علی اکبرؑ

نے کہا۔

"کونسی بات ــــ؟" زینبؑ نے پوچھا۔

"میری ماں تو آپ ہیں پھوپھی اماں! آپ نے ہمیشہ میری ہر فرمائش پوری کی ہے ــــ کبھی میری بات نہیں ٹالی ــــ آج بھی اسی مان کے ساتھ آپ کے پاس آیا ہوں" ــــ علی اکبرؑ نے کہا۔

"ہاں! کہو میری جان" ــــ زینبؑ نے ممتا کے دلار سے پھول سا رخسار چھوا۔

"پھوپھی اماں ــــ! آج تو ان وعدوں کے وفا کرنے کا دن ہے جو روز الست ہوئے تھے جو ہمارے پاس ایک امانت کی طرح محفوظ ہیں ــــ اللہ کے دین کا تحفظ ہم سب کا فریضہ ہے ــــ نانا رسول اللہؐ کا حق سب پر فائق ہے ــــ اجازت دیجئے پھوپھی اماں کہ آپ کی گود کا پالا، فرض کی پکار پر لبیک کہے، اس حق کو ادا کرے جو ہم سب پر واجب ہے۔"

زینبؑ نے بے ساختہ علی اکبرؑ کے پیاس سے تڑخے ہوئے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا: "نہیں بیٹا! میں نے عونؑ اور محمدؑ کو جو تمہارا صدقہ کیا ہے۔"

"پھوپھی اماں ــــ! ہم تو سب صدقہ ہیں ناناؐ کے دین کا، ہماری جانیں، ہمارا مال اور ہمارا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹانے کے لئے تو ہے۔"

"پھوپھی کی جان ـــ! پھوپھی تیرے صدقے جائے ـــ تم جانتے ہو نا کہ سب تمہیں کتنا چاہتے ہیں ـــ تمہارے باباؑ تو تمہیں دیکھ دیکھ کر جیتے ہیں۔ بیٹا ـــ! ان کے دل پر تو ابھی ان کے وفادار ساتھیوں کے زخم تازہ ہیں ـــ تم انہیں اور دکھ نہ دو۔"

علی اکبرؑ نے مسکرا کر زینبؑ کی ردا کو چوما: "پھوپھی اماں ـــ! باباؑ نے ہی تو مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ سے اجازت لے لوں ـــ وہ چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے ان کا بیٹا میدان میں جائے اور میری بھی یہی تمنا ہے۔"

زینبؑ نے ان کا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولیں: "خدایا ـــ! تیرے سوا کوئی نہیں، جس سے ہم فریاد کریں ـــ افسوس کہ ناناؐ کی امت نے میرے بھائی کو کس قدر مجبور کر دیا ہے کہ وہ شبیہ پیغمبرؐ کو ان کی خون آشام تلواروں کے مقابل بھیج رہے ہیں۔"

"پھوپھی اماں ـــ! جلد اجازت دے دیجئے ـــ ایسا نہ ہو کہ یزیدی اس تاخیر کو ہماری کمزوری پر محمول کر لیں۔"

زینبؑ برستی آنکھوں سے علی اکبرؑ کے جوش سے تمتمائے ہوئے چاند چہرے کو پیار سے تکتے ہوئے بولیں: "علی اکبرؑ پہلے عونؑ و محمدؑ کو خود

پر سے صدقہ ہو جانے دو، شاید تمہارے سر سے بلا ٹل جائے۔"

"پھوپھی اماں ـــ! پہلے میں تو باباؑ پر سے صدقے ہو جاؤں۔"

علی اکبرؑ نے بے تابی سے کہا اور زینبؑ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھا۔

"آپ کو میری قسم ـــ! بس اب اجازت دے دیجئے۔"

"اپنی قسم کیوں دے رہے ہو بیٹا۔" زینبؑ نے علی اکبرؑ کا جمال محمدیؐ سے دمکتا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر حسرت سے کہا: "تمہاری ماں، تمہاری بہنوں اور تمہاری اس حرماں نصیب پھوپھی نے اٹھارہ سال تمہاری خوشیاں دیکھنے کے انتظار میں گن گن کر گزارے ہیں ـــ ہمارے ارمان تو دل کے دل میں ہی رہ گئے۔"

علی اکبرؑ نے زینبؑ کے آنسو پونچھے اور پر عزم لہجے میں بولے:

"پھوپھی اماں ـــ! میں نے تو بچپن سے آپ کی لوریوں میں سنا ہے کہ ایک جواں مرد کے لئے اس سے بڑی خوش نصیبی کوئی اور نہیں کہ وہ عروس شہادت سے ہمکنار ہو ـــ ہم حق پر ہیں، ہمیں موت کی کیا پروا ـــ؟"

زینبؑ نے چاند سی پیشانی پر پیار کیا: "شبیہ پیغمبرؐ ہو تم بیٹا ـــ تم ایسا کون ہے ـــ؟ تمہارے باباؑ کو اللہ کی راہ میں لٹانے کے لئے تم ایسا انمول ہیرا ہی چاہئے ـــ جاؤ میری جان ـــ اللہ کی امان میں سدھارو ـــ! بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہماری مراجعت اسی کی جانب ہے۔"

ا. قدموں میں جھک اٹھے ــــ زینبؑ سے اٹھا بھی نہیں
گیا ــــ بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ ان کا سراپا نگاہوں میں بساتے ہوئے
بولیں: "بیٹا ــــ! اپنی ماں اور بہنوں سے بھی مل لو۔"

علی اکبرؑ مڑمڑ کر دیکھتے ہوئے خیمے سے باہر چلے گئے ــــ زینبؑ کے لئے دنیا اندھیر ہوگئی ــــ بمشکل اس خیمے تک پہنچیں جہاں حسینؑ علی اکبرؑ کو ہتھیار سجا رہے تھے اور سبھی بیبیاں آنکھوں میں حسرت کے آنسو لئے علی اکبرؑ کو عروس شہادت کا دولہا بنتے ہوئے دیکھ رہی تھیں ــــ رسول اللہؐ کے تبرکات علی اکبرؑ پر یوں سجے تھے کہ حسینؑ اور ساری سیدانیاں آنسوؤں سے نظر اتارنے لگیں ــــ ایک ایک بی بی علی اکبرؑ کی بلائیں لینے لگیں ــــ ایک ایک بی بی حسرت و یاس سے علی اکبرؑ کا حسین چہرہ تکنے لگیں ــــ علی اکبرؑ آخری سلام کے بعد جیسے ہی باہر جانے کے لئے خیمے کا پردہ اٹھاتے کوئی نہ کوئی بی بی بیتاب ہو کر انہیں روک لیتی کہ چند لمحے اور ان کا دلربا چہرہ پیش نگاہ رہے۔

خیمے کا پردہ کئی بار اٹھا اور کئی بار گرا ــــ بالآخر حسینؑ سب کو تسلی دیکر علی اکبرؑ کو اپنے ساتھ باہر لے گئے اور اٹھارہ بنو ہاشم کی بارات میں دولہا بنے علی اکبرؑ میدان کی جانب یوں روانہ ہوئے جیسے رسول اللہؐ سفر معراج پر روانہ ہوئے تھے ــــ حسینؑ بہت دور تک ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔

علی اکبرؑ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا تو فضاؤں اور ہواؤں نے اس کا جواب دیا ۔۔۔ انہوں نے رجز پڑھا تو پر جوش زندہ لفظوں کی گونج خیموں تک آئی :

"میں ہوں علیؑ ۔۔۔ حسینؑ کا بیٹا ۔۔۔ علیؑ کا پوتا ۔۔۔!
رب کعبہ کی قسم ۔۔۔! رسول اللہؐ کی وراثت کا حق سب
سے زیادہ ہمیں پہنچتا ہے ۔۔۔
خدا کی قسم ۔۔۔! ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ بدکاروں
کی اولاد ہرگز نہیں کر سکتی" ۔۔۔

زینبؑ جو اپنے دل کو سنبھال کر علی اکبرؑ کی ماں ام لیلیٰ اور دوسری سیدانیوں کو تسلی دے رہی تھیں ۔۔۔ کھنچتی ہوئی درِ خیمہ تک چلی آئیں ۔۔۔ میدان کارزار سے تلواروں کے ٹکرانے، گھوڑوں کے دوڑنے اور جنگی نعروں کی آوازوں میں علی اکبرؑ کی رسول اللہؐ جیسی پر جلال آواز صاف پہچانی جارہی تھی۔ عباسؑ، عونؑ و محمدؑ اور قاسمؑ کو باربار درِ خیمہ تک بھیجتے تھے کہ زینبؑ سے علی اکبرؑ کی شجاعتوں کا حال کہتے رہیں ۔۔۔ زینبؑ مجاہدوں کے خاندان کی بیٹی تھیں ۔۔۔ جنگ کے اتار چڑھاؤ کو آوازوں سے سمجھنا جانتی تھیں ۔۔۔ علی اکبرؑ کی تکبیروں کی گونج بتا رہی تھی کہ ان کی تلوار کی کاٹ میدان کارزار میں کہاں کہاں نہیں تھی، خیمے کے پردے سے لگیں زینبؑ،

پھر علی اکبرؑ کی زخم زخم صدا دور سے ابھر کر بکھری: "باباجانؑ! میرا آخری سلام قبول فرمائیے۔"

زینبؑ نے تڑپ کر خیمے کا پردہ اٹھایا— عباسؑ، قاسمؑ اور سارے ہی جوان میدان جنگ کی طرف دوڑتے نظر آئے— زینبؑ دل تھام کر وہیں زمین پر بیٹھ گئیں— علی اکبرؑ کی ماں نے سر سجدے میں رکھ دیا— سیدانیوں کی ہچکیوں اور آہوں نے خیمے کی فضا کو آنسوؤں سے شرابور کر دیا۔ زینبؑ کو کسی کل چین نہیں آرہا تھا— باربار خیال حسینؑ کی طرف جاتا تھا— انہیں بھی زینبؑ نے میدان جنگ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تھا اور اب فتح کے بجتے نقاروں میں حسینؑ کی دل دوز صدائیں ابھر ابھر کر ڈوب رہی تھیں: "علی اکبرؑ—! بیٹا—! مجھے پکارو— مجھے بتاؤ تم کہاں ہو—؟ مجھے آواز دو کہ میں سمت کا تعین کروں— مجھے تو دنیا اندھیر نظر آتی ہے"—

حسینؑ کا درد میں ڈوبا ایک ایک لفظ زینبؑ کے دل کو خون کر رہا تھا— علی اکبرؑ سے بچھڑنے کے غم کے ساتھ ساتھ زینبؑ کو حسینؑ کی فکر کھائے جارہی تھی کہ علی اکبرؑ جیسے کڑیل جوان خوبرو بیٹے کو خاک و خون میں تڑپتا دیکھ کر حسینؑ کے شکستہ دل پر کیا گزرے گی—؟ وہ برستے

آنسوؤں کے ساتھ باربار خیمے کا پردہ ہٹا کر بے قراری سے دیکھتی تھیں کہ حسینؑ کہیں نظر پڑیں تو ان کی دلجوئی کریں ــــ بیٹے کی جدائی کے اس پیکراں دکھ میں ان کی ڈھارس بنیں ــــ پھر اپنے جوانوں کی مانوس آوازیں، ان کے جوشیلے نعرے، قدموں کی دھمک اور حسینؑ کے تڑپتے بین کرتے لفظ: "اے دنیا تجھ پر خاک ہے" خیموں کے قریب آنے لگے۔

زینبؑ نے بے قرار ہو کر خیمے کا پردہ اٹھا دیا ــــ رسول اللہؐ کی تصویر کو خاک و خون میں غلطاں دیکھ کر صبر و ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے ــــ زینبؑ نے بیتابانہ خیمے سے باہر قدم رکھ دیا ــــ چادر کا ایک گوشہ زمین پر گھسٹ رہا تھا اور دل کا درد زبان پر آگیا تھا:

"ہائے بیٹا ــــ! میرے دل کے ٹکڑے ــــ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ــــ

کاش ــــ! میری بینائی جاتی رہتی یا میں زمین میں سما جاتی ــــ

لیکن یہ منظر نہ دیکھتی ــــ

ہائے ــــ! ہماری امیدوں کا سہارا ــــ ہماری تمناؤں کا مرکز ــــ

نانا رسول اللہؐ کی تصویر آج خاک میں مل گئی ہے ــــ

ہمارے جگر پھٹ گئے ہیں — ہمیں کچھ سجھائی نہیں دیتا —
آہ —!! ہم کیسے بے یار و مددگار ہو گئے ہیں۔"

فتح کے نقاروں کا شور تھا تو دشمنوں کی صفوں سے گستاخ زبان درازیاں کرنے لگے ــــ ان کی آگ اگلتی زبانوں کے شعلے خیموں تک آنے لگے : "حسینؑ تمہارے کڑیل جوان کے سینے میں برچھی اتار کر ہم نے تمہارا کلیجہ کیسا چھلنی کیا ہے ــــ اب بھیجو کسی اور کو اگر ہمت ہے تو ــــ اور پھر اس کا انجام دیکھو۔"

ہاشمی خون میں ابال اٹھنے لگا ــــ جوانوں کی شجاعتیں انگڑائیاں لینے لگیں ــــ ان کی مائیں انہیں ہتھیار سجاسجا کر حسینؑ کے پاس بھیجنے لگیں کہ ان کی گود کے پالوں کو سب سے پہلے میدان جنگ میں جانے کی اجازت ملے ــــ تصویر کربلا میں ہاشمی خون رنگ بھرنے لگا ــــ بھائیوں، بھتیجوں، اور بھانجوں کی لاشیں آنے لگیں ــــ زینبؑ اپنے مضطرب دل کو سنبھالتیں ــــ کبھی گود کے پالے لاڈلوں کی خاک و خون میں لتھڑی پیشانیاں چومتیں ــــ

کبھی ان کی سجدے میں گری ہوئی ماؤں کو تسلی دیتیں ــــ کبھی حسینؑ کی دلجوئی کرتیں ــــ کبھی پیاس سے بلکتے چھے ماہ کے شیر خوار اصغرؑ کو گود میں لے کر بہلاتیں ــــ اور کبھی بیمار زین العابدینؑ کی تیمار داری کرتیں ــــ جو کربلا کے بن میں آکر ایسے بیمار ہوئے تھے کہ بخار کی شدت سے ہر وقت غشی کی سی کیفیت طاری رہتی تھی ــــ دوا تو کیا ہوتی ــــ حلق میں ٹپکانے کو پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہیں تھا ــــ اور ان کی حالت تھی کہ کسی طرح سنبھلتی نہیں تھی ــــ

زینبؑ کی آنکھوں سے بہتے آنسو تھمتے ہی نہیں تھے اور زخم زخم دل کو کہیں قرار نہیں تھا ــــ لیکن وہ ہر جگہ تھیں ہر ایک کے ساتھ تھیں ــــ ہر ایک کے پاس کھڑی تھیں ــــ دونوں بیٹے باربار آکر التجا کرتے تھے کہ انہیں حسینؑ سے میدان جنگ میں جانے کی اجازت دلوائی جائے۔ زینبؑ نے کئی بار انہیں حسینؑ کے پاس بھیجا تھا ــــ لیکن حسینؑ ہر بار انہیں واپس بھیج دیتے تھے ــــ زینبؑ کے لئے یہ خیال ہی سوہان روح تھا کہ ان کے بچے ابھی تک راہ خدا میں کام نہیں آئے تھے ــــ

ایک بار جو حسینؑ کسی کام سے خیمے میں آئے تو زینبؑ نے دامن تھام لیا: "حسینؑ میرے عونؑ و محمدؑ کو میدان جنگ میں کیوں نہیں بھیجتے ــــ؟ وہ تو صدقہ ہیں ــــ وہ آپ پر نچھاور ہونے کے لئے ہیں ــــ

خدا کے لئے انہیں جلد میدان میں بھیجئے کہ شاید مصیبت میں کمی آئے۔۔۔ سر سے بلا ٹلے۔"

حسینؑ بے ساختہ رو دیئے: "زینبؑ تمہاری آغوش کے پھولوں کو میں کس طرح خاک میں ملادوں۔۔۔؟"

"یہ اللہ کا مال ہے حسینؑ اور اسی کے راستے میں کام آنے کے لئے ہے۔۔۔ عونؑ و محمدؑ دونوں بہت پریشان ہیں۔۔۔ اگر آپ نے انہیں اجازت نہ دی تو وہ اس غم اور محرومی میں اپنی جانیں دے دیں گے۔۔۔ ازبرائے خدا میرے بھائی! میں نے تو ان دونوں پر کب سے صدقے کی نیت کی ہے۔۔۔ مجھے اس فریضے سے سبکدوش ہو جانے دیجئے۔" زینبؑ نے منت کی۔

ماں کے پیچھے کھڑے ہوئے عونؑ و محمدؑ بھی آگے بڑھ آئے۔۔۔ پاس ادب سے احتراماً خاموش رہے۔۔۔ لیکن حسینؑ کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر خاموشی اور احترام کی زبان میں میدان جنگ میں جانے کی اجازت مانگنے لگے۔۔۔

حسینؑ نے بالآخر اجازت دے دی۔۔۔ زینبؑ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔۔۔ دونوں کے سراپے پر تنقیدی نگاہ ڈالی۔۔۔ کہیں کوئی کمی تو نہیں۔۔۔ بال سنوارے، کمریں کس دیں، تلواروں کی دھار دیکھی، کچھ سمجھایا بجھایا،

کچھ حرب و ضرب کے گر بتائے، ایک ساتھ رہنے کی تاکید کی، چاند سی پیشانیاں چومیں اور درِ خیمہ تک ان کے ساتھ یوں مسرور و شاداں چلیں جیسے دونوں دلہنیں بیاہنے چلے ہوں۔

عباسؑ اور حسینؑ نے دونوں کو گھوڑوں پر سوار کرایا ــــ دونوں نے گھوڑوں کو ایڑھ لگائی اور ایسے پرجوش نعرے بلند کرتے میدان جنگ کی طرف بڑھے کہ یزیدیوں کی صفوں میں پرانے جنگ آزماؤں کو حیدر کرارؑ اور جعفر طیارؓ یاد آگئے ــــ ان کے پرجوش رجز شجاعتوں کی اس تاریخ کو دوہرانے لگے جس کا تسلسل بر قرار رکھنے کو وہ شمشیر بکف میدان میں سینہ تانے کھڑے تھے۔

"اے گروہ اشقیاء ــــ! اگر تم نہیں جانتے تو خوب جان لو ــــ
ہم ہیں جعفر طیارؑ کے پوتے اور حیدر کرارؑ کے نواسے ــــ
وہ حیدر کرارؑ جو اسدِ کردگار ہیں ــــ
وہ جعفر طیارؓ جو شہید راہ حق و صداقت ہیں ــــ
جو بہشت کی نورانی فضاؤں میں سبز زمردیں پَروں کے ساتھ محو پرواز ہیں ــــ
کائنات میں یہ شرف و بزرگی صرف ان ہی کا امتیاز ہے" ــــ

جگر کے ٹکڑوں کی شجاعانہ للکار زینبؑ کو درِ خیمہ تک لے آئی جو

گھوڑوں کی ٹاپوں سے اڑتی چنگاریوں ــــ تلواروں کے تلواروں سے ٹکرانے کی چمک ــــ فضا میں اڑتے ہوئے گرد و غبار میں بھی پہچانی جا رہی تھی ــــ بھاگتے ہوؤں کی چیخ و پکار ــــ زخمیوں کی آہ و بکا اور مرنے والوں کی ہچکیاں خیموں تک پہنچ رہی تھیں ــــ پردہ اٹھا کر دیکھتی تھیں تو عباسؑ ان کی شجاعتوں کی داد دیتے نظر آتے تھے ــــ زینبؑ کے لبوں پر حمد پروردگار جاری تھی ــــ عاجزی و فروتنی سے سر بارگاہ ایزدی میں جھکتا جاتا تھا ــــ آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے ــــ

پھر فتح کے نقاروں پر چوٹ پڑی، خوشی کے نعرے بلند ہوئے اور اس شورش ہاؤ و ہو میں دو زخمی آوازیں بلند ہوئیں: "ماموں جان ــــ! ہماری خبر لیجئے۔"

زینبؑ نے خیمے کا پردہ چھوڑ دیا اور سر سجدے میں رکھا ــــ سیدانیوں نے انہیں گھیر لیا اور آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ ان کے سجدے سے سر اٹھانے کا انتظار کرنے لگیں ــــ عباسؑ نے خیمے کے پردے کے قریب آکر کہا کہ عونؑ و محمدؑ کی لاشیں آگئیں ہیں ــــ حسینؑ کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی کہ زینبؑ کہاں ہیں ــــ؟ ان کے دل کے ٹکڑے شہادت کے گلرنگ جوڑے پہنے ان سے رخصت ہونے آئے ہیں ــــ

ام کلثومؑ اور رقیہؑ، زینبؑ کے دائیں بائیں آکر کھڑی ہوگئیں کہ

ان کی ڈھارس بندھائیں ــــ زینبؑ نے سجدے سے سر اٹھایا ــــ آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو پونچھا اور پر وقار لہجے میں بولیں: "بھائی حسینؑ سے کہو کہ لاشیں میدان میں ہی چھوڑ دیں ــــ میں نے عونؑ و محمدؑ کو بھائی حسینؑ کا صدقہ بنایا ہے ــــ اور ہم آل محمدؑ خدا کی راہ میں دی ہوئی چیز کو پھر نہیں دیکھا کرتے۔"

پیاس بچوں کے ہونٹوں پر پپڑی بن کر جم گئی تھی ـــــ ماؤں کی آنکھوں میں آنسو بھی نہیں رہے تھے کہ پیاس سے نڈھال بچوں کو آنسوؤں کی نمی سے ہوش میں لا سکیں ـــــ ننھا اصغرؑ نہ گہوارے میں ٹھہرتا تھا نہ ماں کی آغوش میں ـــــ بخار سے تپتے زین العابدینؑ کے خشک لب پیاس سے تڑخ گئے تھے ـــــ پیاس حلق میں کانٹے بن کر اُگ آئی تھی اور ہر طرف ہلاکت سی بن کر پھیلی ہوئی تھی۔

پیاس سے نڈھال ننھی سکینہؑ، زینبؑ کی گود سے نکلیں اور اپنا چھوٹا سا مشکیزہ اٹھا کر تھکے ہوئے قدموں کے ساتھ ایک ایک خیمے میں جھانکنے لگیں کہ شاید کہیں سے پانی مل جائے ـــــ ان کے ساتھ دوسرے بچے بھی ہولئیے ـــــ مائیں خاموشی سے دیکھتی رہیں کہ اس طرح بچے کچھ دیر کو بہل جائیں گے۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ خیمے کا پردہ اٹھا اور معصوم سکینہؑ

دوڑتی ہوئی اندر آئیں ــــ ان کے کملائے ہوئے پھول چہرے پر جوش اور مسکراہٹ تھی ــــ وہ زینبؑ کا دامن تھام کر بولیں: "پھوپھی اماں ــــ! عباسؑ چچا ہمارے لئے پانی لینے جارہے ہیں ــــ اب دیکھتے ہیں کہ دشمن انہیں کس طرح روکتے ہیں ــــ؟ اب ہم پیاسے نہیں رہیں گے ــــ وہ دشمنوں سے ہمارے لئے پانی چھین کر لے آئیں گے۔"

زینبؑ کا دل دھک سے ہوگیا: "کہاں ہیں وہ؟ انہوں نے تمہارے بابا سے اجازت لے لی ہے؟"

"جی پھوپھی اماں ــــ! باباؑ نے انہیں پانی لانے کی اجازت دے دی ہے ــــ وہ خیمے کے باہر کھڑے ہیں ــــ آپ کو سلام کرنے آئے ہیں ــــ آئیں میرے ساتھ" ــــ سکینہؑ نے زینبؑ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں زمین سے اٹھایا ــــ زینبؑ نے درِ خیمہ سے دیکھا ــــ بنوہاشم کا چاند جو صبح سے میدان میں جانے کی اجازت مانگ رہا تھا اور حسینؑ مصلحتاً ہاں نہیں کہتے تھے ــــ اب ہاتھ میں تلوار کے بجائے سکینہؑ کی سوکھی ہوئی مشک لئے کھڑا تھا۔

زینبؑ نے حسرت سے عباسؑ کے بلند وبالا سراپے کو دیکھا اور ٹھنڈی آہ بھر کر بولیں: "عباسؑ ــــ! تمہیں بھی حسینؑ نے جانے کی اجازت دیدی ہے؟"

"نہیں ــــ! لڑنے کی اجازت نہیں ہے۔" عباسؑ نے سر جھکا کر نیچی نگاہوں سے مؤدب لہجے میں کہا ــــ "مولاؑ کا حکم ہے کہ ہوسکے تو بچوں

کے لئے پانی کی سبیل کروں آپ سے دعا لینے آیا ہوں"۔۔۔ ان کے اندر کا اضطراب اور محرومی ان کے چاند چہرے پر جھلک رہی تھی۔

زینبؑ نے کچھ کہنا چاہا لیکن صرف ان کا مضبوط بازو تھپک کر رہ گئیں۔۔۔ عباسؑ نے سلام کیا۔۔۔ قدموں پر ہاتھ رکھا اور پلٹ گئے۔۔۔ زینبؑ ڈبڈبائی آنکھوں سے شکستہ دل کے ساتھ انہیں جاتے ہوئے دیکھتی رہیں۔۔۔ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو دل ڈوبنے لگا۔۔۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی خاک پر بیٹھ گئیں اور بھرائی ہوئی آواز میں بولیں: "اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ باباؑ نے جو فرمایا تھا اس کے پورا ہونے کا وقت سر پر آ گیا ہے۔"

"کیا فرمایا تھا باباؑ نے؟" ام کلثومؑ نے پوچھا۔

زینبؑ آنسوؤں سے بھیگے لہجے میں بولیں: "مجھے یاد ہے کہ میں بہت کمسن تھی اور باباؑ کی گود میں بیٹھی تھی۔۔۔ باباؑ مجھ سے پیار بھری چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہے تھے کہ میری چادر میرے بازوؤں سے ہٹ گئی۔۔۔ باباؑ نے بیساختہ میرے بازو چوم لئے۔۔۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور گلوگیر لہجے میں بولے: "بیٹی۔۔۔! تمہارے ان ہی بازوؤں میں رسیاں بندھیں گی۔" میں جانتی تھی کہ باباؑ کا فرمان حکمت سے خالی نہیں۔۔۔ لیکن جب بھائیوں سے بھرا گھر دیکھتی تھی تو سوچتی تھی کہ جس بہن کے اٹھارہ بھائی ہوں کس کی ہمت ہے کہ اس کے بازوؤں میں رسی باندھ سکے؟"

"اب کہاں وہ اٹھارہ بھائی" ـــ ام کلثومؑ نے سسک کر کہا ـــ "امت کے بدترین لوگوں نے انہیں کیسا خاک میں ملایا ہے۔"

"ایک عباسؑ کا دم غنیمت تھا ان کے ہوتے کس کی مجال کہ اس طرف میلی آنکھ سے دیکھ سکے لیکن اب تو وہ بھی ہزاروں کے نرغے میں اکیلے بچوں کے لئے پانی لینے گئے ہیں۔" زینبؑ نے فکرمندی سے کہا۔

دل جیسے ٹوٹ سا گیا تھا ـــ ہمت شکستہ ہوگئی تھی ـــ صبح سے اب تک شہیدوں کی لاشوں کے زخم ہی گنے تھے ـــ ان کے ٹکڑے ٹکڑے جسم ہی جوڑنے کا عذاب سہا تھا ـــ اپنوں سے بچھڑنے کا درد ہی جھیلا تھا اور آنے والے بے رحم لمحوں کی خوفناک آہٹیں ہی سنی تھیں ـــ مگر عباسؑ کے ہونے سے پھر بھی ڈھارس تھی ـــ اپنا آپ مجتمع سا لگتا تھا ـــ لیکن اب ـــ! اب تو دامن میں کچھ بھی نہیں رہا تھا ـــ عباسؑ کیا گئے تھے کہ ساری امیدیں اپنے ساتھ لے گئے تھے ـــ نہ درِ خیمہ تک جانے کا حوصلہ تھا ـــ نہ میدان جنگ سے آتی آوازوں سے ہی کچھ بوجھنے کی ہمت رہی تھی۔

اچانک بچوں کا شور سنائی دیا ـــ "چچا عباسؑ پانی لے آئے ہیں ـــ چچا عباسؑ آگئے ہیں ـــ ہمیں ہمارے کوزے دیجئے ـــ ہم جی بھر کر پانی پیئیں گے۔"

زینبؑ کی جان میں جان آئی ـــ وہ عجلت میں اٹھیں ـــ سکینہؑ خوشی کے لہجے میں معصومیت سے کہہ رہی تھیں : "دیکھا میرے چچا میری بات

کبھی نہیں ٹالتے ــــ وہ پانی لے آئے ہیں ــــ ہم نے ان کا علم دور ہی سے دیکھ لیا ہے ــــ وہ اسی طرف آرہے ہیں ــــ چلئے پھوپھی اماں ــــ! چلئے"ــــ

زینبؑ نے خیمے کا پردہ اٹھایا تو دل ڈوب گیا ــــ اپنے قدموں پر کھڑے رہنے کی سکت نہیں رہی ــــ وہیں بے دم سی ہو کر زمین پر ڈھے گئیں ــــ باہر حسینؑ علم کے خون آلود پھریرے کو آنکھوں سے لگائے خاک پر بیٹھے تھے ــــ ان کے لبوں پر کرب سے لتھڑے لفظ آ آکر ٹوٹ رہے تھے : "عباسؑ ــــ! تمہاری شہادت نے تو میری کمر ہی توڑ دی ہے۔"

قریب ہی خالی مشک تیروں سے چھدی پڑی تھی ــــ یزیدی عباسؑ سے مشک نہیں چھین پائے تھے تو ان کے بازو کاٹ دیئے تھے ــــ وہ مشک دانتوں سے تھام کر بھی خیموں تک لے آتے ــــ لیکن کم ظرف یزیدیوں نے مشک کو تیروں سے چھید دیا ــــ مشک سے پانی بہتا رہا اور عباسؑ کا لہو بہتا رہا ــــ مشک خالی ہو گئی تو عباسؑ کی آس بھی ٹوٹ گئی ــــ وہ یزیدیوں کی ہزاروں تلواروں کے زخم سہتے وہیں گھاٹ پر رہ گئے ــــ بچوں کے لئے پانی لانے کی خاطر انہوں نے اپنا خون پانی کی طرح بہا دیا۔

بنو ہاشم کا چاند خاک میں مل گیا ــــ آس کے دیے کی تھرتھراتی لو بھڑک کر بجھ گئی ــــ زینبؑ کبھی اپنی چادر کو دیکھتی تھیں اور کبھی اپنے بازوؤں کو ــــ

”ھل من ناصر ینصرنا“

کیا کوئی مددگار ہے جو ہماری مدد کو پہنچے؟

”ھل من مغیث یغیثنا“

کیا کوئی فریاد رس ہے جو ہماری فریاد کو پہنچے؟

صحرائے کربلا کی جھلستی فضاؤں میں یہ بے کس صدا گونجی تو خاک پر بیٹھی ہوئی زینبؑ نے چونک کر سر اٹھایا۔۔۔ عباسؑ کی شہادت سے آخری امید بھی یوں خاک میں مل گئی تھی کہ مٹی سے اٹھا ہی نہیں جاتا تھا لیکن یہ پہچانی ہوئی آواز سماعت سے ٹکرائی تو زینبؑ تڑپ کر اٹھیں۔

”کیا کوئی ہے جو رسول اللہؐ کے ناموس کو مدینے تک پہنچا دے؟“

بَین کرتی ہواؤں کے ساتھ حسینؑ کے یہ فریادی لفظ خیموں تک آئے تو زینبؑ کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔۔۔ وہ بیتاب ہو کر درِ خیمہ تک

آئیں اور بے کلی سے ہاتھ ملتی ہوئی فضہؓ سے بولیں: "اماں فضہؓ! جلد جاکر حسینؑ کی خبر لو۔۔۔ یہ مصیبت و ابتلاء تو انہیں مار دے گی۔۔۔ ناناؐ کی امت نے انہیں کیسا بے یار و مددگار کردیا ہے کہ وہ اتنے مسلمانوں کے سامنے مدد کے لئے پکارتے ہیں اور کوئی ان کی نصرت کو نہیں آتا۔ اماں! انہیں خیمے میں بلا کر لے آؤ۔۔۔ انہیں کہیں کچھ ہو نہ جائے۔۔۔ ان کی آواز سن کر تو دل پھٹتا ہے۔"

ابھی زینبؑ کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ خیموں میں کہرام سا مچ گیا۔۔۔ باقرؑ دوڑتے ہوئے آئے اور زینبؑ کا دامن تھام لیا: "باباؑ کو روکئے خدا کے لئے باباؑ کو روکئے۔"

زینبؑ نے پریشان ہو کر دیکھا علیؑ زین العابدین ہاتھ میں نیزہ پکڑے اپنے خیمے سے باہر آرہے تھے۔۔۔ رقیہؑ، ام کلثومؑ اور دوسری سیدانیاں انہیں سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔۔ زینبؑ تیزی سے آگے بڑھیں اور ان کا بخار میں پھنکتا وجود تھام کر بولیں: "کہاں جارہے ہو تم بیٹا۔۔۔؟ پھوپھی قربان کہاں چلے ہو۔۔۔؟"

"پھوپھی اماں۔۔۔! آپ نے باباؑ کا استغاثہ نہیں سنا؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں ان کی آواز پر لبیک نہ کہوں۔۔۔؟ ان کی نصرت نہ کروں۔۔۔؟ مجھے جانے دیجئے مجھے مت روکئے"۔۔۔ نقاہت سے ان کی آواز لرز رہی تھی

اور اپنے قدموں پر کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا۔

زینبؑ انہیں گلے سے لگا کر رو پڑیں: "تم بیمار ہو بیٹا — ! تمہاری حالت ایسی نہیں ہے کہ تم میدان جنگ میں جاؤ — حسینؑ تمہیں دیکھ کر اور پریشان ہو جائیں گے — تم تو آل محمدؐ کی آخری نشانی ہو — آؤ میں تمہیں تمہارے خیمے میں لے چلتی ہوں۔"

بخار کی شدت سے ان کا ناتواں جسم خشک پتے کی طرح لرز رہا تھا — ام کلثومؑ اور رقیہؑ نے بھی سہارا دیا اور زینبؑ انہیں تسلیاں دیتیں ان کے خیمے میں لے گئیں اور چمڑے کے اس ٹکڑے پر جو ان کے بستر کے طور پر استعمال ہوتا تھا لٹاتے لٹاتے انہیں غش آ گیا۔

اسی وقت ام ربابؑ گھبرائی ہوئی خیمے میں داخل ہوئیں — چھ ماہ کا ننھا علی اصغرؑ ان کی گود میں اس طرح مچل رہا تھا کہ سنبھالے نہیں سنبھلتا تھا — زینبؑ بے طرح پریشان ہوئیں — صبح سے علی اصغرؑ پیاس سے اس قدر نڈھال ہو گیا تھا کہ اس کے حلق سے آواز بھی نہیں نکلتی تھی — مگر اس وقت اسے کیا ہوا تھا کہ رو رو کر اپنی جان کھو رہا تھا۔

ام ربابؑ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: "خدا کے لئے اسے سنبھالئے — اپنے بابا کے استغاثے کی آواز سن کر اس نے خود کو جھولے سے گرا دیا ہے — اب نہ گود میں ٹھہرتا ہے نہ گھوارے میں ٹکتا ہے —

کیا کروں ــــ؟ کسی طرح سنبھلتا ہی نہیں۔"

زینبؑ کا دل خون ہو گیا ــــ انہوں نے مچلتے ہوئے علی اصغرؑ کو بانہوں میں لے کر سینے سے لگا لیا اور آنسوؤں سے بھیگے ہوئے لہجے میں بولیں: "ام ربابؑ ــــ! تمہارا ننھا اصغرؑ اپنی زبان بے زبانی سے اپنے بابا کو لبیک کہہ رہا ہے ــــ یہ کمسن سہی لیکن ہے تو علیؑ مرتضٰی کا پوتا ــــ یہ حسینؑ کی نصرت کے لئے بیتاب ہے۔"

"خدا کے لئے کسی کو بھیج کر انہیں بلوا لیجئے نہیں تو رو رو کر یہ اپنی جان کھو دیگا ــــ وہ امامؑ وقت ہیں ــــ وہی بہتر جانتے ہیں کہ میرا ننھا کس طرح ان کی نصرت کر سکتا ہے" ــــ ام ربابؑ نے مضطرب لہجے میں کہا۔

"اصغرؑ کو مجھے دے دو زینبؑ اب اسے کہیں قرار نہیں آئے گا۔" حسینؑ کی آواز پر زینبؑ اصغرؑ کو لئے ہوئے ان کی طرف بڑھیں۔

"دیکھئے اس معصوم کی کیا حالت ہو گئی ہے پیاس نے اسے جلا دیا ہے ــــ خدا کے لئے کوئی چارہ کیجئے ــــ میرا اصغرؑ آپ کی نصرت کے لئے بیتاب ہے۔" ربابؑ دبی زبان سے بولیں۔

اصغرؑ نے بھی حسینؑ کی آواز پہچان لی تھی اور قدرے پرسکون ہو گیا تھا ــــ حسینؑ نے گود میں لیا تو ان کے شانے سے لگ کر خاموش ہو گیا ــــ حسینؑ نے گہرا سانس یوں لیا جیسے آہ سی بھری ہو اور بولے:

"اچھا۔۔۔! میں یزیدیوں سے اس کے لئے پانی کا سوال کرتا ہوں شاید کسی صاحب اولاد کو رحم آجائے اور وہ اسے دو گھونٹ پانی پلادیں۔"

ربابؑ کے خشک ہونٹ لرزے مگر وہ کچھ کہہ نہ سکیں۔۔۔ زینبؑ، حسینؑ کے ساتھ ساتھ در خیمے تک چلیں اور باہر جلتی دھوپ دیکھ کر بولیں: "اصغرؑ کو عبا سے ڈھانپ لیجئے باہر دھوپ بہت تیز ہے۔"

حسینؑ پیاسے اصغرؑ کو لے کر جھلتے سورج تلے جا کھڑے ہوئے۔۔۔ زینبؑ جلتے ہوئے دل کے ساتھ در خیمہ سے لگ گئیں۔۔۔ ربابؑ بے کلی سے خیمے کے پردے کو تھامنا چاہتیں لیکن پھر پیچھے ہٹ جاتیں۔۔۔ سیدانیاں، اصغرؑ کی بہن سکینہؑ اور دوسرے بچوں کو بہلانے لگیں جو بار بار پوچھ رہے تھے کہ حسینؑ، اصغرؑ کو کہاں لے گئے ہیں؟

کرب کے لمحے سسکنے لگے۔۔۔ اضطراب سے بھرا ہوا وقت قیامت ڈھانے لگا۔۔۔ کنارِ فرات سے حسینؑ کے کچھ کہنے کی آواز آئی۔۔۔ جواباً عمر بن سعد نے گرج کر حکم دیا: "حسینؑ کے کلام کو قطع کردو۔"

کمان کھنچی، کوئی تیر چلا، اس کی خوفناک سنسناہٹ ہوا کو زخمی کرتی خیموں تک آئی۔۔۔ سیدانیوں کے کلیجے منہ کو آگئے۔۔۔ ربابؑ لڑکھڑا کر زمین پر بیٹھ گئیں۔۔۔ پھر حسینؑ کے قدموں کی آہٹ خیمے کے قریب آتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔۔ زینبؑ نے بے قراری سے پردہ ہٹایا اور یہ دیکھ کر

دھک سے رہ گئیں کہ حسینؑ کا سارا چہرہ خون سے بھرا ہوا تھا۔۔۔ اصغرؑ کو عبا کے دامن میں لپیٹے وہ خیمے سے چند قدم کے فاصلے پر متذبذب کھڑے تھے۔۔۔ کبھی چند قدم آگے بڑھتے۔۔۔ پھر کچھ سوچ کر پیچھے ہٹ جاتے۔۔۔ پھر آگے بڑھتے اور پھر پیچھے ہٹ جاتے۔۔۔ زینبؑ نے بے ساختہ حسینؑ کو پکارا، ربابؑ دونوں ہاتھوں سے دل تھامے قریب آگئیں۔

حسینؑ سر جھکائے خیمے میں داخل ہوئے۔۔۔ ننھے اصغرؑ کے چہرے سے عبا کا دامن ہٹایا اور ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولے: "لو ربابؑ! اپنے لعل کو سنبھالو۔۔۔! ناناؐ کی امت نے فرات کے کنارے تمہارے پیاسے اصغرؑ کو پانی کے بجائے تین دھار کے تیر سے سیراب کیا ہے۔۔۔ اس کا خون میرے چلو میں تھا۔۔۔ آسمان کی طرف اچھالتا تو کبھی ابر رحمت نہ برستا۔۔۔ زمین کو سونپتا تو کبھی زراعت نہ ہوتی۔۔۔ اسی لئے میں نے اسے اپنے چہرے پر مل لیا ہے۔۔۔ میں روز قیامت ناناؐ سے اسی حالت میں ملاقات کروں گا۔"

ربابؑ کے ہونٹوں سے بے ساختہ چیخ نکل گئی۔۔۔ معصوم اصغرؑ کا ننھا ملائم گلا ایک کان سے دوسرے کان تک چھدا ہوا تھا۔۔۔ ربابؑ نے تڑپتے لہجے میں فریاد کی: "ہائے کیا دودھ پیتے بچوں کو بھی اونٹ کی طرح نحر کیا جاتا ہے؟"

زینبؑ نے انہیں تھام کر خاک پر بٹھا دیا۔۔۔ دل خون ہو ہو کر

آنکھوں کے رستے بہنے لگا، لبوں پر درد میں ڈوبی فریاد آپ سے آپ آگئی۔

"ہائے نانا محمدؐ ـــ! ہائے بابا علیؑ ـــ! دیکھئے تو آپ کے دشمنوں نے ہم سے کیا سلوک کیا ہے؟

ہائے افسوس ـــ! کہ انہوں نے اس شیر خوار کا دودھ تیروں سے چھڑایا ہے ـــ

یہ تو ابھی جوان بھی نہیں ہوا تھا ـــ

کہ ـــ

ظالموں نے اس کے ماں باپ کے دلوں کو جلا دیا ہے اس معصوم کو خون سے رنگین کر کے۔"

حسینؑ شیرخوار اصغرؑ کی لاش دفنانے کے لئے لے گئے۔۔۔ انہیں خدشہ تھا کہ یزیدی اپنی طاقت کے نشے میں اس پھول سے جسم کو پامال کرتے ہوئے گھوڑوں کے سموں کو دیکھیں گے بھی نہیں۔

اصغرؑ کی کلکاریوں سے خالی ہو کر خیمے آہوں اور آنسوؤں میں ڈوب گئے تھے۔۔۔ ربابؑ کی خالی گود کی ویرانی یزیدیوں کی سنگدلی اور شقاوت کی انتہا کا حال کہہ رہی تھی۔۔۔ سسکتی ممتا کی ہچکیاں آنے والی مشکلوں کا احساس دلا رہی تھیں۔۔۔ تسلی کا کوئی ایسا لفظ زینبؑ کے پاس نہیں تھا جو ممتا کی ماری ماں کو تسکین دے سکتا۔۔۔ وہ کبھی روتی تڑپتی ماں کو دیکھتی تھیں اور کبھی اس غم رسیدہ باپ کا تصور کر کے زخم زخم ہو جاتی تھیں۔۔۔ جو تیر سے چھدے ہوئے بیٹے کی قبر اپنے ہاتھوں سے کھود کر خود ہی اسے قبر میں اتارنے گیا تھا۔۔۔ زینبؑ نے فضہؓ اور دوسری کنیزوں کو حسینؑ کے پیچھے

بھیجا کہ ان کا خیال رکھیں اور خود ام ربابؑ کو سنبھالتیں۔۔۔ حسینؑ کے لوٹنے کے انتظار میں ایک ایک پل صدیوں کی طرح گزارنے لگیں۔

ننھے اصغرؑ کے دفن میں صرف ہونے والے لمحوں کو جھیلنا آسان نہیں تھا۔۔۔ دل خون ہو ہو کر ان لمحوں کو رنگین کر رہا تھا۔۔۔ آنسوؤں کی جھڑی رکتی نہیں تھی۔۔۔ پھر درِ خیمہ کے قریب قدموں کی چاپ سنائی دی۔۔۔ زینبؑ نے حسینؑ کی آہٹ پہچان کر خیمے کا پردہ اٹھایا۔۔۔ لیکن حسینؑ کو پہچان نہیں پائیں اور سکتے کی سی کیفیت میں ان کی طرف دیکھتی کی دیکھتی رہ گئیں۔

صبح سے اب تک حسینؑ کئی بار خیموں میں آئے تھے۔۔۔ ہر بار ان کے ہاتھوں میں کسی شہید کی لاش تھی۔۔۔ غم و الم کی سنگینی نے حسینؑ کی طرف دیکھنے کی مہلت ہی نہیں دی تھی۔۔۔ آنسوؤں کی دھند میں سے صاف صاف دیکھا ہی نہیں گیا تھا۔۔۔ مگر اب جو حسینؑ کی طرف دیکھا تو دل بیٹھ گیا۔۔۔ شہیدوں کے لہو سے رنگا ہوا لباس، رستے ہوئے زخم، چند پہر میں سفید ہو جانے والی ریش، معصوم بیٹے کے خون سے گلرنگ، جھکی ہوئی کمر اور پیاس سے تڑخے ہوئے ہونٹ۔۔۔

زینبؑ کو ساکت دیکھ کر حسینؑ نے انہیں مخاطب کیا:

"زینبؑ۔۔۔! زین العابدینؑ کا کیا حال ہے؟"

"غش میں پڑے ہیں، بخار کی شدت کم ہونے میں نہیں آتی، نقاہت اتنی ہے کہ کروٹ بھی نہیں بدل سکتے۔"

"آؤ ــــ! میں ذرا انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔" حسینؑ زین العابدینؑ کے خیمے کی طرف بڑھے۔

زینبؑ بھی ساتھ ساتھ چلیں ــــ حسینؑ نے آواز دی تو زین العابدینؑ نے نقاہت سے آنکھیں کھولیں ــــ حسینؑ نے انہیں اٹھا کر بٹھایا ــــ زینبؑ نے ان کے پیچھے بیٹھ کر انہیں سہارا دیا ــــ انہوں نے حسینؑ کی طرف دیکھا تو پریشان ہو گئے ــــ "بابا ــــ! یہ آپ کی کیا حالت ہوئی ہے؟"

"بیٹا! ناناؐ کی امت پر شیطان غالب آ گیا ہے ــــ انہوں نے یاد خدا دل سے بھلا دی ہے۔" حسینؑ نے افسردگی سے جواب دیا۔

زین العابدینؑ نے چاروں طرف نگاہ ڈالی ــــ "چچا عباسؑ کہاں ہیں ــــ؟"

زینبؑ کے دل پر قیامت گزر گئی ــــ دونوں بازو کٹا کر فرات پر رہ جانے والے شیر کے ساتھ ہی ساری امیدیں خاک و خون میں غلطاں ہو گئی تھیں ــــ انہوں نے اپنی سسکیوں کو اپنے اندر ہی گھونٹ دیا۔

حسینؑ نے مضبوط لہجے میں کہا: "بیٹا ــــ! تمہارے چچا عباسؑ نے شہادت کا بلند رتبہ پایا ہے۔"

"اور میرے بھائی اکبرؑ، قاسمؑ، عونؑ و محمدؑ، آپ کے جانثار ساتھی حبیبؓ، مسلمؓ، زہیرؓ سب کے سب کہاں ہیں؟"

حسینؑ نے گہرا سانس لیا — "بیٹا — ! اب مردوں میں ہم ہیں، یا تم ہو" —

بیمار زین العابدینؑ کا دل اتنے داغوں کو نہیں سہار سکا — روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی — زینبؑ نے سنبھالا — حسینؑ نے دلاسہ دیا تو انہوں نے حسینؑ کا بازو تھام کر اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کی کوشش کرتے ہوئے نحیف آواز کو بلند کیا: "بابا — ! مجھے تلوار لا دیجئے کہ میں بھی اپنے فرض کو ادا کر سکوں۔"

"جان پدر — ! تمہارے فرائض میں بڑی کڑی منزلوں کا سفر ہے۔" حسینؑ اتنا کہتے کہتے رو پڑے۔

پھر زین العابدینؑ کو رموز امامت تعلیم کئے — وراثتیں جو زینبؑ کے پاس امانت تھیں ان کے بارے میں بتایا — وصیتیں کیں اور یہ کہہ کر اٹھے: "بیٹا — ! میرے شیعوں کو میرا اسلام پہنچا دینا اور انہیں بتانا کہ ان کا امامؑ کس طرح غربت کے عالم میں فرات کے کنارے پیاسا شہید کیا گیا ہے" —

زین العابدینؑ پر حسینؑ کے لفظ آشکار ہوئے تو انہیں غش آگیا — حسینؑ حسرت سے ان کا زرد بیمار چہرہ دیکھتے ہوئے خیمے سے باہر

نکل آئے اور فضہؓ سے بوسیدہ لباس لانے کو کہا۔۔۔ زینبؑ بھی حسینؑ کے پیچھے چلی آئیں۔۔۔ تو دیکھا کہ حسینؑ اس بوسیدہ لباس کو بھی اپنی تلوار سے چاک چاک کر رہے ہیں۔۔۔ زینبؑ کا دل بھی چاک چاک ہو گیا۔۔۔ یہ پیش گوئیاں تو ان کے دل پر لکھی ہوئی تھیں۔۔۔ انہیں معلوم تھا کہ حسینؑ یہ چاک چاک لباس اپنے لباس کے نیچے پہنیں گے۔۔۔ تاکہ شہادت کے بعد کم ظرف دشمن ان کا لباس لوٹیں۔۔۔ تو لباس کے نیچے اس پھٹے ہوئے لباس کو بیکار سمجھ کر چھوڑ دیں اور وہ برہنگی سے محفوظ رہیں۔۔۔

یہ تصور ہی تڑپا دینے والا تھا۔۔۔ سلگتے سینے کی آہیں فریاد میں ڈھلنے لگیں اور بے ساختہ لبوں پر آگئیں:

"ہائے ہماری تنہائی، ہماری بے بسی۔۔۔ ہائے ہماری مصیبت۔۔۔

ہماری آنکھوں کا تارا۔۔۔ اہل کساء کی آخری یادگار۔۔۔!

رسول اللہؐ کے وارث اور جانشین نے۔۔۔

میدان جنگ میں جانے کا ارادہ کر لیا ہے"۔۔۔

زینبؑ کے دکھی دل کی یہ آہیں ہر ایک کو تڑپا گئیں۔۔۔ ہر آنکھ اشک بار ہو گئی۔۔۔ سیدانیاں سر پیٹنے لگیں۔۔۔ آنسوؤں اور ہچکیوں نے خیمے کی فضا زیر و زبر کر دی۔۔۔ حسینؑ نے زینبؑ کو تھام لیا۔۔۔ تسلی کے لفظ

— لیکن اب اس تسلی میں قرار کہاں تھا— آنسوؤں پر اختیار نہیں تھا اور دل کا درد لفظوں میں نہیں سماتا تھا—

"حسینؑ میرے پیارے بھائی—! آپ کی جدائی کے

احساس نے میرا دل جلا دیا ہے،

آپ سے وداع کے تصور نے میرے جگر کے ٹکڑے

کر دیئے ہیں،

جب میں آپ کی مظلومانہ شہادت کا تصور کرتی ہوں تو

میرا دل خون ہو جاتا ہے—

آہ—! میں یہ سب کچھ کس طرح دیکھ سکوں گی کہ دنیا

آپ کے وجود سے خالی ہو جائے، اولاد رسولؐ کے

خیموں کو آگ لگائی جائے اور معصوم بچوں اور حرماں

نصیب بیبیوں کی فریاد سننے والا کوئی نہ ہو"—

زینبؑ کی اس فریاد کا مفہوم حسینؑ کی آنکھوں میں بھی آنسو بن گیا— وہ ان سلگتے آنسوؤں کو ضبط کرنے کی دل فگار اذیت سہتے ہوئے زینبؑ کو سنبھالنے لگے: "زینبؑ میری بہن—! غم والم میں صبر واستقامت سے کام لینا بارگاہ ایزدی میں پسندیدہ ہے— اللہ نے صبر کرنے والوں کو اپنا مقرب قرار دیا ہے— صبر تو آل محمدؐ کی میراث ہے— تم بھی صبر واستقامت

کو اپنی ڈھال بنانا کہ تمہارے امتحان کی منزلیں بہت کڑی ہیں۔"

زینبؑ کے دکھے ہوئے بے چین دل پر طمانیت کی آیات اتریں ــــ انہوں نے سر جھکایا اور عقیدت و عاجزی سے گویا ہوئیں: "ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں ــــ بیشک وہی دلوں کی ڈھارس اور تسکین ہے۔"

"خدا تمہارا حامی و ناصر ہو زینبؑ ــــ! مجھے نماز شب کی دعاؤں میں یاد رکھنا۔" حسینؑ نے وداع کے تڑپا دینے والے لفظ کہے اور چلنے کے لئے قدم بڑھائے۔

زینبؑ کا بے قرار دل کھنچنے لگا ــــ انہوں نے تڑپ کر صدا دی: "حسینؑ ــــ! میرے ماں جائے، میرے پیارے بھائی، چند لمحے تو ٹھہر جایئے، میں آپ کو جی بھر کر دیکھ تو لوں۔"

حسینؑ پلٹے، زینبؑ دوڑ کر والہانہ انداز میں ان کی جانب بڑھیں ــــ اور حسرت سے حسینؑ کے خون آلود زخم زخم چہرے کو تکنے لگیں ــــ جس کا جمال ہر آن بڑھتا جاتا تھا ــــ جس کی پیشانی سے سورج طلوع ہو رہا تھا ــــ آنکھوں میں ستاروں کی سی چمک تھی ــــ اور سارے وجود پر ایسی سج دھج تھی کہ دولہا بنے ہوئے نظر آتے تھے ــــ زینبؑ آنکھوں ہی آنکھوں میں عروس شہادت کے اس نرالے دولہا پر نثار ہونے لگیں ــــ حسینؑ نے زینبؑ کے سر پر ہاتھ رکھا ــــ اور تسلی کے کچھ لفظ

کہہ کر رخصت چاہی۔۔۔

زینبؑ نے پھر دامن تھام لیا اور اذیت سے بے حال ہو کر پکاریں: ”حسینؑ میں آپ کو کس طرح رخصت کروں جبکہ میں جانتی ہوں کہ آپ کو پھر نہیں دیکھ پاؤں گی؟“

زینبؑ کے انداز میں کچھ ایسا درد تھا کہ حسینؑ بھی ضبط نہیں کر سکے۔۔۔ اور زینبؑ کو گلے سے لگا کر رو پڑے۔۔۔ شدت غم سے زینبؑ کو اپنا بھی ہوش نہیں رہا۔۔۔ خیمے کے در و دیوار سے بھی گریہ وزاری کی صدائیں آنے لگیں۔۔۔ سیدانیاں اور بچے جو حسینؑ کو رخصت کرنے خیمے میں جمع ہو گئے تھے۔۔۔ غم سے نڈھال ہو گئے۔۔۔ حسینؑ نے ایک ایک کو دلاسہ دیا۔۔۔ زینبؑ کو سنبھالا اور محبت سے بولے: ”بس اب اجازت دو زینبؑ“۔۔۔

زینبؑ نے نورانی صورت کو آنکھوں میں بساتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: ”حسینؑ مجھے مادر گرامیؑ کی ایک وصیت تو پوری کر لینے دیجیے“۔۔۔

ماں کے نام پر حسینؑ کا دل امنڈنے لگا۔۔۔ شدت کرب سے وہ استفسار بھی نہیں کر پائے۔۔۔ زینبؑ نے دونوں بازو ان کی گردن میں حمائل کر دیئے اور بولیں: ”بھائی۔۔۔! اماں نے فرمایا تھا کہ جب میرا نور نظر حسینؑ آخری رخصت کے لئے آئے تو میری طرف سے اس کی گردن پر پیار کرنا

کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں نانا رسول اللہؐ بوسہ دیا کرتے تھے۔۔۔ مگر کربلا میں وہاں ظالم قاتل کا خنجر ہوگا۔"

حسینؑ جھکے اور زینبؑ کے مقدس لبوں نے ان کا گلا چوم کر ماں کے لمس کی فرحت انگیز ٹھنڈک، پیاس سے جلتے حسینؑ کے سارے وجود میں اتار دی۔۔۔ حسینؑ نے تسکین کا گہرا سانس لیکر زینبؑ کی چادر ان کے بازوؤں سے ہٹائی: "زینبؑ! مجھے بھی باباؑ کی ایک وصیت کی تکمیل کرنی ہے۔۔۔ انہوں نے تمہارے بازوؤں کے لئے اپنا پیار میرے پاس امانت رکھوایا تھا۔۔۔ یہ امانت اسی وقت کے لئے ہے۔۔۔ میں اسے تمہارے حوالے کرتا ہوں۔"

زینبؑ کے لرزتے دل میں قوت آگئی۔۔۔ باباؑ کی بینظیر شجاعت کے تیور رگ و پے میں اتر گئے۔۔۔ گردو پیش پھیلی مشکلات کا سامنا کرنے کا حوصلہ سارے وجود میں اتر آیا۔۔۔ حسینؑ باری باری ہر ایک سے رخصت ہوئے۔۔۔ سکینہؑ کو گود میں لے کر پیار کیا اور اسے زینبؑ کی آغوش میں دیتے ہوئے درِ خیمہ تک پہنچے۔۔۔ چند لمحے رُکے۔۔۔ پھر پلٹ کر دیکھا اور صدا دی: "اے سکینہؑ! اے فاطمہؑ کبریٰ! اے زینبؑ و ام کلثومؑ! اے رقیہؑ و ربابؑ! اے عاتکہؑ و صفیہؑ! اے ام لیلیٰؑ! اے اماں فضہؒ! تم سب پر میرا آخری سلام ہو۔"

حسینؑ کے یہ آخری لفظ۔۔۔ لفظ نہیں تھے غم و الم کی برسات تھی

جو سیدانیوںؑ کے ٹوٹے ہوئے دلوں پر اس طرح برس گئی کہ انہیں لمحے بھر میں شرابور کر دیا۔۔۔ گریہ و زاری کی بے قرار صداؤں سے ایک کہرام سا مچ گیا۔۔۔ کوئی بی بی رسول اللہؐ کی دہائی دیتی تھی۔۔۔ کوئی علیؑ مرتضٰی کی۔۔۔ کوئی حسنؑ کا نام لیکر فریاد کرتی تھی۔۔۔ تو کوئی فاطمہ الزہراؑ کو پکارتی تھی۔۔۔ حسینؑ خیمہ سے باہر نکل گئے تھے۔۔۔ زینبؑ کھنچ کر درِ خیمہ سے لگ گئی تھیں۔

حسینؑ کی حسرت بھری صدا اچانک ابھری: "وہ سب کہاں ہیں جو مجھے گھوڑے پر سوار کراتے تھے؟"

زینبؑ نے بے ساختہ خیمے کا پردہ اٹھا کر باہر قدم رکھا اور والہانہ حسینؑ کی طرف بڑھتے ہوئے پکاریں: "حسینؑ بھائی ٹھہر جایئے۔۔۔! یہ آپ کی بہن آپ کو سوار کرائے گی۔۔۔ اس عالم غربت میں کوئی نہیں جو آپ کی آواز سنے تو زینبؑ آپ کی رکاب تھامے گی۔"

حسینؑ نے پلٹ کر دیکھا۔۔۔ زینبؑ کی روئی ہوئی سی آنکھوں میں عزم و ثبات کے نئے سورج طلوع ہو رہے تھے۔۔۔ انہوں نے بڑھ کر اس طرح رکاب تھام لی جس طرح عباسؑ سوار ہونے میں مدد دیتے تھے۔ حسینؑ میدان جنگ کی طرف بڑھ گئے اور زینبؑ ننھی سکینہؑ کو سینے سے لگائے انہیں دور تک جاتا ہوا دیکھتی رہیں۔

"اے گروہ مردم ــــ!"

میدان جنگ میں فریضۂ ہدایت انجام دیتی ہوئی آواز خیموں تک بھی پہنچی تو زینبؑ بے ساختہ رو پڑیں ــــ حسینؑ کو شہادت کے لہو رنگ راستے پر روانہ کر کے دل حسینؑ کے لئے تڑپتا تھا ــــ ان کی جانفزاء آواز سنائی دی تو بے قرار دل کو قرار سا آگیا ــــ سر فخر سے بلند ہو گیا ــــ وہ اس صدائے دلپذیر کو روح میں بسانے لگیں ــــ

دل پر اپنے پیاروں کے داغ لئے زخمی پیاسے حسینؑ اپنے خون کے پیاسے ہزاروں کے لشکر کو کیسی سربلندی اور جرأت سے للکار رہے تھے:

"وائے ہو تم پر ــــ! تم مجھ سے کس لئے
جنگ کر رہے ہو ــــ؟ کیا میں نے کسی فریضے کو ترک

کیا ہے — شریعت میں تغیر کیا ہے۔ کسی کا مال لیا ہے یا کسی کا خون بہایا ہے —؟

افسوس —! تم کیسی امت ہو جو اپنے رسولؐ کے خاندان اور ان کے نواسے کو گھیرے ہوئے ہو — نہ تمہیں خدا کا خوف ہے — نہ پیغمبرؐ کا لحاظ۔"

حسینؑ کا ایک ایک لفظ شفاف آئینے کی طرح کربلا کی فضاؤں میں ٹھہر گیا تھا اور گمراہ مسلمانوں کو ان کے مکروہ چہرے دکھلا رہا تھا۔

یزیدیوں کا سپہ سالار عمر بن سعد اپنے ہی چہرے کو مسخ ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکا اور جھلا کر چلایا اور نہ چاہتے ہوئے بھی حسینؑ کی حقانیت کا آپ اعلان بن گیا: "روکو — حسینؑ کو روکو — ! ان کے کلام کو قطع کرو — یہ تو اپنے باپ کے بیٹے ہیں — اس بھوک اور پیاس کی حالت میں اگر یہ صبح سے شام تک بھی خطبہ دیتے رہیں تو نہ یہ تھکیں گے نہ پیچھے ہٹیں گے۔"

اس منحوس آواز نے زینبؑ کو لرزا دیا — آزمائش کی گھڑیاں بس چند لمحوں کے فاصلے پر رہ گئیں — پھر حسینؑ کی لحن بندگی سے چھلکتی سرمدی صدا، عبودیت کی مہک میں بسا معطر لہجہ سنائی دینے لگا:

"پروردگار —! تو ہر مصیبت میں سہارا، ہر

شدت میں مددگار، ہر آفت میں باعث تقویت اور ہر حالت میں میرا معین و مددگار ہے، تو میری آرزوؤں کا محور ہے، میرے لئے تو ہی کافی ہے۔"

حسینؑ کے شعور بندگی سے تپتے لفظوں نے زینبؑ کے دل کو بھی طاقت و تقویت دے دی۔۔۔ مشیت ایزدی کے سامنے جھکا ہوا سراپا عجز دل وسعت ہی وسعت ہو گیا۔۔۔ حسینؑ کا رجز فضائے کربلا میں گونجا اور پھیلا تو زینبؑ کے لہو میں بھی خاندانی شجاعت جوش مارنے لگی:

"میں بنو ہاشم میں سے علیؑ مرتضٰی کا فرزند ہوں۔۔۔
اگر میں فخر کروں تو میرے لئے یہی فخر کافی ہے۔۔۔
میرے نانا رسول اللہؐ ہیں جو خلق خدا میں سب سے زیادہ مکرم ہیں۔۔۔
اللہ کی سچی کتاب ہمارے گھر پر نازل ہوئی ہے۔۔۔
ہم ہدایت، وحی اور خیر ہیں۔۔۔
ہم خلق خدا کے لئے روشن چراغ اور امان ہیں۔۔۔
ہمارے پیروکار روز حشر سب سے زیادہ مکرم ہونگے۔۔۔
اور ہمارے دشمن سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے۔"

اس کے ساتھ ہی تلواروں کے تلواروں سے ٹکرانے کی آوازیں، گھوڑوں کے دوڑنے کی دھمک اور دشمنوں کے بھاگنے اور الاماں پکارنے کی گھبرائی ہوئی صدائیں صاف سنائی دینے لگیں ـــ زینبؑ میدان جنگ سے آنے والی ان آوازوں سے جنگ کی کیفیت و شدت کو خوب سمجھ رہی تھیں اور کنیزیں بھی آآکر حسینؑ کی شجاعتوں کا حال کہہ رہی تھیں :

"حسینؑ سے ایک ایک دودو مقابل آکر نبرد آزمائی کر رہے ہیں، مگر وہیں دو ٹکڑے ہو کر رہ رہ جاتے ہیں ـــ اب تو دس دس اکٹھے آکر حسینؑ کو گھیر رہے ہیں لیکن کسی کو واپس جانا نہیں ملتا وہیں ڈھیر ہو جاتے ہیں۔"

"غضب خدا کا ان یزیدیوں کی غیرت و حمیت کو کیا ہو گیا ہے ـــ؟ فوج کی فوج اکیلے حسینؑ پر چڑھ آئی ہے ـــ حسینؑ اپنے پدر بزرگوار شیر خدا کی طرح چاروں طرف تلوار چلاتے ان کی صفوں کے اندر دور تک چلے گئے ہیں ـــ یزیدیوں کو کہیں پناہ نہیں ملتی ـــ وہ ان کے سامنے سے یوں بھاگ رہے ہیں جیسے شیر بیر کو دیکھ کر بھیڑوں کا ریوڑ بھاگتا ہے ـــ لشکر کی آخری صفیں شہر کی حدود سے ٹکرا رہی ہیں ـــ حسینؑ کی تکبیر بارہ میل دور "ذوالکفل" سے سنائی دے رہی ہے۔"

"حسینؑ نے فرات میں گھوڑا ڈال دیا ہے ـــ چلو میں پانی لے کر دکھا دیا ہے کہ فرات پر قبضہ کس کا ہے ـــ مگر پانی سے خشک لبوں کو تر

نہیں کیا، یزیدی اپنے گھوڑوں کی رکابوں میں کھڑے ہو ہو کر حسینؑ کی شہسواری کے کمال اور شجاعت کی شان کو دیکھ کر عش عش کرتے ہیں۔"

زینبؑ ہر ہر صدا پر۔۔۔ ہر ہر لفظ پر شکر خداوندی بجالاتی تھیں۔۔۔ بظاہر خیمے کا پردہ تھامے کھڑی تھیں۔۔۔ لیکن دھڑکتا دل میدان جنگ میں حسینؑ کے ساتھ ساتھ تھا۔۔۔ بے کل روح دعاؤں کی چھاؤں بن کر حسینؑ کے سر پر سایہ فگن تھی۔

عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن درندوں کی طرح غراغرا کر اپنے سپہ سالاروں کو کوسنے لگے: "وائے ہو تم پر۔۔۔ کیا تم نہیں جانتے کہ حسینؑ تو اس علیؑ کے بیٹے ہیں جس نے شجاعان عرب میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔۔۔ آگے بڑھو اور سب مل کر ان پر ٹوٹ پڑو۔"

منتشر لشکر کو ازسر نو ترتیب دیا گیا۔۔۔ ایک لمحے میں ہزاروں کمانیں کڑکیں اور خوفناک سرسراہٹوں کے ساتھ ایک اکیلے حسینؑ پر تیروں کا مینہ برس گیا۔۔۔ چاروں سمتوں سے برستے ہوئے تیروں سے محفوظ رہنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔۔۔ تیر حسینؑ کے جسم میں اس کثرت سے پیوست ہوگئے جیسے ساہی کے جسم پر کانٹے ہوتے ہیں۔۔۔ حسینؑ کا پاک خون کربلا کی گرم ریت پر بہنے لگا۔۔۔ تیروں کی برسات کے شور اور ہنگامے میں شمر کی مکروہ آواز گونجی: "آؤ۔۔۔! میرے ساتھ آؤ۔۔۔! ہجوم کر کے

آگے بڑھو اور حسینؑ کے سامنے حسینؑ کے خیام کو لوٹو۔۔۔ ان کی بہنوں اور بیٹیوں کو بے پردہ کرو۔"

زینبؑ کا دل دہل گیا۔۔۔ انہوں نے گھبرا کر اپنی چادر تھامی اور پریشان حال سیدانیوں سے بولیں: "اپنی چادروں کو مضبوطی سے گرہ دے لو۔۔۔ ایک جگہ جمع ہو جاؤ تاکہ ایک کو دوسرے سے تقویت رہے۔۔۔ بے حیا دشمن خیموں کی طرف آرہے ہیں۔۔۔ ہمیں حوصلے اور جرأت سے ان کی ستم رانیوں کا مقابلہ کرنا ہے۔۔۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

سیدانیوں کے چہرے فق ہو گئے۔۔۔ وہ خوف سے لرزنے لگیں اور سراسیمگی سے قدموں کی اس دھمک کو سننے لگیں جو خیموں کی طرف بڑھ رہی تھی کہ حسینؑ کی للکار سنائی دی جو دشمنوں کے مکروہ چہروں پر کالک مل رہی تھی: "او دشمن خدا و رسولؐ! اگر تمہیں مذہب کا پاس اور آخرت کا کوئی تصور نہیں ہے تو بھی انسانیت کا پاس تو کرو۔۔۔ تمہاری جنگ مجھ سے ہے۔۔۔ میرے اہل حرم نے تو تمہارا کوئی قصور نہیں کیا۔۔۔ میں ابھی زندہ ہوں اور میرے ہوتے ہوئے تم میرے خیام کو تاراج نہیں کرسکتے۔"

حسینؑ کی اس آواز میں کچھ ایسا جلال تھا کہ خیموں کی طرف بڑھتے ہوئے ناپاک قدم واپس پھر گئے۔۔۔ بیبیوں کی جان میں جان آئی۔۔۔ ان کی سانس سے سانس ملی۔۔۔ لیکن حسینؑ کی طرف سے تو کوئی اطمینان

نہیں تھا ــــ دشمن کے یہ بڑھتے قدم خیموں سے ہٹ کر تیروں سے چھلنی حسینؑ کے گرد گھیرا تنگ کر رہے تھے ــــ ان کے بڑھ بڑھ کر حملے کرنے کا شور و غل سنائی دے رہا تھا۔

ہاتف غیبی کی صدا فضاؤں میں گونجنے لگی تھی :

"اے ایمان والو ــــ!

اپنے عہد کو پورا کرو" ــــ

اس کے ساتھ ہی حسینؑ کی ضعف سے لرزتی آواز سنائی دی :

"پروردگار ــــ! بے شک تو دیکھ رہا ہے جو اس قوم گنہگار کے ہاتھوں مجھ پہ گزر رہی ہے۔"

حسینؑ کی لرزتی ہوئی آواز کے ضعف نے ان کی حالت کی خبر دی تو زینبؑ بے قرار ہو کر درِ خیمہ تک پہنچیں ــــ حسینؑ کہہ رہے تھے :

"میں اپنا خون اس لئے اپنے چہرے پر ملتا ہوں ــــ

کہ اسی صورت میں اپنے نانا رسول اللہؐ سے ملاقات کرونگا۔"

زینبؑ نے تڑپ کر خیمے کا پردہ اٹھایا ــــ حسینؑ تیروں، تلواروں اور نیزوں میں گھرے کہہ رہے تھے :

"یاد رکھو ــــ ! اللہ میرے قتل سے انتہائی
ناراض ہے ــــ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا بدلہ تم

سے اس طرح لیا جائے گا جس کا تمہیں تصور بھی نہیں ہوگا ــــ اور اس کے بعد آخرت کی سزا ہے جس کا کوئی حد و حساب ہی نہیں"ــــ

زینبؑ نے بیتابانہ قدم خیمے سے باہر نکالا ــــ حسینؑ گھوڑے سے گرتے ہوئے کہہ رہے تھے:

"پروردگار ــــ! تو گواہ رہنا کہ یہ لوگ ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں جس کے سوا روئے زمین پر کوئی دوسرا شخص اللہ کے رسولؐ کا فرزند نہیں۔"

گھوڑے کی پشت خالی ہوگئی ــــ وہ دردناک آواز میں ہنہناتا، دیوانگی سے حسینؑ کے گرد چکر لگانے اور دشمنوں پر حملے کرنے لگا ــــ زینبؑ اضطرار میں بے اختیار حسینؑ کی طرف دوڑیں ــــ چادر کا ایک گوشہ زمین پر خط دیتا جاتا تھا اور لبوں پر فریاد تھی:

"ہائے میرا ماں جایا مارا گیا ــــ! ہائے ہمارا سردار زمین پر گر پڑا ــــ! ہائے آج محمدؐ کے اہلبیتؑ بے سہارا ہوگئے ہیں ــــ! کاش آج آسمان زمین پر گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ــــ! کاش ــــ! پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔"

دل مضطرب ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا لیکن پاس حیا سے زینبؑ کے

قدم یزیدیوں کے ہجوم سے کچھ دور آپ سے آپ رکے تو ایک نوخیز لڑکا دوڑتا ہوا زینبؑ کے برابر سے گزرا۔۔۔ زینبؑ پریشانی سے حسنؑ کے نواسے عبداللہؑ کو روکتی ہی رہ گئیں اور وہ دشمنوں کو معصومیت سے للکارتا ان کے ہجوم پر پل پڑا:

"او زن خبیثہ کے بیٹو۔۔۔! تمہاری یہ جرأت کہ تم میرے جد کو قتل کرو۔۔۔

اے ناپاک ماں کے ناپاک بیٹو! جب تک میری جان میں جان ہے تم امامؑ وقت کو قتل نہیں کرسکتے، تم ہرگز ایسا نہیں کرسکتے۔"

زینبؑ اضطرار میں ہاتھ ملتیں ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گئیں جو آج بھی "ٹیلۂ زینبیہؑ" کہلاتا ہے۔ تاکہ گرد و پیش کو صاف طور پر دیکھ سکیں۔۔۔ وہاں سے جو منظر نظر آیا اس نے کلیجے کو کاٹ دیا۔۔۔ معصوم بچہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو حسینؑ کی ڈھال بناکر انہیں بچانے کی معصومانہ کوشش کررہا تھا۔۔۔ پھر تلواریں جھکیں، وار ہوئے، معصوم ہاتھ کٹے اور بچے کا خون حسینؑ کی آغوش میں بہہ گیا۔۔۔ حسینؑ نے خون آلود زخمی چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا:

"پروردگار۔۔۔! میں تیرے فرمان پر صبر کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں اس امر کی۔۔۔ کہ تیرے سوا

کوئی دوسرا معبود نہیں۔"

زینبؑ سکتے کی سی کیفیت میں دیکھتی رہ گئیں۔۔۔ حسینؑ کے مقدس لہو سے ریت پر لاالہ کا گلزار کھلتا رہا اور وہ نقاہت سے گر پڑے۔۔۔ چاروں طرف سے یزیدیوں کی خون آشام تلواریں ایک اکیلے زخم زخم حسینؑ پر اٹھیں۔۔۔ کچھ اٹھی کی اٹھی رہ گئیں۔۔۔ کچھ آہستہ آہستہ جھکتی گئیں لیکن کسی میں اتنی بے غیرتی اور جرأت نہیں تھی کہ آگے بڑھ کر حسینؑ کو شہید کر کے دائمی لعنت کا طوق اپنی گردن میں ڈال لے۔

عمر بن سعد انہیں بار بار للکار رہا تھا: "جلدی آگے بڑھو۔۔۔ حسینؑ کا کام تمام کر کے فتح پر مہر تصدیق ثبت کرو۔۔۔ شاباش جلد آگے بڑھو۔۔۔ مرحبا۔۔۔!"

مگر پھر بھی کوئی آگے نہیں بڑھتا تھا۔۔۔ وہ حسینؑ کو ننگی تلواروں کے گھیرے میں لئے کھڑے تھے۔۔۔ مگر اس فعل قبیح کے ارتکاب سے خوفزدہ تھے۔۔۔ عمر بن سعد نے پھر انہیں ملامت کی: "تم آگے کیوں نہیں بڑھتے کہ جلد اس قصے کو تمام کرو؟"

زینبؑ ضبط نہ کر سکیں۔۔۔ انہوں نے بے ساختہ عباس علمدارؑ کے پر ہیبت لہجے میں پکار کر عمر بن سعد کو پھٹکارا: "او پسر سعد۔۔۔! خدا تیری نسل کو قطع کرے۔۔۔ تو فرزند رسولؐ کو اس بے دردی سے قتل ہوتا

ہوا دیکھ رہا ہے اور خوش ہے۔۔۔ تو فاطمہؑ کے لعل کو ایڑیاں رگڑتے دیکھ کر سکون محسوس کرتا ہے۔۔۔ تجھے حیا نہیں آتی، او سنگدل"۔۔۔

زینبؑ کے لفظوں نے اس خونخوار انسان کی آنکھوں کو نم کردیا لیکن اس کے اندر کا درندہ سرنگوں نہیں ہوا۔۔۔ زینبؑ نے بے چین ہو کر دہائی دی: "اے لوگو! کیا تم میں سے کوئی مسلمان نہیں؟ افسوس کہ تم اسلام کے دعویدار بن کر فرزند رسولؐ کے قتل پر خوش ہو رہے ہو"۔۔۔

زخمی حسینؑ کو گھیرے ہوئے لوگوں کے سر شرم سے جھکنے لگے۔۔۔ تلواریں خم ہونے لگیں۔۔۔ آنکھوں میں ندامت کے آنسو بھرنے لگے۔۔۔ پچھتاوے کی اذیت ان کے مکروہ چہروں پر ابھرنے لگی۔۔۔ سنگدل شمر لشکر کی یہ حالت دیکھ کر جزبز ہوا اور بلند آواز میں انہیں جوش دلانے اور ملامت کرنے لگا: "لشکر والو۔۔۔! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔۔۔؟ خاموش تماشائی بن کر کیوں کھڑے ہو۔۔۔؟ آگے بڑھ کر حکومت کے باغی کا کام کیوں نہیں تمام کر دیتے۔۔۔؟"

بے ضمیر لوگوں میں پھر ہلچل پیدا ہوئی۔۔۔ کچھ نے اپنے ہتھیار پھر اٹھائے۔۔۔ کچھ نے تلواریں تولیں۔۔۔ کچھ پتھر برسانے لگے۔۔۔ زینبؑ کا دکھ سے بھرا دل سینے کی دیواریں توڑ توڑ کر حسینؑ کی طرف امنڈنے لگا۔۔۔ ان کے لہو کا ایک ایک قطرہ حسینؑ کی طرف کھنچنے لگا۔۔۔ بے بسی کی

مجبور کیفیت میں انہیں چاروں طرف کوئی اپنا نظر نہیں آیا تو بے ساختہ ناناؐ سے اپنا دکھ کہنے لگیں:

"اے میرے نانا محمدؐ مصطفیٰ ۔۔۔!

آپ پر عرش کے مکین درود و سلام بھیجتے ہیں ۔۔۔

اور آپ کا لاڈلا حسینؑ اپنے ہی خون میں غلطاں ہے ۔۔۔

دیکھئے ۔۔۔! اسکے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جا رہے ہیں ۔۔۔

اس کا عمامہ اور ردا لوٹ لی گئی ہے ۔۔۔

کاش ۔۔۔! آج آپ موجود ہوتے تو دیکھتے ۔۔۔

کہ یہ سرکش لوگ کس طرح ہمیں بربریت کا نشانہ بنا رہے ہیں" ۔۔۔

سنگدل یزیدیوں نے حرماں نصیب بہن کی اندوہناک فریاد سے کان بند کر لئے تھے ۔۔۔ جسے سن سن کر چٹانوں کا دل بھی پارہ پارہ ہوتا تھا ۔۔۔ انہیں اس کی کوئی پروا نہیں تھی کہ بہن کا نازک دل بھائی کی یہ حالت دیکھ کر کس طرح لہو لہو ہو کر بہہ رہا ہے ۔۔۔ ان میں نہ انسانیت تھی نہ احساس ۔۔۔ ان کے سپہ سالار انہیں ملامت کر کر کے حسینؑ پر کاری وار کرنے کے لئے اکسا رہے تھے۔

لیکن زخمی حسینؑ کے سارے وجود میں بہن کی فریاد قیامت سی بپا

کر رہی تھی ــــ انہوں نے اپنے شکستہ وجود کو سنبھالا ــــ لہو بھرے چہرے کو اٹھایا اور ہواؤں کو اپنی نحیف آواز کی امانت سونپ کر اس ٹیلے کی طرف روانہ کیا جہاں زینبؑ بے بسی سے فریاد کر رہی تھیں :

"میری عزیز بہن ــــ! اب سکوت اختیار کرو ــــ
کہیں تمہاری یہ فریاد ناناؐ کے گمراہ امتیوں پر عذاب بن کر نہ ٹوٹ پڑے ــــ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ مصیبت و امتحان کی ان کٹھن گھڑیوں میں صبر و استقامت سے کام لو اور خیمے میں واپس چلی جاؤ" ــــ

ماں جائے حسینؑ کی نقاہت آلود صدا نے زینبؑ کو تڑپا دیا ــــ ان کے روتے ہوئے لفظ والہانہ حسینؑ کی طرف بڑھے :

"ہائے میرے مظلوم بھائی ــــ! ہائے میرے پیارے ماں جائے ــــ!
میں آپکو اس حالت میں دیکھ کر کس طرح صبر کروں ؟
میری روح آپ کی پاکیزہ روح پر قربان ــــ میری جان آپ کی جان پر نثار ــــ
میں آپ کو خدا کے سپرد کرتی ہوں ــــ عظمت اسلام کے تحفظ کی خاطر مجھے آپ سے جدائی گوارا ہے ــــ

میری آنکھوں کی ٹھنڈک ــــ میرے دل کے سرورؑ ــــ
میری طرف سے نانا رسول اللہؐ، بابا علیؑ، بھائی حسنؑ اور
اماں فاطمہؑ کو میرا اسلام پہنچا دیجئے گا ــــ
اور انہیں بتایئے گا کہ ان کے بعد ظالم اور ستمگر لوگوں
نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور ہم پر کیا کیا
مظالم ڈھائے ہیں ــــ
الوداع ــــ! اے میرے ماں جائے الوداع ــــ!"

دشمنوں نے پھر حسینؑ پر ہجوم کرلیا ــــ زینبؑ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر لڑکھڑاتی ہوئی پلٹیں ــــ حسینؑ نے سر سجدے میں رکھ دیا اور ان کے آخری الفاظ ایک گونج سی بن کر فضا میں اس طرح پھیل گئے کہ ہوائیں سسکتی ہوئی انہیں باربار دوہرانے لگیں ــــ ریت کے ذرے بھی حسینؑ کے لفظ بن گئے اور جلتے سورج کی جھلستی کرنیں بھی آواز ہی آواز ہو گئیں:

"خداوندا ــــ! میں تیرے سپرد کئے ہوئے ہوں اپنے
نفس کو ــــ
اور تیری طرف موڑے ہوئے ہوں اپنے رخ کو ــــ
اور دیئے ہوئے ہوں اپنے کو تیرے ہاتھ میں ــــ
کہ میں تیرے سوا کسی اور سے لو لگانا جانتا ہی نہیں۔"

نہ جانے کس دل سے قدم قدم پر صدیوں کا فاصلہ طے کرتیں۔۔۔ غم کے بوجھ سے جھکیں، دل پر ہاتھ رکھے، شکستہ چال چلتیں زینبؑ خیموں کے قریب پہنچی ہی تھیں کہ یکبارگی کربلا کی زمین تھرانے لگی۔۔۔ فرات کی موجود میں اضطراب بپا ہوا۔۔۔ چمکتا سورج سیاہ پڑ گیا۔۔۔ سرخ آندھیاں چلنے لگیں۔۔۔ آسمان سے خون برسا۔۔۔ فرشتوں کے نوحے اور فاطمہؑ کے بین سنائی دینے لگے۔۔۔ فضاؤں میں ایک دردناک غیبی صدا بین کی طرح گونج اٹھی:

"حسینؑ کو کربلا کے میدان میں شہید کر دیا گیا۔۔۔
حسینؑ کو کربلا میں بے دردی سے ذبح کر دیا گیا۔۔۔
حسینؑ کو مظلومیت کی حالت میں قتل کر دیا گیا"۔۔۔

زینبؑ کا کلیجہ منہ کو آگیا۔۔۔ آنکھوں کی بینائی جیسے ختم ہو گئی۔۔۔ وہ ٹھوکریں کھاتی ہوئی پھر میدان کی طرف لپکیں۔۔۔ لیکن تیرہ و تار فضا میں کچھ بھی نظر نہیں آیا تو پریشان حال واپس ہوئیں اور خیمے میں جا کر بیمار زین العابدینؑ کا شانہ ہلا کر انہیں غش سے ہوشیار کرتے ہوئے بولیں: "اٹھو بیٹا۔۔۔! زین العابدینؑ اٹھو۔۔۔! آنکھیں کھولو۔۔۔ دیکھو آثار اچھے نہیں ہیں۔۔۔ آندھیاں چل رہی ہیں اور ہر شے بین کر رہی ہے۔۔۔ تمہارے باباؑ پر نہ جانے کیا گزر گئی ہے۔۔۔ بیٹا تم امامؑ وقت ہو۔۔۔ ہمیں حالات کی خبر دو۔"

زین العابدینؑ نے آنکھیں کھولیں لیکن نقاہت نے اٹھنے نہیں دیا،

کمزور سے لہجے میں گویا ہوئے: "پھوپھی اماں ـــ! خیمے کا پردہ ہٹایئے تو کچھ اندازہ ہو۔"

زینبؑ نے قنات کا دامن اٹھایا، زین العابدینؑ نے نگاہ کی، گھبرا کر اٹھے، تعظیماً جھکے اور پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بولے:

"اے شہید راہ خدا آپ پر میرا سلام ہو ـــ!

اے رسول اللہؐ کے فرزند آپ پر میرا سلام ہو ـــ!

اے شہید ابن شہید آپ پر میرا سلام ہو ـــ!

اے مظلوم ابن مظلوم آپ پر میرا سلام ہو ـــ!

اے شاہ شہیداں آپ پر میرا سلام ہو ـــ!"

زینبؑ نے دل تھام کر اس طرف نگاہ کی جس جانب زین العابدینؑ کی پتھرائی ہوئی آنکھیں لگی تھیں اور جیسے روح جسم سے نکل گئی ـــ دل بند ہو گیا ـــ آنکھوں نے رونا چاہا لیکن آنسو نہیں نکلے ـــ لبوں پر فریاد آئی لیکن آواز نے ساتھ نہیں دیا ـــ دور سرخ آندھیوں کے درمیان ـــ لہو روتے آسمان کے تلے ـــ حسینؑ کا کٹا ہوا سر نیزے پر بلند تھا۔

خیمے کے باہر گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز آئی اور گھوڑا یوں ہنہنایا جیسے فریاد کرتا ہو۔۔۔ ننھی سکینہؑ دوڑتی ہوئی آئیں اور زینبؑ کے دامن سے لپٹ گئیں: "پھوپھی اماں! پھوپھی اماں! ابھی میں نے ذوالجناح کی آواز سنی ہے۔۔۔ جلدی چلئے بابا آگئے ہیں"۔۔۔

زینبؑ نے چونک کر سکینہؑ کے کملائے ہوئے پھول سے چہرے اور آنکھوں میں جلتی بجھتی امید کی شمعوں کو دیکھا۔۔۔ دل پر گرتے گرم آنسو آنکھوں سے بھی بہہ گئے۔۔۔ انہوں نے سکینہؑ کا بازو تھاما اور در خیمہ کی جانب بڑھیں۔۔۔ باقی سیدانیاں بھی آثار فطرت میں تغیر دیکھ رہی تھیں۔۔۔ ہاتف غیبی کی صدا انہوں نے بھی سنی تھی اور سب کی سب غم کی شدت میں جیسے سکتے میں رہ گئی تھیں۔۔۔

ذوالجناح کی دلدوز فریاد نے انہیں چونکا دیا تھا۔۔۔ زینبؑ نے خیمے

کا پردہ اٹھایا۔۔۔ ذوالجناح کی پیشانی خون سے رنگین تھی۔۔۔ اس کی زین خالی، باگیں کٹی ہوئی اور رکابیں الٹی ہوئی تھیں۔۔۔ جسم میں پیوست تیروں سے لہو بہہ رہا تھا۔۔۔ وہ سموں سے خاک اڑاتا، پیشانی زمین پر پٹک پٹک کر آسمان کی جانب تکتا اور دردناک انداز میں ہنہناتا تھا۔۔۔ معصوم سکینہؑ، زینبؑ سے ہاتھ چھڑا کر بابا بابا پکارتی ذوالجناح کی طرف دوڑیں۔۔۔ سیدانیاں ہائے حسینؑ، مظلوم حسینؑ کی صدائیں بلند کرتے ہوئے سر و سینہ پیٹنے لگیں۔

ذوالجناح خاک پر سر پٹخ پٹخ کر قتل گاہ کی طرف اشارہ کرنے لگا۔۔۔ زینبؑ دونوں ہاتھوں کو سر پر رکھے لڑکھڑاتی ہوئی غم و الم سے جھکیں۔۔۔ ذوالجناح کے پیچھے چل پڑیں۔۔۔ دوسری بیبیاں بھی ان کے ساتھ تھیں۔۔۔ ذوالجناح راستے میں آنے والے یزیدیوں پر جست کرتا، انہیں دانتوں سے پکڑ کر زمین پر پھینکتا اور سموں سے روندتا راستہ صاف کرنے لگا۔۔۔ یزیدیوں نے گھوڑے کو بپھرے ہوئے دیکھا تو راہ چھوڑ دی۔۔۔ ذوالجناح نے حسینؑ کی زخموں سے چھلنی لاش کے قریب پہنچ کر پیشانی زمین پر رکھ دی اور اپنی زبان بے زبانی سے کچھ ایسی دردناک صدا بلند کی کہ اردگرد تماشائیوں کی طرح کھڑے ہوئے یزیدیوں کے بھی دل ہل گئے۔

دل شکستہ و پریشان حال زینبؑ نے حسینؑ کے بے سر لاشے کو صحرا کی گرم ریت پر پڑے دیکھا تو دل خون ہوگیا۔۔۔ تڑپ کر لاشے کے

قریب دوزانو ہوئیں ـــ دونوں ہاتھ لاش کے شانوں تلے رکھ کر اسے زمین سے تھوڑا سا بلند کیا اور آسمان کی طرف دیکھ کر عاجزی سے گویا ہوئیں:

"خدایا ـــ! آلِ محمدؐ کی اس قربانی کو قبول فرمالے" ـــ

سکینہؑ، حسینؑ کی لاش سے لپٹ گئیں ـــ سیدانیاں اور اصحابؓ کی خواتین اس کے گرد گھیرا ڈال کر بین کرنے لگیں ـــ زینبؑ نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو اپنے دکھ اور مصائب پر گواہ بنایا:

"میں اپنی شکایت بارگاہ ایزدی میں پیش کرتی ہوں ـــ
میں اپنے دکھ رسول اللہؐ کو سناتی ہوں ـــ
نانا محمدؐ ـــ! دیکھئے آج آپ کے حسینؑ کو آپ کی امت کے باغی گروہ نے کس بیدردی سے قتل کر دیا ہے ـــ
ہائے یہ کیسی عظیم مصیبت ہے جو ہم پر آئی ہے" ـــ

زینبؑ کی فریاد نے زمین و آسمان کو زیر و زبر کر دیا ـــ کالی آندھیاں چنگھاڑنے لگیں ـــ آسمان خون رونے لگا ـــ فرشتوں کے ماتم کرنے کی آوازیں آنے لگیں ـــ حوروں کی سسکیاں سنائی دینے لگیں ـــ فضاؤں کا رنگ ایسا ہو گیا جیسے عذاب خداوندی نازل ہونے کو ہو۔

سنگدل عمر بن سعد چلایا، درندہ صفت شمر نے غرا کر اپنے سپاہیوں کو ملامت کی: "کھڑے منہ کیا تک رہے ہو؟ حسینؑ کی بہن کو لاش سے

ہٹاؤ۔۔۔ جلدی کرو۔۔۔ ارے کیا جب عذاب الٰہی ٹوٹ پڑے گا پھر حرکت میں آؤ گے؟"

یہ وحشی آواز اپنے ہی گناہوں کے بھاری بوجھ تلے دبے ہوئے ساکت لوگوں کو ہوش میں لے آئی۔۔۔ ان کی ازلی شقاوت بیدار ہوئی۔۔۔ لالچ نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔۔۔ انعام و اکرام حاصل کرنے کی حرص نے ان کے اندر کے انسان کو مار دیا۔۔۔ وہ نیزے لے کر سیدانیوں کی طرف جھپٹے، اصحابؓ کی بیبیاں سیدانیوں کے سامنے دیوار بن گئیں۔۔۔ ذوالجناح پھر کر سدراہ ہوا لیکن زخمی گھوڑے کی تلواروں اور ہتھیاروں کے سامنے کوئی پیش نہیں گئی تو زینبؑ نے شدت غضب سے تھرا کر انہیں پھٹکارا: "خبردار۔۔۔ دور ہٹو۔۔۔! وہیں رک جاؤ۔۔۔! کیا تم نہیں جانتے کہ ہم ناموس محمدؐ ہیں؟"

زینبؑ کے جلال نے انہیں جیسے پتھر کا کر دیا۔۔۔ ان کے اٹھے ہوئے قدم وہیں شل ہو گئے۔۔۔ زینبؑ نے معصوم سکینہؑ کو بمشکل حسینؑ کی زخمی لاش سے علیحدہ کیا اور مچلتی ہوئی بچی کو گود میں سنبھالے بیبیوں کو چلنے کا اشارہ کیا۔۔۔ مڑ مڑ کر حسرت سے دیکھتیں۔۔۔ امنڈتے دل اور برستے آنسوؤں کے ساتھ خیمے کی طرف چل پڑیں۔ ذوالجناح نے آسمان کی طرف دیکھ کر دردناک فریاد بلند کی، یزیدیوں نے اسے گھیر کر پکڑنا چاہا لیکن وہ ان

کا گھیرا توڑ کر دردناک انداز میں ہنہناتا، سموں سے خاک اڑاتا، سر پٹختا صحرا کی طرف نکل گیا۔۔۔ اس کے بعد اس کو کسی نے نہیں دیکھا۔

بیبیوں کو غم و الم نے کھا لیا تھا۔۔۔ یزیدیوں کے وحشی ارادوں کا خوف سروں پر سوار تھا۔۔۔ آنکھوں میں روشنی نہیں رہی تھی۔۔۔ قدموں میں سنبھلنے کی طاقت نہیں تھی۔۔۔ پیر کہیں رکھتی تھیں پڑتا کہیں تھا۔۔۔ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔۔۔ کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔۔۔ لڑکھڑاتیں، گرتی پڑتیں، ٹھوکریں کھاتیں ابھی خیموں تک نہیں پہنچی تھیں کہ عمر بن سعد کی آواز نے قدموں تلے سے زمین نکال دی: "جاؤ۔۔۔! حسینؑ کے خیموں کو دل بھر کر لوٹو۔۔۔ ان کی عورتوں کے سروں سے چادریں اتار لو اور خیموں کو جلا کر راکھ کر دو۔"

اس کے ساتھ ہی دشمنوں کے قدموں کی دھمک اور درندوں ایسی غراہٹ خیموں کی طرف لپکی، سیدانیاں خوف سے کانپتیں، لرزتیں دوڑ کر خیموں میں گھسی ہی تھیں کہ یزیدی لشکر سر پر تھا۔۔۔ انہوں نے نیزوں سے خیموں کے پردے الجھا کر اٹھائے اور نعرے مارتے ہوئے معصوم بچوں اور بے بس بیبیوں پر ٹوٹ پڑے۔

سیدانیاں خدا و رسولؐ کی دہائی دیتی پیچھے ہٹیں، اپنے کانوں اور ہاتھوں میں اگر سونے یا چاندی کا ایک تار بھی تھا تو اتار اتار کر یزیدیوں کی

طرف پھینکے لگیں لیکن اندھی لالچ یزیدیوں کو کہاں صبر کرنے دیتی تھی؟ انہوں نے ماؤں کے پیچھے خوف سے چھپی ہوئی معصوم بچیوں کے کانوں سے گوشوارے کھینچ لئے، پاؤں میں پہنے ہوئے زیوروں کو دانتوں اور تلواروں سے کاٹ لیا، قیمتی چیزوں کی تلاش میں بے سروساماں خیموں کے معمولی سامان کو اٹھا اٹھا کر پھینکا، بچوں کو طمانچے لگائے، ڈر کر دوڑتے ہوئے ننھے بچوں کو پیروں تلے روند دیا اور نیزوں کی انیوں سے بے دردی کے ساتھ رسول اللہؐ کی بیٹیوں کی چادریں اتارنے لگے۔۔۔ بیبیوں کی آنکھوں میں خوف اور حیا سے آنسو جم گئے تھے اور حلق سے آواز نہیں نکلتی تھی۔

شمر نے چند سپاہیوں کے ساتھ بیمار زین العابدینؑ کے خیمے پر دھاوا بولا، کسی نے غش میں پڑے ہوئے بیمار کے نیچے سے بستر کھینچا، کسی نے نیزے کی انی چبھو کر بے ہوش بیمار کو ہوشیار کرنے کی کوشش کی، شمر نے تلوار اٹھائی اور چنگھاڑا: "خدا کی قسم! ہم حسینؑ کی نسل میں سے کسی ایک مرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"خبردار! بیمار کو ہاتھ نہ لگانا۔" بے ردا زینبؑ نے بپھری ہوئی شیرنی کی طرح عباسؑ کے پر جلال انداز میں شمر کو اس طرح ٹوکا کہ اس کا اٹھا ہوا ہاتھ وہیں ساکت ہو گیا۔

زینبؑ دوڑ کر بیمار زین العابدینؑ اور شمر کی تلوار کے درمیان

حائل ہو گئیں اور حیدر کرارؑ کے تیوروں سے اسے پھٹکارا: "تف ہے تجھ پر اے سنگدل ترین مرد، کل بروز قیامت تو میرے نانا محمدؐ مصطفیٰ کو کیا جواب دے گا جب وہ تجھ سے ایک قابل رحم مریض کے قتل کا جواب طلب کریں گے؟"

شمر پر ہیبت چھا گئی، اس کا سر آپ سے آپ جھک گیا، اٹھی ہوئی تلوار پہلو میں آگری اور وہ بغیر کچھ کہے خیمے سے تو نکل گیا لیکن خفت مٹانے کو اپنی درندگی کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکا، باہر آتے ہی وہ آگ بگولہ ہو کر چلایا: "خیموں کو آگ لگا دو تا کہ حسینؑ کے لواحقین کے لئے پناہ کی کوئی جگہ نہ رہے اور بیمار بھی انہی خیموں میں جل کر بھسم ہو جائے۔"

جن خیموں میں کئی روز سے پینے کے لئے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا، ان میں آگ لگا دی گئی ـــ جھلستے سورج کے نیچے پیاسوں کے خیموں میں شعلے پل بھر میں بھڑک اٹھے، آگ کی تپش پیاسوں کو جلانے لگی، یزیدی فوجوں کی لوٹ مار سے نڈھال بے چادر سیدانیاں، طمانچے کھائے ہوئے زخمی خوفزدہ بچوں کو سنبھالتیں، زہریلے دھوئیں سے کھانستیں پناہ کی تلاش میں ایک خیمے سے دوسرے خیمے کی طرف دوڑنے لگیں۔

زینبؑ نے بیمار زین العابدینؑ کا شانہ ہلایا: "بیٹا زین العابدینؑ! آنکھیں کھولو، دیکھو خیموں میں آگ لگا دی گئی ہے ـــ حسینؑ کے بعد اب

تم امام وقت ہو۔۔۔ بتاؤ یہیں جل کر خاک ہو جائیں یا قدم باہر نکالیں؟"

علیؑ زین العابدینؑ نے نقاہت سے آنکھیں کھول کر دھواں دھواں فضا کو دیکھا اور گھٹی ہوئی نحیف آواز میں بولے: "پھوپھی اماں! پردہ ساقط ہے اور جان کا بچانا فرض ہے۔۔۔ سب کو لیکر کسی محفوظ مقام پر چلی جایئے۔"

ہر طرف قیامت بپا تھی، آگ کے بھڑکتے شعلے چاروں جانب سے گھیرا ڈال رہے تھے۔۔۔ بچے ڈر ڈر کر چیخ رہے تھے۔۔۔ مائیں فریاد کر رہی تھیں۔۔۔ لیکن بے چادر کھلے آسمان تلے نکلنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، یزیدی لشکر والے دور کھڑے تماشا دیکھ کر ہنس رہے تھے اور شرارتاً آگ میں گھرے ہوئے بچوں اور عورتوں پر پتھر برسا برسا کر خوش ہو رہے تھے۔

اس افراتفری اور پریشانی میں کئی بچے گم ہو گئے۔۔۔ کچھ پتھروں سے زخمی ہوئے۔۔۔ کسی کے دامن کو آگ لگی اور کوئی فریاد کرتا ہوا حسینؑ کی لاش کی طرف چلا گیا۔۔۔ زینبؑ سب کو ایک جگہ اکٹھا کرتے کرتے بیدم سی ہو گئیں تو تمام خیمے شعلوں کی لپیٹ میں آچکے تھے۔

زینبؑ نے پریشان نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور دل تھام لیا۔۔۔ بیمار زین العابدینؑ کہیں نہیں تھے۔۔۔ پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔۔۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔۔۔ وہ ہاتھ ملتی ہوئی جلتے خیموں کی طرف والہانہ لپکیں: "خدایا۔۔۔! میرے بھائی کی آخری نشانی کی حفاظت

فرما — رب العزت امامت کے چراغ کو روشن رکھنا۔"

شعلوں کی سرخ زبانیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں — آگ ہر طرف اس طرح لپک رہی تھی کہ کہیں کوئی راستہ نہیں تھا — تپش اتنی شدید تھی کہ قریب کھڑا ہونا محال تھا لیکن زینبؑ کو کسی مشکل کی پروا نہیں تھی — وہ دیوانہ وار شعلوں کی طرف بڑھتی جارہی تھیں کہ حکومت کے مورخ حمید ابن مسلم نے راستہ روک لیا اور پریشانی سے بولا: "اے معظّمہ! ان بھڑکتے ہوئے شعلوں میں آپ کی کونسی ایسی متاع گراں بہا رہ گئی ہے جو آپ کو اپنی جان کی پروا بھی نہیں؟"

زینبؑ نے ایک نگاہ غلط انداز اس پر ڈالی اور عجلت میں بولیں: "میری کیا، آل محمدؐ کی کل کائنات ان جلتے خیموں میں رہ گئی ہے۔ میرے بھائی کی آخری نشانی، میرا بیمار بھتیجا غش میں ہے — بیماری نے اسے اتنا نحیف کردیا ہے کہ وہ سہارے کے بغیر اٹھ بھی نہیں سکتا — یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ آگ میں گھرا ہوا ہے اور میں اپنی زندگی کی پروا کروں؟"

حمید ابن مسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے، اس نے کوشش کی کہ بھڑکتے شعلوں میں کوئی راستہ تلاش کرسکے تو بیمار نوجوان کو بچالے — لیکن صحرائے عرب کی شدید گرمی میں جلتی آگ کی حدت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ دور سے ہی چہرے جھلس رہے تھے — وہ چند قدم آگے بڑھا اور

تیزی سے واپس پلٹ آیا اور پریشانی سے بولا: ”اس آگ میں داخل ہونا تو خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے ــــ کہیں کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔“

لیکن زینبؑ اس کی یہ دل شکن گفتگو سننے کے لئے موجود نہیں تھیں ــــ وہ جلتے شعلوں، بھڑکتی آگ اور جھلسا دینے والی تپش کی پروا کئے بغیر دوڑ کر ایک شعلہ بنے ہوئے آگ آگ خیمے میں داخل ہوگئیں اور تھوڑی ہی دیر میں بیمار زین العابدینؑ کو پشت پر لادے ہوئے باہر آئیں اور آگ کا دریا پار کرنے لگیں ــــ حمید نے بھی بیمار کو محفوظ جگہ پر لٹانے میں مدد دی ــــ وہ اس کے برابر بیٹھ کر اپنے اور بیمار کے کہیں کہیں سے سلگتے کپڑوں کو اپنے ہاتھوں سے دبادبا کر بجھانے لگیں ــــ وہ باربار بیمار کی پیشانی چومتیں ــــ اس کے زرد رخساروں کو سہلاتیں اور اس کے پیاس سے تڑخے ہوئے ہونٹوں کو چھو کر کہتیں: ”آنکھیں کھولو بیٹا زین العابدینؑ ــــ! تمہارا عہد امامت تو بہت کڑی منزلوں سے شروع ہوا ہے ــــ اللہ تمہیں سلامت رکھے ــــ اپنی ذمہ داریاں سنبھالو بیٹا“ ــــ

"الحافظ والحفیظ ۔۔۔! الحافظ والحفیظ ۔۔۔!"

صحرائے کربلا میں اتری ہوئی لہو روتی شام غریباں ۔۔۔ سیاہ بال، کھولے حرماں نصیب رات سے گلے لگی تو زینبؑ کی آواز عباسؑ علمدار کے لہجے کا رعب و جلال لئے چہار جانب گونج رہی تھی ۔۔۔

جلے ہوئے خیموں کی راکھ تھی ۔۔۔ سہمے ہوئے بھوکے پیاسے زخمی بچے تھے ۔۔۔ ممتا کی آگ میں سلگتی کوکھ جلی مائیں تھیں ۔۔۔ اجڑی مانگ والی نئی دلہنیں تھیں اور پہاڑ سی رات ۔۔۔ جس کے تعاقب میں اسیری کی مصیبت لانے والی خوف کی صبح تھی ۔۔۔ دور مقتل میں محبت کے سارے رشتوں کی سر بریدہ لاشیں گھوڑوں کے سموں سے پامال بے گور و کفن کھلے آسمان تلے پڑی تھیں ۔۔۔ ان کے کٹے ہوئے سر یزیدیوں کے خیموں کے درمیان نیزوں پر چڑھے ہوئے تھے۔

جہاں فتح کے جشن منائے جارہے تھے ۔۔۔ اپنے اپنے ظلم و بربریت کو کارنامہ بنا کر فخر و مباہات کیا جارہا تھا ۔۔۔ انعام و اکرام کے حصول کی امید میں دل بھر کے خوشیاں منائی جارہی تھیں ۔۔۔ کھانے پینے کا اہتمام تھا اور یزیدیوں کے سپہ سالار اپنے پُر آسائش خیموں میں اطمینان سے لیٹے آرام کررہے تھے ۔۔۔

زینبؑ کے ہاتھ میں چوب خیمہ تھی ۔۔۔ وہ کھلے آسمان تلے عورتوں اور بچوں کے لٹے ہوئے قافلے کی نگہبانی کررہی تھیں تاکہ ان کی آواز سن کر ڈرے ہوئے خوفزدہ بچوں کو حوصلہ ہو اور کسی دشمن کو اس طرف رخ کرنے کی جرأت نہ ہوسکے ۔۔۔ خیموں کی آگ اور یزیدیوں کی سنگ باری نے معصوم بچوں کو یوں منتشر کر دیا تھا جیسے دھاگہ ٹوٹ جانے پر تسبیح کے دانے ۔۔۔ کوئی گھوڑوں کے سموں تلے کچلا گیا تھا ۔۔۔ کوئی صحرا کی وسعتوں میں گم ہوگیا تھا ۔۔۔ کوئی مقتل کی طرف نکل گیا تھا ۔۔۔ تو کسی کو جلتے خیموں میں سے نکلنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

زینبؑ نے اپنی بہنوں کے ساتھ مل کر اندھیرے صحرا میں بکھرے بچوں کو جگہ جگہ تلاش کیا تھا ۔۔۔ جو زندہ مل گئے انہیں ان کی ماؤں کے حوالے کیا ۔۔۔ جو کچلی ہوئی لاشوں کی صورت میں یہاں وہاں شاخ سے ٹوٹے ہوئے پھولوں کی طرح کملائے پڑے تھے انہیں اپنے ہاتھوں کے

ساتھ ریت میں دفن کیا۔۔۔ ان کی ماؤں کو تسلیاں دے دے کر سنبھالا کہ اچانک ننھے شہید اصغرؑ کی دکھیاری ماں ام ربابؑ سسکتے ہوئے بولیں: ”سکینہؑ نہ جانے کہاں چلی گئی ہے۔۔۔؟ اس کے کان زخمی ہیں۔۔۔ کرتا جلا ہوا ہے اور شمر کے طمانچوں سے رخسار نیلے ہو رہے ہیں۔۔۔ وہ کہہ رہی تھی کہ مجھے نجف کا راستہ بتادو۔۔۔ میں دادا علیؑ مرتضٰی سے یزیدیوں کی شکایت کروں گی۔۔۔ پتا نہیں میری معصوم بچی کس طرح نکل گئی ہے۔۔۔؟“

زینبؑ کا دل ڈوبنے لگا۔۔۔ اپنی لاڈلی سکینہؑ کو تو حسینؑ نے ان کے حوالے کیا تھا۔۔۔ ننھی معصوم بچی تاریکیٔ شب میں نہ جانے کہاں بھٹکتی پھرتی تھی۔۔۔ زینبؑ نے چھوٹی بہن کلثومؑ کا ہاتھ تھاما اور اندھیرے صحرا میں معصوم سکینہؑ کو ڈرڈر کر پکارنے لگیں لیکن بچی تاریکی میں نہ کہیں نظر آتی تھی، نہ کسی جانب سے اس کی آواز ہی سنائی دیتی تھی۔۔۔ دل ہر آن بیٹھا جاتا تھا۔۔۔ سینے میں ہوک سی اٹھتی تھی۔ ننھی سکینہؑ تو گھر بھر کی آنکھوں کا تارا تھی۔۔۔ کبھی ایک کی گود میں ہوتی اور کبھی دوسرے کی گود میں۔۔۔ کبھی کسی نے کڑی آنکھ سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔۔ لیکن حسینؑ کی شہادت کے بعد اس نے وحشی درندوں ایسے یزیدیوں سے طمانچے کھائے تھے۔۔۔ اس کے کانوں سے گوشوارے کھینچ لئے گئے تھے۔۔۔ اس کے کرتے میں آگ لگی تھی۔۔۔ نہ جانے غم کی اس رات میں اس پہ کیا گزر رہی

ہر طرف ڈھونڈتے، تلاش کرتے، دیکھتے بھالتے، زینبؑ مقتل کی طرف نکل آئیں جہاں سر بریدہ لاشیں بے گور و کفن پڑی تھیں ــــ زینبؑ نے رندھی ہوئی آواز میں حسینؑ کو پکارا: "حسینؑ ــــ! میرے بھائی ــــ! سکینہؑ کہیں کھو گئی ہے ــــ مجھے بتاؤ وہ یہاں تو نہیں آئی؟"

"زینبؑ یہاں آؤ اس طرف ــــ!" زینبؑ کی آواز کا فوراً ہی جواب آیا۔

حسینؑ کی آواز پہچان کر زینبؑ کا دل بھر آیا ــــ رواں رواں اس کھوئی ہوئی آواز کی جستجو میں کھنچنے لگا ــــ وہ بیقرار ہو کر آواز کی سمت لپکیں ــــ دیکھا کہ معصوم بچی حسینؑ کی پامال سر بریدہ لاش کے سینے پر سر رکھے سو رہی ہے۔ دل سینے میں تڑپنے لگا ــــ سسکیاں لبوں پر آ آکر دم توڑنے لگیں ــــ آہیں سینے میں گھٹ کر رہ گئیں ــــ جھک کر بچی کو اتنی ملائمیت اور آہستگی سے اٹھایا کہ اسکی نیند میں خلل نہ پڑے اور نہ جانے کس دل کے ساتھ حسینؑ کی لاش کو تنہا چھوڑ کر معصوم بچی کو آغوش میں سنبھالے زینبؑ اس طرف پلٹ آئیں جہاں بھوکے پیاسے بچوں کی آنکھوں میں نیند کے بجائے خوف تھا ــــ وہ ماؤں کی آغوش میں بھی چونک چونک جاتے تھے اور ڈر کر رونے لگتے تھے ــــ زینبؑ کسی کو پیار کرتی تھیں ــــ کسی کو سمجھاتی تھیں ــــ کسی روتے ہوئے بچے کو گود میں لے کر بہلاتی تھیں ــــ کسی کو ٹہلا ٹہلا کر سلانے کی

کوشش کرتی تھیں ـــ پھر بیمار زین العابدینؑ کی خبر لیتی تھیں ـــ ان کی تیمارداری کرتیں اور انہیں جاجا کر دیکھتی تھیں۔

رات کی سیاہی میں گیارہویں رات کا چاند اور ٹمٹماتے ستارے کوئی کمی نہیں کرپائے تھے ـــ چاند کے چہرے پر خاک پڑی ہوئی تھی اور ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہے تھے کہ دور سے روشنی کے چھوٹے چھوٹے سے دھبے اجڑے ہوئے قافلے کی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے ـــ

زینبؑ خیمے کی چوب لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں ـــ دوسری بہنیں اور کنیزیں ان کے عقب میں تھیں ـــ روشنیاں کچھ اور قریب آگئیں تو کچھ عورتوں کے ہیولے نظر آئے ـــ جن کے سروں پر خوان تھے اور ہاتھوں میں پانی کے کوزے ـــ سب سے اگلی عورت دوڑ کر قریب آئی اور رندھی ہوئی آواز میں بولی: ''میری مخدومہ ـــ! میری آقازادی ـــ! عقیلۂ قریش ـــ! زینبؑ بنت علیؑ کہاں ہیں ـــ؟''

''بولو کیا چاہتی ہو؟'' زینبؑ نے پروقار لہجے میں سوال کیا۔

وہ قدموں میں جھک گئی اور ہچکیوں کے درمیان بولی: ''میری مخدومہ ـــ! میں زوجۂ حر ہوں ـــ خدا کے لئے مجھے بتایئے کیا آپ کے غلام نے حق غلامی ادا کیا ہے؟ کیا آپ اس سے راضی ہیں؟ کیا آپ نے اور مولا حسینؑ نے حر کی خطاؤں کو بخش دیا ہے؟''

زینبؑ نے قدموں میں ۰ ہوئی زوجۂ حر کو گلے سے لگا لیا: ''ہندہ! حر کو تو ہم نے بھائی کہا ہے ـــ بیشک اس نے اپنا حق ادا کیا اور فردوس بریں کا حقدار ہوا ـــ ہم تمہارے بھی شکر گزار ہیں ـــ حر تمہارے سر کا تاج تھا۔''

ہندہ نے بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ سینے پر دوہتڑ مارا:

''ہائے میری آقازادی ـــ! آپ کتنی کریم ہیں ـــ آپ کا گھرانہ سخیوں کا گھرانہ ہے ـــ امت نے یہ کیسا اندھیر کیا ہے ـــ؟ رسول اللہؐ کے محبوب حسینؑ کا لاشہ گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا اور ان کا سر نیزے پر چڑھایا ہے ـــ آپ کی مادر گرامیؑ کا جنازہ رات کی تاریکی میں اٹھا اور انہوں نے آپ کو دن کی روشنی میں بے چادر کر دیا ہے ـــ انہوں نے کونسا ظلم ہے جو آپ پر روا نہیں رکھا ـــ لیکن آپ کے مقدس لبوں پر کسی کے لئے کوئی بددعا نہیں آئی ـــ آپ نے خدا سے ان کے لئے کوئی عذاب نہیں مانگا ـــ خدایا ـــ! تو آپ ہی ان ظالموں سے حساب لے'' ـــ

ہندہ کی باتیں سن کر سیدانیوں کے اپنے دل چھلک چھلک جاتے تھے ـــ لیکن وہ صبر و ضبط سے خود کو تھامے ہوئے تھیں ـــ زینبؑ نے اسے تسلی دی: ''حوصلے سے کام لو ہندہ اور بتاؤ اس وقت کیوں آئی ہو؟''

''میں شرمندہ ہوں علیا مقام کہ اس عالم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے پر مجبور کر دی گئی ہوں ـــ سپہ سالار نے کھانا اور پانی بھیجا ہے

تاکہ دنیا والوں کے سامنے سرخرو ہوسکے۔"

زینبؑ کی بے ساختہ سسکیاں نکل گئیں ـــ انہوں نے کنیزوں کے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے پانی سے چھلکتے کوزے دیکھے اور رندھے ہوئے گلے کے ساتھ بولیں: "اس وقت یہ سپہ سالار کہاں تھا جب حسینؑ نے پیاسے شیرخوار کے لئے پانی کے چند قطرے مانگے تھے اور اسے پانی کے بجائے اس سہ پہلو تیر سے سیراب کیا گیا تھا ـــ جو گھوڑوں کو ہلاک کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے ـــ بتاؤ ہندہ! کیا اس شیرخوار کی ماں پانی پی سکتی ہے؟"

ہندہ نے دلگرفتگی سے ہاتھ ملے اور روتے ہوئے بولی: "آقازادی ـــ! یہ مقام بہت سخت ہے ـــ یہ کڑی منزلیں طے کرنا آلِ رسولؐ کا ہی حصہ ہے ـــ گستاخی نہ سمجھیں تو تھوڑا کھانا پانی بچوں کو ہی دے دیں ـــ ہم اپنی ان گناہگار آنکھوں سے دیکھتے رہے ہیں کہ کئی روز سے پانی کا ایک قطرہ بھی آپ کی طرف نہیں جانے دیا گیا۔"

زینبؑ نے ایک آہ سرد کھینچی، کچھ سوچ کر ماں کی گود میں سمٹی بے سدھ ہوئی ننھی سکینہؑ سے پیار کے لہجے میں بولیں: "سکینہؑ بیٹی! اٹھو پانی پی لو۔"

سکینہؑ نے چونک کر دیکھا اور حیرت سے بولیں: "پھوپھی اماں ـــ! کیا چچا عباسؑ پانی لے آئے ہیں؟"

زینبؑ نے دل پر گرتے گرم آنسوؤں کو ضبط کر کے سکینہؑ کو بہلایا: "بیٹا! اٹھو میری جان، دو گھونٹ پانی پی لو، تم کئی روز سے پیاسی ہو۔"

سکینہؑ نے کوزہ تھام لیا، ماں کی گود سے نکلیں اور ادھر ادھر دیکھ کر بولیں: "پھوپھی اماں! بھیا علی اصغرؑ کہاں ہے؟ وہ مجھ سے چھوٹا ہے — پہلے اسے پانی دیں — وہ مجھ سے زیادہ پیاسا ہے۔"

اصغرؑ کی ماں کی چیخیں نکل گئیں — ہندہ نے سر و سینہ پیٹ لیا اور کنیزوں سے بولی: "جاؤ! یہ کھانا اور پانی لے جاکر سپہ سالار کے منہ پر مار دو اور اس سے کہہ دینا کہ جس طرح حر نے اپنے آقا و مولاؑ کے قدموں میں جان دی ہے اس طرح اس کی زوجہ بھی اپنی آقازادیوں پر نثار ہو جائے گی۔" حر کی زوجہ نے اپنے سر سے چادر اتار پھینکی اور سیدانیوں کے پاس خاک پر بیٹھ گئی۔

بھوکے پیاسے بچے روتے روتے آخر سو گئے اور ان کی دکھیاری مائیں ان کے بالوں پر پیشانیاں رکھے چپکے چپکے رونے اور آہیں بھرنے لگیں — رات کی خاموشی بین کرنے لگی — شب کی آنکھوں سے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے — اجڑے صحرا کی ویرانی نوحہ کرنے لگی — زینبؑ وقفے وقفے سے اٹھ کر چاروں طرف دیکھتیں — چھوٹے سے لٹے ہوئے قافلے کے گرد چکر لگاتیں اور بیمار زین العابدینؑ کو دیکھتی بھالتیں — سب

کے لئے حوصلہ اور ڈھارس بنی ہوئی تھیں ـــ

لیکن خود ان کے اپنے دل کی شکستگی ـــ اضطرار اور درد و کرب کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا ـــ غم والم کی سیاہ چادر اوڑھے ـــ مصائب سے بھری ہوئی رات ـــ شاید کبھی کسی صنف نازک پر اس طرح نہیں ٹوٹی تھی جس طرح زینبؑ کیلئے صدیوں پر بھاری ہوگئی تھی ـــ کبھی انہیں نانا رسول اللہؐ کی عظمت وشان یاد آتی ـــ کبھی اپنے گھرانے کی بارگاہ خداوندی میں برگزیدگی کا خیال آتا ـــ کبھی وہ آیتیں ایک ایک کر کے ذہن میں گونجتیں جو ان کے گھرانے کی ستائش میں اتری تھیں ـــ کبھی حسینؑ کی شان میں نانا رسول اللہؐ کی احادیث کا ایک ایک حرف تڑپا دیتا جسے امت نے یکسر فراموش کردیا تھا ـــ کبھی عباسؑ کا رعب و دبدبہ یاد آتا جس سے سارا عالم عرب کانپتا تھا اور کبھی علی اکبرؑ کی ناناؐ سے مشابہ رفتار و گفتار کا خیال آتا ـــ ممتا عونؑ و محمدؑ کے لئے بھی سلگتی اور قاسمؑ کے لئے بھی دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا اور جیسے جیسے رات ڈھلتی تھی ـــ ستاروں کا سفر آمد صبح کا پتا دیتا تھا ویسے ویسے اسیری کے خوف اور بے پردگی کی اذیت کے خیال سے دل ہولتا تھا ـــ صبح کے اجالے سے حجاب آنے لگا تھا ـــ سورج کی طرف دیکھنے کے خیال سے بھی شرم آتی تھی ـــ اگلے دن کا تصور کسی پہاڑ کی طرح سر پر جھکا ہوا تھا۔

مگر زینبؑ دل کو چھلنی کردینے والی یادوں اور روح کو مار دینے

والے اندیشوں کو اپنے وجود میں سنبھالے غم و الم کا بوجھ اٹھائے، ہمت و جرأت کی تصویر بنیں لٹے ہوئے قافلے کو سنبھالے ہوئے تھیں جس میں بیک وقت دو امام موجود تھے، زین العابدینؑ جو امام وقت تھے اور سات سالہ محمد باقرؑ جو ان کے وارث تھے۔

نماز شب کا وقت بتانے والے ستاروں نے مصائب کی اس سیاہ رات میں بھی زینبؑ کو بارگاہ ایزدی میں سر بہ سجدہ دیکھا۔۔۔ لب ہائے مقدس پر نہ شکوہ تھا نہ یزیدیوں کے لئے کوئی بد دعا۔۔۔ لہجہ شکر خداوندی سے چھلکتا تھا اور کوئی حرف حمد ایزدی سے خالی نہیں تھا۔۔۔ لو صرف اور صرف اللہ ہی سے لگی ہوئی تھی:

"خدایا۔۔۔! آل محمدؐ کی ان قربانیوں کو قبول فرمالے۔۔۔
بار الہٰ۔۔۔! ہمیں اپنی حمایت میں رکھنا اور اپنی نگاہ رحمت سے ہمیں محروم نہ کرنا۔۔۔
ہمیں ہمارے مقصد سے علیحدہ نہ کرنا اور ہمیں ہدایت و کامرانی کے ساتھ اس منزل تک پہنچادے۔۔۔
جس کے لئے تو نے ہمیں پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تو نے ہمیں متوجہ کیا ہے۔"

"اللہ اکبر ــــ! اللہ اکبر ـــ!"

اذان فجر صبح کی آمد کا اعلان کرنے لگی ــــ فرزند رسولؑ کو شہید کرنے والوں نے اذان میں رسول اللہؐ کی رسالت کی گواہی دی اور نیزوں پر چڑھے ہوئے آل رسولؐ کے سروں کے سامنے صبح کی نماز ادا کی ــــ اہلبیت رسولؐ کا لٹا ہوا قافلہ زیر آسمان نماز فجر کے لئے سر بہ سجدہ ہوا ــــ نماز کے بعد دعا اور تلاوت کا سلسلہ شروع ہوا ــــ یہاں تک کہ سورج کا بجھا بجھا سا چہرہ نظر آیا اور اس کی اداس زرد کرنیں بے چادر بیبیوں کے کھلے ہوئے بالوں پر پڑیں جن سے وہ پردے کا کام لے رہی تھیں ــــ چاروں جانب پھیلتے اجالے اور سمٹتے اندھیرے کو دیکھ کر زینبؑ کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے ان کے سروں سے چادریں اتاری جا رہی ہیں ــــ چڑھتے دن کو دیکھ کر زینبؑ کا دل خون کے آنسو رونے لگا اور زین العابدینؑ کو غش آ گیا ــــ

یزیدی فوج کے سپہ سالار اور سپاہی کھانے اور پانی سے سیراب ہو کر تین دن کے بھوکے پیاسے بچوں اور دلگرفتہ و دل شکستہ عورتوں کی طرف دندناتے ہوئے بڑھے ___ ان کے ساتھ بے کجاوہ اونٹ تھے ___ کسی کے ہاتھ میں طوق و زنجیر تھا ___ کوئی بیڑیاں لئے ہوئے تھے اور کسی کے پاس رسیاں تھیں ___ ان بے رحم درندوں کی وحشیانہ ہاؤ ہو سن کر سیدانیاں لرز اٹھیں ___ بچے ماؤں کی آغوش میں چھپ کر بلکنے لگے ___

زینبؑ نے اپنی بوڑھی کنیز فضہؓ کی اوٹ لے کر جرأت مندی سے سالارِ لشکر عمر بن سعد کو متوجہ کیا: "اے سعد کے بیٹے ___! تو رسول زادیوں کو کیوں قید کرنا چاہتا ہے ___؟ کیا تیرے باپ نے تجھے یہی وصیت کی تھی کہ تو نواسۂ رسولؐ کا خون بہائے اور رسول اللہؐ کے ناموس کو قیدی بنائے؟"

وہ ذرہ بھر شرمندہ نہیں ہوا اور ڈھٹائی سے بولا: "جنگ کا فیصلہ ہو چکا ہے ___ تم سب ہمارے قیدی ہو ___ حاکم کوفہ عبیداللہ ابن زیاد کا حکم ہے کہ قیدیوں کو ان کے دربار میں پیش کیا جائے۔"

یزیدی لشکر نے مظلومیت سے لرزتے کارواں کو گھیرے میں لے لیا ___ عمر بن سعد نے چلا کر حکم دیا: "قیدیوں کو جلد اونٹوں پر سوار کراؤ۔"

سنگدل سپاہی آگے بڑھے ___ سیدانیاں اپنے ہی وجود میں سمٹنے لگیں ___ بچوں کے دم ننھے ننھے سینوں میں گھٹنے لگے ___ ڈر سے ان کی آواز

بھی نہیں نکلی ــــ زینبؑ نے للکارا: ''ٹھہرو ــــ!''

ان کے لہجے میں کچھ ایسی کڑک تھی کہ آگے بڑھتے یزیدیوں کے اٹھے ہوئے قدم جہاں تھے وہیں رک گئے ــــ زینبؑ نے عمر بن سعد کو ملامت کی: ''او سعد کے بیٹے ــــ! خدا دنیا و آخرت میں تیرا چہرہ سیاہ کرے ــــ! تجھے شرم نہیں آتی کہ تو نامحرموں کو حکم دیتا ہے کہ وہ رسول اللہؐ کی بیٹیوں کو سوار کرائیں ــــ ان سے کہہ کہ یہ اونٹ بٹھا کر دور ہٹ جائیں ــــ ہم خود سوار ہونا جانتے ہیں۔''

زینبؑ کے تیوروں میں حیدر کرارؑ کا سارعب و جلال تھا ــــ جس جس یزیدی نے اس آواز کو سنا ــــ اس پر ہیبت چھا گئی ــــ عمر سعد نے سپاہیوں کو پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیا ــــ زینبؑ نے کنیزوں کے ساتھ مل کر ایک ایک بی بی کو سوار کرایا ــــ بے کجاوہ اونٹوں پر ننھے بچوں کو سنبھال کر بیٹھنا آسان نہیں تھا ــــ بچے خوف سے روتے تھے جبکہ مائیں ہر لمحے سنبھلتیں اور خود کو گرنے سے بچاتی تھیں۔ لٹی ہوئی گود والی ممتا کی ماری مائیں ــــ اجڑی ہوئی مانگوں والی بیوائیں اور کڑیل جوان بھائیوں کی بے سہارا بہنیں سوار ہو چکیں تو زینبؑ نے سوار ہونے سے پہلے گرد و پیش پر نگاہ کی کہ کوئی بی بی یا بچہ سوار ہونے سے رہ تو نہیں گیا کہ اچانک ان کی نگاہ بیمار زین العابدینؑ پر پڑی ــــ

وہ خود پر قابو ۔ ر ۔۔۔ رو ، فریاد وہ ن

طرف لپکیں ۔۔۔ غم و الم سے ہاتھ ملتیں ۔۔۔ سر و سینہ پیٹتیں ۔۔۔ خون کے آنسو روتیں ۔۔۔ وہ کبھی بیمار کے گلے میں بھاری خاردار طوق کو دیکھتی تھیں ۔۔۔ کبھی پیروں میں پڑی بیڑیوں کو ۔۔۔ کبھی زنجیروں میں جکڑے لاغر بدن کو ۔۔۔ کبھی بخار سے تپتے چہرے کو ۔۔۔ کبھی غیرت سے جھکی آنکھوں کو ۔۔۔ کبھی لرزتے ہونٹوں کو جن سے بات نہیں نکلتی تھی ۔۔۔ بے بسی سے جان لبوں پر تھی ۔۔۔ زینبؑ کی فریاد سن کر اونٹوں پر سوار بیبیاں بھی بے قرار ہو گئیں ۔۔۔ ان کی آہ و زاری دل ہلانے لگی۔

شمر نیزہ لے کر آگے بڑھا ۔۔۔ عمر بن سعد دھاڑا: "بنت علیؑ ۔۔۔! جلد سوار ہو جاؤ، قافلے کو روانہ ہونا ہے۔"

زین العابدینؑ نے کراہتی ہوئی آواز میں کہا: "پھوپھی اماں ۔۔۔! صبر کیجیے۔"

فضہؓ، زینبؑ کو تھام کر سوار کرانے لگیں ۔۔۔ زینبؑ کے دل پر قیامت گزر گئی ۔۔۔ مدینے میں اپنا عزت و وقار سے سوار ہونا یاد آیا ۔۔۔ کہیں عباسؑ تھے ۔۔۔ تو کہیں علیؑ اکبر ۔۔۔ کہیں قاسمؑ تھے ۔۔۔ تو کہیں عونؑ و محمدؑ ۔۔۔ کہیں حسینؑ تھے ۔۔۔ تو کہیں اٹھارہ بھائیوں کا جھرمٹ ۔۔۔ لیکن یہ وقت کی کیسی کروٹ تھی ۔۔۔؟ اب کہیں حسینؑ کا قاتل تھا ۔۔۔ تو کہیں عباسؑ کا ۔۔۔

سے آگے ایک طویل نیزہ بلند ہوا جس پر حسینؑ کا نورانی سر چودھویں کے چاند کی طرح چڑھا ہوا تھا۔۔۔ اونٹوں کی ننگی پشت پر سوار زینبؑ کی نگاہ یکایک حسینؑ کے چہرۂ گلرنگ پر پڑی تو دل سینے میں بیتاب ہو گیا اور لبوں سے بے ساختہ ایسی فریاد بلند ہوئی کہ زمین و آسمان کا رنگ بدلنے لگا:

"حسینؑ میرے بھائی۔۔۔! آپ تو ہمارے چاند تھے۔۔۔
آہ۔۔۔! آپ کا طلوع ہونا موقوف ہو گیا ہے۔۔۔
میرے ماں جائے۔۔۔! آپ کے نہ ہونے سے ہمارے
دن راتوں میں بدل گئے ہیں۔۔۔
اور تمام دنیا پر تاریکی چھا گئی ہے"۔۔۔

سیدانیاں بے اختیار ہچکیاں لینے لگیں۔۔۔ زین العابدینؑ غم و الم سے نڈھال ہو گئے۔۔۔ زینبؑ نے دور سے نظر آتی ہوئی شہر کوفہ کی فصیل کو دیکھا۔۔۔ پھر چاروں طرف پھیلے ہوئے یزیدی لشکر پر نگاہ کی۔۔۔ اپنی بے چادری کو دیکھا۔۔۔ سیدانیوں کے کھلے ہوئے سروں پر نظر کی۔۔۔ نیزوں پر بلند سروں کو دیکھا اور بے اختیار تحکمانہ لہجے میں بے دین مسلمانوں سے سوال کیا:

"اے لوگو۔۔۔! تم اس وقت کیا جواب دو گے۔۔۔؟
جب رسول خداؐ تم سے پوچھیں گے کہ تم نے میری

عترت واہلبیتؑ کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا۔۔۔؟

یہی کہ کسی کو قیدی بنایا اور کسی کو خون میں نہلادیا۔۔۔

اگر میں تمہیں اپنے اہلبیتؑ کے ساتھ نہایت برا سلوک کرنے کی تاکید کرتا تو بھی تم اس سے زیادہ برا سلوک نہیں کرسکتے تھے۔۔۔

کیا میری نصیحتوں کا تم پر یہی اثر ہے۔۔۔؟"

یہ زینبؑ کی آواز نہیں تازیانہ تھا۔۔۔ جو مردہ ضمیروں پر یکبارگی برس گیا۔۔۔ سپاہیوں نے سر جھٹکے اور پشیمانی سے اپنے حال پر نگاہ کی۔۔۔ پھر اونٹ کی ننگی پشت پر سوار بندھے ہاتھوں والی معظّمہ کے چاند چہرے کی ضیا پاشیوں کو دیکھا اور ان کے لفظوں سے برستی ملامت میں شرابور ہو ہو کر اپنے سالاروں کی طرف سوالیہ نگاہوں سے تکنے لگے تو عمر بن سعد نے وقت کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے کوچ کا حکم دے دیا۔

شمر نے نیزے کی انی سے زینبؑ کو خاموش کروایا اور بیمار کو تازیانہ لگا کر بولا: "چلو آگے بڑھو! کوفے میں عوام کا ہجوم تمہارا تماشہ دیکھنے کو بیتاب ہے۔"

کیا میرے بابا علیؑ کا لخت جگر تو ہی ہے ــــ؟

کیا رسول اللہؐ کے دل کی ٹھنڈک تو ہی ہے ــــ؟

کیا ہماری امیدوں اور تمناؤں کا مرکز تو ہی ہے ــــ؟"

اس انقلاب زمانہ پر نہ آنکھوں کو اعتبار آتا تھا ــــ نہ دل ہی وقت کی اس کروٹ پر سنبھلتا تھا ــــ ناناؐ کی امت کے اس ظلم و شقاوت کی شکایت کرنے کو زینبؑ نے مدینے کی سمت رخ کیا اور نانا رسول اللہؐ کو دل کے زخم دکھانے لگیں:

"اے میرے پیارے نانا محمدؐ مصطفیٰ ــــ! آپ کی دہلیز پر تو فرشتے بھی ادب سے سر جھکاتے تھے لیکن دیکھئے کہ آپ کے پیارے حسینؑ کو آپ کی امت کے سنگدل افراد نے جس طرح ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا ہے اسکی مثال نہیں ملتی" ــــ

"اے ناناؐ ــــ! یہ وہی حسینؑ ہے جس کے بوسے لیتے آپ نہ تھکتے تھے ــــ کاش ــــ! آپ دیکھتے کہ اسے کس طرح پچھاڑ کر شمر جوتی پہنے ہوئے اس کے سینے پر سوار ہوا ــــ وہ خاک پر پڑا ہے اور اس کا سر پسِ گردن سے کاٹ کر نیزے پر چڑھایا گیا ہے ــــ اس

کا سینہ چور چور ہے"۔۔۔

"دیکھیے نانا۔۔۔! باغیوں اور آزاد کردہ لوگوں کی اولاد نے حسینؑ کو گھوڑوں کے سموں سے پامال اور پاش پاش کر دیا ہے"۔۔۔

"اے نانا۔۔۔! ان فاسق و فاجر لوگوں نے آپ کی بیٹیوں کو قیدی بنالیا ہے۔۔۔ آپ کی پاک آلؑ کو بے توقیر کر رہے ہیں"۔۔۔

"اے نانا۔۔۔! بارگاہ الٰہی میں ہم پر ڈھائے جانے والے ان مظالم پر گواہ رہیے گا"۔۔۔

زینبؑ کی آہ و بکا سے زمین کربلا ہلتی اور آسمان لرزتا تھا۔۔۔ ریت کے ذروں سے سسکیوں کی آواز آتی تھی۔ سیدانیوں کے دلخراش بین آنسو بن بن کر برستے تھے۔۔۔ فضاؤں سے غم و الم کی برسات ہوتی تھی۔۔۔ مورخ حمید ابن مسلم کچھ دیر ادھر ادھر دیکھتا رہا۔۔۔ پھر آنسو پونچھتا قریب آیا اور زینبؑ کو مخاطب کیا: "اے معظمہؑ۔۔۔! میں دیکھتا ہوں کہ ہر شہید کی لاش پر کوئی نہ کوئی بی بی گریہ کناں ہے لیکن دو نوخیز جوانوں کی لاشیں لاوارث پڑی ہیں۔۔۔ کیا ان کا قافلے میں کوئی نہیں جو ان کی لاشوں پر دو آنسو بہادے۔۔۔؟"

اور گرم ریت پر بے سائبان بیٹھے ہوئے جیسے زمانے بیت گئے تھے۔

زین العابدینؑ کے بیمار چہرے کا رنگ ہر آن بدل رہا تھا۔ زینبؑ کی نگاہ شہر کوفہ پر پڑتی تھی تو دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا تھا۔ اسی شہر کوفہ میں وہ کبھی اٹھارہ بھائیوں کی چھاؤں میں شہزادیوں کی طرح داخل ہوئی تھیں اور آج بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ بے مقنع و ردا قیدیوں کی طرح شہر میں لے جائی جانے والی تھیں۔ آنے والا کڑا وقت کڑی آزمائش بن کر سامنے کھڑا تھا کہ کوفہ جانے والا قاصد آپہنچا اور اس نے عمر بن سعد کو ابن زیاد کا اجازت نامہ دیا اور شہر کا حال سنایا:

"امیر کوفہ عبیداللہ ابن زیاد کے حکم پر حاکم یزید ابن معاویہ کی فتح و فیروز مندی کا جشن اپنے عروج پر ہے۔ دارالامارہ اور کوفہ شہر کے گلی کوچوں کو آراستہ و پیراستہ کیا گیا ہے۔ ہر طرف عید کا سماں ہے۔ لوگ نئے لباس پہن کر خوشیاں مناتے اور نقارے بجاتے ہیں۔ کھڑکیاں، چھتیں اور بالاخانے تماشائیوں سے بھرے ہیں۔ وہ حاکم یزید کے باغیوں کا تماشہ کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔ شہر بھر میں منادی کرادی گئی ہے کہ کوئی شخص مسلح ہو کر نہ نکلے اور دس ہزار

سوار شہر کے تمام اہم مقامات پر تعینات کئے گئے ہیں کہ امن وامان کو بر قرار رکھیں۔"

"امیر کوفہ عبیداللہ ابن زیاد کا فرمان ہے کہ باغیوں کے سروں کو نیزوں پر بلند کیا جائے ــــ سپہ سالار نئی وردیاں پہنیں اور شہر میں اس طرح داخل ہوں کہ حکومت کی دھاک عوام کے دلوں پر بیٹھ جائے۔"

یہ پیغام پاتے ہی عمر بن سعد نے کوچ کا حکم دیا تو محرم کی بارہ تاریخ تھی ــــ شمر اور دوسرے سرکردہ سالار حرکت میں آگئے ــــ عمر بن سعد خود ہدایات دینے لگا ــــ سرداران لشکر بڑی سرگرمی سے لشکر کو ترتیب دینے میں مشغول ہوگئے ــــ ہر قبیلے کا علیحدہ سالار مقرر کر کے ان میں شہداء کے سر تقسیم کر دیئے گئے ــــ قبیلہ بنی تمیم کو سترہ سر، بنی اسد کو سولہ سر، مذحج کو سات سر اور اسی طرح بعض سرداروں کی تحویل میں بھی سروں کی کافی تعداد دی گئی ــــ قیس ابن اشعث کندی کو تیرہ سر، شمر ذی الجوشن کو بارہ سر، حصین بن نمیر کو پندرہ سر دیئے گئے تاکہ تمام قبیلوں کی شمولیت ظاہر ہو جائے اور کسی قبیلے کی طرف سے بغاوت کا خطرہ نہ رہے۔

سر نیزوں پر بلند کئے جانے لگے ــــ اونٹوں کی ننگی پشت پر بیبیوں اور بچوں کو سوار کرایا جانے لگا اور ان کی نگاہوں کے سامنے کہیں علی اکبرؑ کا

انہیں آب بہشت سے غسل دیں گے ــــ حلہ ہائے جنت ان کے کفن ہوں گے اور بہشت کی مٹی ان کا حنوط ہو گی لیکن یہ اشقیاء اور فرعون صفت لوگ اس سے قطعاً واقف نہیں ہو سکیں گے۔"

"پھر خدائے بزرگ و برتر اسی امت کا ایک گروہ مقرر کرے گا جو حسینؑ اور ان کے انصار کی قبروں پر ایسی نشانیاں قائم کرے گا جو اہل حق کے لئے راہ ہدایت اور مومنین کے لئے باعث خیر و برکت ہوں گی۔ ایک لاکھ ملائکہ وہاں دن رات تسبیح و تہلیل کریں گے ــــ ان نشانیوں کو روز قیامت تک کوئی طاقت نہیں مٹا سکے گی ــــ کفر و ضلالت کے پروردہ بادشاہ اور سلطان تمہارے بابا حسینؑ کے نشان قبر کو مٹانے کے لئے اپنی تمام تر قوتیں صرف کر دیں گے لیکن ناکامی ان کا مقدر بنے گی اور ہمارے شہید حسینؑ کا نام قیامت تک سربلند رہے گا۔"

زین العابدینؑ کی لہو روتی آنکھوں کی روانی کچھ اور بڑھ گئی ــــ لیکن دل کو سہارا مل گیا ــــ پھوپھی کے بلند حوصلے غم کے بوجھ سے جھکے ہوئے زین العابدینؑ کے لئے آسرا ہو گئے ــــ وہ ایک آہ سرد کھینچ کر زینبؑ سے کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ ننھی سکینہؑ کی دردناک چیخوں نے ارض کربلا کو ہلا کر رکھ دیا ــــ زینبؑ بے اختیار اس طرف لپکیں ــــ دیکھا کہ معصوم بچی حسینؑ کی لاش سے لپٹی ہوئی ہے اور حسینؑ کا سنگدل قاتل شمر اسے

زبردستی لاش سے علیحدہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔۔۔

زینبؑ شدت غضب کے ساتھ دور ہی سے پکاریں: "او شمر! خدا تیرے ہاتھ قطع کرے۔۔۔ تجھے شرم نہیں آتی کہ ایک معصوم دکھی بچی کو جو اپنے باپ کی لاش پر رو رہی ہے تو ڈراتا دھمکاتا اور اس پر ظلم کرتا ہے۔"

شمر ٹھٹھک کر پیچھے ہٹ گیا۔۔۔ زینبؑ نے سکینہؑ کے قریب بیٹھ کر اسے پیار کرتے ہوئے حسینؑ کی لاش سے بمشکل علیحدہ کر کے گود میں لے لیا۔۔۔ معصوم بچی حسرت سے روتی اور چلاتی ہوئی کہہ رہی تھی: "پھوپھی اماں۔۔۔! میں باباؑ کو پکارتی ہوں لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔۔۔ میرے چچا عباسؑ بھی اس ظالم شخص کو کچھ نہیں کہتے۔۔۔ یہ مجھے باباؑ سے جدا کرتا ہے۔"

مقتل میں ہر طرف گریہ و زاری اور شور و فغاں تھا۔۔۔ سیدانیوں کے بین سنے نہیں جاتے تھے۔۔۔ ان کی آہوں اور نالوں سے زمین کربلا میں زلزلہ آتا تھا اور فضاؤں سے وحشت برستی تھی۔۔۔ ہوائیں ان کے بین دوہراتی تھیں اور ان کے ماتم کی گونج سے زمین و آسمان ہلتے تھے۔۔۔ مظلوم، نہتی اور بے چادر سیدانیوں کی آہ و زاری نے دشمنوں کے دل بھی شق کر دیئے تھے۔۔۔ ان کے کلیجے منہ کو آنے لگے تھے۔۔۔ وہ منہ پھیر پھیر کر رونے لگے تھے۔۔۔ کچھ سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گئے تھے۔۔۔

پھر پُر جلال لہجے میں ہجوم کو اس طرح مخاطب کیا کہ ایک ایک لفظ زور و تاثیر سے چھلک رہا تھا اور اس کا مفہوم آئینے کی طرح اجلا اور شفاف تھا۔۔۔ کوفے کی دشمن فضاؤں میں زینبؑ کے لہجے کی حکمرانی تھی:

"اے کوفہ کے رہنے والو۔۔۔! اے دھوکے بازو۔۔۔! اے مکرو فریب کے عادی لوگو۔۔۔! اب تم ہماری حالت پر روتے ہو۔۔۔ خدا کرے تم ہمیشہ روتے رہو۔۔۔ آتش غم سے تمہارے سینے ہمیشہ جلتے رہیں۔۔۔ تم اس عورت کی مانند ہو جس نے اپنا سارا سوت کات لیا اور پھر خود ہی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا"۔۔۔

"یاد رکھو۔۔۔! تم سب کے سب بیہودہ بکنے والے، فسق و فجور کے عادی، کینہ پرور، جھوٹے اور چاپلوس ہو۔۔۔ تم اس سبزہ کی مانند ہو جو کثافتوں سے بھری ہوئی زمین پر اگتا ہے۔۔۔ تم اس سفیدی کی مانند ہو جو کسی قبر پر پھیر دی گئی ہو۔۔۔ خدا کا غضب تم پر چھا چکا ہے اور تم نے ہمیشہ کے لئے اپنی جگہ دوزخ میں بنالی ہے۔"

ہجوم کی پاسِ ادب سے جھکی ہوئی نگاہیں اٹھ اٹھ کر جھکتی

م قیدی خاتون و ... بے ... ای ... حیرت سے ... ری ...

رعب و جلال سے انہیں ملامت کر رہی ہے ـــ کبھی اس تعجب سے کہ علیؑ مرتضٰی کی شہادت کے بیس برس بعد ان کا لب و لہجہ کوفے کی فضا میں کیونکر گونج اٹھا ہے ـــ؟ خطابت کا وہی بے مثال انداز ـــ فصاحت و بلاغت کی وہی بینظیر بازگشت ـــ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے علیؑ بول رہے ہیں ـــ

باپ اور بیٹی کی یہ مشابہت حقیقت کو آشکار کرنے لگی تو دلوں پر قابو نہیں رہا ـــ آنکھیں چھلک اٹھیں اور گریہ و زاری کا شور یکبارگی بلند ہوا ـــ تو زینبؑ نے قہر و غضب سے انہیں پھٹکارا:

> "وائے ہو تم پر اے کوفہ والو ـــ! اب تم میرے بھائی کے لئے روتے اور گریہ و زاری کی آوازیں بلند کرتے ہو؟ ہاں ـــ! خدا کی قسم خوب روؤ کہ تم رونے کے ہی لائق ہو کیونکہ تمہارے دامن پر امامؑ وقت کے خون کا دھبہ لگ چکا ہے ـــ جسے تم کبھی نہیں دھو سکتے ـــ تم نے رسول اللہؐ کے فرزند کو قتل کیا ہے ـــ تم نے جوانان جنت کے سردار کو ذبح کیا ہے ـــ تم نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو تمہارے لئے ہدایت کا چراغ اور تمہاری مشکلوں میں تمہارا مددگار تھا ـــ وہ

زین العابدینؑ کا لاغر بدن اس کی ہر چوٹ پر خم ہونے لگا۔۔۔ ان کے کرتے پر رستے خون کے سرخ نشان ابھرنے لگے۔۔۔ ان کی کراہوں سے دل ہولنے لگے۔۔۔ سیدانیوں میں سے جس نے ان کی اذیت بھری آواز سنی اس نے مزاحمت ترک کردی۔۔۔ جس نے ان کی دگرگوں حالت دیکھی اس نے خاموشی کے ساتھ اپنے ہاتھ گردن کے پیچھے بندھوا لئے۔۔۔ زینبؑ دہائی دیتی ہوئی بے ساختہ زین العابدینؑ کی طرف لپکیں اور شمر پر لعنت و ملامت کی بوچھاڑ کردی: "او شمر ملعون۔۔۔! خدا کا خوف کر، اپنے ظالم ہاتھ کو روک۔۔۔ یہ بیمار یتیم رسولؐ زادہ، خاندان رسالت کی امیدوں کا مرکز، تاجِ خلافت اور مسند امامت کا مالک ہے۔۔۔ شقی ترین مردم۔۔۔! کیا تجھے اس کی بیماری پر بھی رحم نہیں آتا؟"

اس وحشی درندے نے اس وقت اپنا ہاتھ روکا جب سیدانیوں نے چپ چاپ اپنے ہاتھ پس گردن بندھوا لئے اور خاموشی کے ساتھ اونٹوں پر بمشکل اس طرح سوار ہوئیں کہ بندھے ہوئے ہاتھوں سے نہ خود اونٹوں کی ننگی پشت پر جم کر بیٹھ سکتی تھیں، نہ معصوم بچوں کو سنبھال سکتی تھیں۔۔۔ سہمے ہوئے چھوٹے بچے ماؤں کے کرتوں کو پکڑ پکڑ کر خود کو گرنے سے بچا رہے تھے۔۔۔ زخموں سے نڈھال زین العابدینؑ کو اونٹ پر سوار کر کے ان کے پاؤں رسیوں سے کس کر اونٹ کے پیٹ سے باندھ دیئے گئے

گرم ریت پر بکھری ہوئی بے گور و کفن پامال لاشوں کے درمیان سے اونٹوں کو ہانک دیا گیا۔۔۔ سیدانیوں کی آہیں ان کے سینوں میں گھٹ گھٹ کر آگ لگانے لگیں۔۔۔ آنسوؤں کی آتشیں گرمی آنکھوں میں سلگنے لگی۔۔۔ سہمے ہوئے بچوں کی سسکیاں، ہونٹوں پر آ آکر دم توڑنے لگیں۔۔۔ زینبؑ اپنا چہرہ حسینؑ کی لاش کی طرف موڑے ہوئے اپنے دل کے لہو کو اپنی فریادوں میں سمونے لگیں:

"حسینؑ میرے ماں جائے۔۔۔! اے پاکیزہ اور شفیق
روح۔۔۔ میں آپ کو خدائے عزوجل کے حوالے کرتی
ہوں۔۔۔
خدا کی قسم۔۔۔! میں ہرگز آپ سے جدا ہونا گوارا نہ
کرتی لیکن آپ خود دیکھ رہے ہیں کہ کس ظلم اور جبر
کے ساتھ مجھے آپؑ سے جدا کیا جا رہا ہے۔۔۔؟
اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک حسینؑ۔۔۔! ناناؐ، باباؑ، اماںؑ
اور بھائیؑ تک میرا اسلام پہنچا دیجئے گا۔۔۔
ہم پر جو کچھ اس قوم لئیم کے ہاتھوں گزر رہی ہے
انہیں اس کی خبر دیجئے گا۔۔۔

دیکھنے لگے کہ لہو و لعب کے اس ابلیسی شور میں تلاوت کی یہ مقدس آواز کہاں سے سنائی دے رہی ہے ـــــ؟ آہستہ آہستہ ان کا شور تھمنے لگا اور انہوں نے آواز کی سمت کان لگا دیئے۔ کسی نے اپنے آپ ہی اندازہ لگایا ـــــ کسی نے دوسرے سے پوچھا ـــــ کسی نے آواز کی سمت کا تعین کر کے اس طرف اشارہ کیا ـــــ اور کسی نے سر اٹھا کر نیزے پر بلند نورانی سَر کے ہلتے ہوئے ہونٹوں کو دیکھا ـــــ کوئی لب و لہجے کو مانوس پا کر بولا: "یہ تو ہاشمی لب و لہجہ ہے" ـــــ

کوئی آواز پہچان کر چلایا: "یہ تو حسینؑ ابن علیؑ کی آواز ہے" ـــــ

"حسینؑ ابن علیؑ ـــــ؟ فرزند رسولؐ ـــــ حسینؑ ابن علیؑ ـــــ؟ جوانان جنت کے سردار ـــــ حسینؑ ابن علیؑ ـــــ!!!"

"حسینؑ ـــــ" کا نام دبی دبی سی، زیر لب سرگوشی بن کر ہجوم میں لہریں لینے لگا ـــــ کوئی عقیدت مند جذبات پر قابو نہ رکھ سکا تو بیتاب ہو کر چلا اٹھا: "مولا ـــــ! اس قوم شقی کے ہاتھوں آپ کی یہ حالت تو اصحاب کہف کی داستان سے بھی بڑھ کر عجیب تر ہے" ـــــ

ہجوم کی نگرانی کرنے والے کارندے نے اس کے منہ پر یوں ہاتھ رکھا کہ اس کی آواز کے ساتھ اس کی سانس بھی گھٹ گئی ـــــ کسی نے غم سے بے حال ہو کر سینے پر دوہتڑ مارا تو کھینچ کر ہجوم سے الگ کر دیا گیا ـــــ

کوئی شدید صدمے سے بیہوش ہو کر گرا تو قدموں تلے کچل دیا گیا۔

اونٹوں کی بلندی مکانوں کی چھتوں اور چھجوں کے برابر تھی جو تماشا کرنے والی عورتوں سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ خاک میں اَٹے ہوئے بالوں میں جھلکتے سیدانیوں کے زرد پریشان چہروں، ان کی دگرگوں حالت اور ان کے ساتھ چمٹے ہوئے خوفزدہ بھوک پیاس سے نیم جان بچوں کو صاف صاف دیکھ رہی تھیں۔ کچھ خوش ہوتیں اور فقرے بازیاں کرتی تھیں۔ کچھ پتھر مارتیں اور یزید کی کامیابی کے نغمے گاتی تھیں۔ کچھ کو پریشان حال بچوں پر ترس آیا اور انہوں نے کھجوریں صدقہ کر کے بچوں پر پھینکیں۔

سیدانیوں نے کھجوروں کے تمام دانے چن کر ان کی طرف واپس پھینک دیئے۔ ام کلثومؑ نے سختی سے پکار کر کہا: "اے بے حیا اور بے شرم لوگو! اپنی آنکھوں کو جھکالو۔ ہمارے بچوں پر صدقہ نہ پھینکو۔ ہم پر صدقہ حرام ہے۔"

تماشہ کرنے والی عورتوں نے ٹھٹھک کر ام کلثومؑ کے بارعب لہجے کو سنا۔ حیرت سے ان کے پراعتماد لفظوں پر غور کیا اور کچھ تعجب اور کچھ ملامت کے لہجے میں بولیں: "اے قیدی عورت! تم جانتی بھی ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ اتنا بڑا دعویٰ کرنے سے پہلے اپنی حالت دیکھو۔ صدقہ صرف آلِ محمدؐ پر حرام ہے۔"

سپاہیوں کی وحشیانہ ہاؤہو میں گم ہوتے جارہے تھے اور اونچے نیچے راستوں پر قافلے کو کشاں کشاں کوفے کی سمت لے جایا جارہا تھا۔

کربلا سے کوفے تک کا دشوار گزار فاصلہ تقریباً ستاون میل پر محیط ہے جسے ایک ہی روز میں اس تیزی کے ساتھ طے کیا گیا کہ ماؤں کی گودیاں خالی ہوگئیں اور اونٹوں پر سنبھلتے سنبھلتے ان کے بدن زخمی ہوگئے۔۔۔ یہاں تک کہ کوفہ ایک فرسخ کے فاصلے پر رہ گیا تو عمر بن سعد نے حکم دیا کہ قافلے کو ٹھہرایا جائے تاکہ حاکم کوفہ ابن زیاد سے شہر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرلی جائے۔

سفر کی تھکن سے اٹا ہوا قافلہ اونٹوں کی ننگی پشت پر سے اترا تو گرم ریت پر بٹھا دیا گیا۔۔۔ یزیدی لشکر اپنے سپہ سالاروں کے لئے آرام دہ خیمے نصب کرنے لگا۔۔۔ سپاہی اتنا طویل سفر طے کرنے کے بعد کھاپی کر تازہ دم ہونے لگے۔۔۔ گھوڑوں کو پانی پلایا جانے لگا اور قاتل اپنے مکروہ چہروں کو دھونے لگے۔۔۔ آپس میں ہنسی مذاق اور چہلیں ہونے لگیں۔۔۔ اپنے اپنے کارنامے بڑھ چڑھ کر بیان کئے جانے لگے۔۔۔ اور زیادہ سے زیادہ انعام و اکرام حاصل کرنے کی لالچ میں زبانیں دل دکھا دینے والے حقائق اگلنے لگیں:

"میں نے حسینؑ کے کڑیل جوان کے سینے

بر پ اتار ڑی اور اس پ اس جوان رعنا کے سینے میں ہی رہنے دیا کہ حسینؑ کے صبر کا امتحان لیا جائے۔"

"میں نے چھ ماہ کے شیر خوار کو تیر سہ شعبہ سے اڑا کر حسینؑ کے اہل حرم کو رلا دیا۔"

"ہم نے عباسؑ جیسے شجاعوں کے شجاع کو گھوڑے سے گرا کر حسینؑ کا مان توڑ دیا۔"

"میرے پالان شتر کو سونے اور چاندی سے بھر دیا جائے کیونکہ میں نے تو ایک ایسے یگانۂ روزگار کو قتل کیا ہے جو حسب و نسب میں دنیا بھر سے بہتر تھا، جو بچپن میں دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھ چکا تھا اور جس کے ماں باپ دنیا میں سب سے بہتر تھے۔"

بھوکا پیاسا غمزدہ قافلہ ان آوازوں کو سنتا تھا۔۔۔ سپاہیوں کو پانی کے چھینٹے اڑاتے ہوئے دیکھتا تھا۔۔۔ مگر پیاس سے تڑختے ہوئے ہونٹوں پر حرف شکایت نہیں لاتا تھا۔۔۔ چھوٹے چھوٹے سے معصوم بچے جو اس ظالم سفر میں اونٹوں کی پشت پر سے گرنے سے بچ گئے تھے ماؤں کی گودیوں میں دبے اتنے سہمے ہوئے تھے کہ نہ پانی مانگتے تھے۔۔۔ نہ بھوک کی شکایت کرتے تھے

اور گرم ریت پر بے سائبان بیٹھے ہوئے جیسے زمانے بیت گئے تھے۔

زین العابدینؑ کے بیمار چہرے کا رنگ ہر آن بدل رہا تھا ــــ زینبؑ کی نگاہ شہر کوفہ پر پڑتی تھی تو دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا تھا ــــ اسی شہر کوفہ میں وہ کبھی اٹھارہ بھائیوں کی چھاؤں میں شہزادیوں کی طرح داخل ہوئی تھیں اور آج بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ بے مقنع و ردا قیدیوں کی طرح شہر میں لے جائی جانے والی تھیں ــــ آنے والا کڑا وقت کڑی آزمائش بن کر سامنے کھڑا تھا کہ کوفہ جانے والا قاصد آپہنچا اور اس نے عمر بن سعد کو ابن زیاد کا اجازت نامہ دیا اور شہر کا حال سنایا:

"امیر کوفہ عبیداللہ ابن زیاد کے حکم پر حاکم یزید ابن معاویہ کی فتح و فیروز مندی کا جشن اپنے عروج پر ہے ــــ دارالامارہ اور کوفہ شہر کے گلی کوچوں کو آراستہ و پیراستہ کیا گیا ہے ــــ ہر طرف عید کا سماں ہے ــــ لوگ نئے لباس پہن کر خوشیاں مناتے اور نقارے بجاتے ہیں ــــ کھڑکیاں، چھتیں اور بالاخانے تماشائیوں سے بھرے ہیں ــــ وہ حاکم یزید کے باغیوں کا تماشہ کرنے کے لئے بے تاب ہیں ــــ شہر بھر میں منادی کرادی گئی ہے کہ کوئی شخص مسلح ہو کر نہ نکلے اور دس ہزار

سوار شہر کے تمام اہم مقامات پر تعینات کئے گئے ہیں کہ
امن وامان کو بر قرار رکھیں۔"

"امیر کوفہ عبیداللہ ابن زیاد کا فرمان ہے کہ
باغیوں کے سروں کو نیزوں پر بلند کیا جائے ـــ سپہ سالار
نئی وردیاں پہنیں اور شہر میں اس طرح داخل ہوں کہ
حکومت کی دھاک عوام کے دلوں پر بیٹھ جائے۔"

یہ پیغام پاتے ہی عمر بن سعد نے کوچ کا حکم دیا تو محرم کی بارہ تاریخ تھی ـــ شمر اور دوسرے سرکردہ سالار حرکت میں آگئے ـــ عمر بن سعد خود ہدایات دینے لگا ـــ سرداران لشکر بڑی سرگرمی سے لشکر کو ترتیب دینے میں مشغول ہوگئے ـــ ہر قبیلے کا علیحدہ سالار مقرر کر کے ان میں شہداء کے سر تقسیم کر دیئے گئے ـــ قبیلہ بنی تمیم کو سترہ سر، بنی اسد کو سولہ سر، مذحج کو سات سر اور اسی طرح بعض سرداروں کی تحویل میں بھی سروں کی کافی تعداد دی گئی ـــ قیس ابن اشعث کندی کو تیرہ سر، شمر ذی الجوشن کو بارہ سر، حصین بن نمیر کو پندرہ سر دیئے گئے تاکہ تمام قبیلوں کی شمولیت ظاہر ہو جائے اور کسی قبیلے کی طرف سے بغاوت کا خطرہ نہ رہے۔

سر نیزوں پر بلند کئے جانے لگے ـــ اونٹوں کی ننگی پشت پر بیبیوں اور بچوں کو سوار کرایا جانے لگا اور ان کی نگاہوں کے سامنے کہیں علی اکبرؑ کا

حسن رسالتؐ سے دمکتا چہرہ تھا تو کہیں قاسمؑ کا چاند سا مکھڑا۔ کسی نیزے پر عونؑ و محمدؑ ستاروں کی طرح چمک رہے تھے، تو کہیں شیر خوار علی اصغرؑ کا پھول سا چہرہ تھا۔ بنوہاشم کے سرخ گلاب اور حسینؑ کے یگانۂ روزگار ساتھیوں کے سرخرو سر ہونٹوں پر ابدی مسکراہٹ لئے فخر سے نیزوں پر بلند تھے۔

سیدانیوں کے دل ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرنے لگے۔ ان کی روحیں امنڈ امنڈ کر نیزوں پر چڑھے پیاروں کے سروں پر نثار ہونے لگیں۔ آہوں سے سینے جلنے لگے۔ آنسو آنکھوں میں جل تھل مچانے لگے۔ کسی کے لبوں سے کوئی سسکی نکل گئی۔ کسی نے آہ کی۔ کسی نے کوئی فریادی لفظ کہہ دیا تو یزیدی تازیانے لیکر اس طرف دوڑے۔ نیزوں کی انیوں سے کچوکے لگانے کو بڑھے اور عمر بن سعد نے بندھے ہاتھوں والی سیدانیوں کی طرف مخاطب ہوکر بلند آواز میں کہا: "اگر کسی طرف سے نالہ و فغاں کی آواز بلند ہوئی تو ہم تمہارے بیمار قیدی کی زندگی کے ضامن نہیں ہوں گے۔"

سیدانیوں کے ضبط کی شدت سے جگر پھٹنے لگے۔ صبر کی انتہا میں دل چور چور ہوگئے اور سارے وجود میں غم و الم کی تپش آگ لگانے لگی کہ اچانک یزیدیوں کی صفوں میں شور اٹھا۔ ہاؤہو مچی۔ کچھ ہنگامے کے

سے آثار نظر آئے اور مکروہ چہرہ شمر غیض و غضب میں پھنکارتا زین العابدینؑ کے قریب آیا۔۔۔ اس کے ایک ہاتھ میں کسی شہید کا سر تھا۔۔۔

"اوحسینؑ کے بیٹے۔۔۔!" اس نے تازیانہ لگا کر زین العابدینؑ کو مخاطب کیا۔۔۔ "یہ تیرے چچا عباسؑ ابن علیؑ کا سَر سرکشی پر آمادہ ہے۔۔۔ پوچھ اس سے کہ یہ ہماری ہزار کوشش کے باوجود نیزے پر کیوں نہیں چڑھتا۔۔۔؟"

زین العابدینؑ نے غیرت سے فق چہرے کے ساتھ بنوہاشم کے چاند عباسؑ علمدار کے خون آلود سَر کی طرف دیکھا اور ایک آہ سی بھر کر بولے: "اے بے دین قوم کے شقی ترین انسان۔۔۔! میرے محترم چچا کا سَر ہرگز نیزے پر بلند نہیں ہوگا۔۔۔ وہ خانوادۂ رسالتؐ کی عصمت مآب بیبیوں کو بے مقنع و ردا نہیں دیکھ سکتے"۔۔۔

شمر لمحے بھر کو ٹھٹھک گیا۔۔۔ پھر اس خیال سے کہ کہیں فوج کے سپاہی اس عجیب امر سے کوئی اثر نہ لے لیں، تیزی سے واپس پلٹا اور حکم دیا کہ ہاشمیوں کے اس غیرت مند سردار کا سر گھوڑے کی گردن میں آویزاں کردیا جائے۔

فوجی دستوں کی صف بندی ہوگئی۔۔۔ سیدانیاں اور بچے بندھے ہاتھوں کے ساتھ اونٹوں پر سوار کروا دیئے گئے اور اونٹوں کی مہار طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے بیمار زین العابدینؑ کے ہاتھ میں تھما دی گئی تو سب

سے آگے ایک طویل نیزہ بلند ہوا جس پر حسینؑ کا نورانی سر چودھویں کے چاند کی طرح چڑھا ہوا تھا ـــ اونٹوں کی ننگی پشت پر سوار زینبؑ کی نگاہ یکایک حسینؑ کے چہرۂ گلرنگ پر پڑی تو دل سینے میں بیتاب ہو گیا اور لبوں سے بے ساختہ ایسی فریاد بلند ہوئی کہ زمین و آسمان کا رنگ بدلنے لگا:

"حسینؑ میرے بھائی ـــ! آپ تو ہمارے چاند تھے ـــ
آہ ـــ! آپ کا طلوع ہونا موقوف ہو گیا ہے ـــ
میرے ماں جائے ـــ! آپ کے نہ ہونے سے ہمارے
دن راتوں میں بدل گئے ہیں ـــ
اور تمام دنیا پر تاریکی چھا گئی ہے" ـــ

سیدانیاں بے اختیار ہچکیاں لینے لگیں ـــ زین العابدینؑ غم و الم سے نڈھال ہو گئے ـــ زینبؑ نے دور سے نظر آتی ہوئی شہر کوفہ کی فصیل کو دیکھا ـــ پھر چاروں طرف پھیلے ہوئے یزیدی لشکر پر نگاہ کی ـــ اپنی بے چادری کو دیکھا ـــ سیدانیوں کے کھلے ہوئے سروں پر نظر کی ـــ نیزوں پر بلند سروں کو دیکھا اور بے اختیار تحکمانہ لہجے میں بے دین مسلمانوں سے سوال کیا:

"اے لوگو ـــ! تم اس وقت کیا جواب دو گے ـــ؟
جب رسول خداؐ تم سے پوچھیں گے کہ تم نے میری

عترت واہلبیتؑ کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا۔۔۔؟

یہی کہ کسی کو قیدی بنایا اور کسی کو خون میں نہلادیا۔۔۔

اگر میں تمہیں اپنے اہلبیتؑ کے ساتھ نہایت برا سلوک

کرنے کی تاکید کرتا تو بھی تم اس سے زیادہ برا سلوک

نہیں کر سکتے تھے۔۔۔

کیا میری نصیحتوں کا تم پر یہی اثر ہے۔۔۔؟"

یہ زینبؑ کی آواز نہیں تازیانہ تھا۔۔۔ جو مردہ ضمیروں پر یکبارگی برس گیا۔۔۔ سپاہیوں نے سر جھٹکے اور پشیمانی سے اپنے حال پر نگاہ کی۔۔۔ پھر اونٹ کی ننگی پشت پر سوار بندھے ہاتھوں والی معظّمہ کے چاند چہرے کی ضیا پاشیوں کو دیکھا اور ان کے لفظوں سے برستی ملامت میں شرابور ہو ہو کر اپنے سالاروں کی طرف سوالیہ نگاہوں سے تکنے لگے تو عمر بن سعد نے وقت کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے کوچ کا حکم دے دیا۔

شمر نے نیزے کی انی سے زینبؑ کو خاموش کروایا اور بیمار کو تازیانہ لگا کر بولا: "چلو آگے بڑھو! کوفے میں عوام کا ہجوم تمہارا تماشہ دیکھنے کو بیتاب ہے۔"

کوفے کی شہر پناہ تک ایک فرسخ کا فاصلہ طے کرنے میں زین العابدینؑ جیسے جیتے جی مر گئے ـــ زینبؑ اور سیدانیوں پر قدم قدم پر قیامت ٹوٹتی رہی ـــ کوفے کا دروازہ قریب آ گیا تو اچانک ایک مانوس آواز نے لٹے ہوئے قافلے کو چونکا دیا: "السلام علیک یا اباعبداللہ الحسینؑ."

آواز کی سمت دیکھا تو سفیر حسینؑ مسلم ابن عقیلؑ کا کٹا ہوا سر کوفے کے دروازے پر آویزاں نظر آیا ـــ اس استقبال پر سیدانیوں کے دل خون ہو گئے ـــ آنکھوں میں گرم آنسو سلگنے لگے ـــ لیکن لبوں سے آواز تک نہیں نکلی کہ باجوں کی آوازیں، نقاروں پر پڑنے والی چوٹیں اور ہجوم کا شور شہر میں داخل ہونے سے پہلے ہی ان کی جانب لپک لپک کر انہیں صدمے سے ساکت کر گیا ـــ وہ اپنے آپ میں ہی سمٹ سمٹ کر گھٹنے لگیں ـــ بال جھٹک کر اپنے چہرے چھپانے لگیں ـــ زین العابدینؑ کے پاؤں زمین

میں گڑنے لگے۔۔۔ غیرت سے ان کا چہرہ زرد پڑ گیا۔۔۔ اور سارے بدن پر کپکپی سی طاری ہو گئی۔۔۔

لوگ خوشی کے نعرے مارتے ہوئے دوڑے، عورتیں کوٹھوں کی چھتوں، چھجوں اور دیواروں پر جھک آئیں۔۔۔ "قیدی آگئے، باغیوں کے سر آگئے" کا شور مچ گیا۔۔۔ ہجوم اس قدر ہو گیا کہ راستہ چلنا دشوار ہو گیا۔۔۔ ٹھہر ٹھہر کر، رک رک کر کہیں ایک ایک قدم اٹھتا تھا۔۔۔ ہزاروں آنکھیں نیزوں پر بلند سروں اور قیدیوں پر لگی ہوئی تھیں۔۔۔ کوئی سیٹیاں بجاتا تھا، تو کوئی فقرے چست کرتا تھا۔۔۔ کوئی یزید کی فتح کے ترانے گاتا تھا، تو کوئی تالیوں اور باجوں سے اس کا ساتھ دیتا تھا۔۔۔ کوئی طعنے دیتا تھا، تو کوئی پتھر برساتا تھا۔۔۔ تطہیر کے سائے میں پلنے والی رسول اللہؐ کی بیٹیاں بے باک نگاہوں کی اس کڑی دھوپ میں جھلس جھلس جاتی تھیں۔۔۔ بچوں کو برستے پتھروں سے بچاتیں۔۔۔ بالوں سے پردہ بناتیں۔۔۔ شرم و حیا سے پگھل رہی تھیں کہ طویل نیزے پر بلند حسینؑ کے خون آلود سَر نے تلاوت کلام پاک کا آغاز کیا۔۔۔ سورۂ کہف کی وہ آیات جس میں اصحاب کہف کا تذکرہ ہے جو بے حد عجیب قصوں میں سے ایک ہے۔۔۔

خوشیوں میں کھوئے ہوئے مست حال لوگوں نے حیرت سے اس سرمدی آواز کو سنا جس پر لحن داؤدیؑ نثار ہوتا تھا اور چونک کر ادھر ادھر

دیکھنے لگے کہ لہو و لعب کے اس ابلیسی شور میں تلاوت کی یہ مقدس آواز کہاں سے سنائی دے رہی ہے ___؟ آہستہ آہستہ ان کا شور تھمنے لگا اور انہوں نے آواز کی سمت کان لگا دیئے۔ کسی نے اپنے آپ ہی اندازہ لگایا ___ کسی نے دوسرے سے پوچھا ___ کسی نے آواز کی سمت کا تعین کر کے اس طرف اشارہ کیا ___ اور کسی نے سر اٹھا کر نیزے پر بلند نورانی سَر کے ہلتے ہوئے ہونٹوں کو دیکھا ___ کوئی لب و لہجے کو مانوس پا کر بولا: ”یہ تو ہاشمی لب و لہجہ ہے“ ___

کوئی آواز پہچان کر چلایا: ”یہ تو حسینؑ ابن علیؑ کی آواز ہے“ ___

”حسینؑ ابن علیؑ ___؟ فرزند رسولؐ ___ حسینؑ ابن علیؑ ___؟ جوانانِ جنت کے سردار ___ حسینؑ ابن علیؑ ___!!!“

”حسینؑ ___“ کا نام دبی دبی سی، زیرِ لب سرگوشی بن کر ہجوم میں لہریں لینے لگا ___ کوئی عقیدت مند جذبات پر قابو نہ رکھ سکا تو بیتاب ہو کر چلا اٹھا: ”مولا ___! اس قوم شقی کے ہاتھوں آپ کی یہ حالت تو اصحاب کہف کی داستان سے بھی بڑھ کر عجیب تر ہے“ ___

ہجوم کی نگرانی کرنے والے کارندے نے اس کے منہ پر یوں ہاتھ رکھا کہ اس کی آواز کے ساتھ اس کی سانس بھی گھٹ گئی ___ کسی نے غم سے بے حال ہو کر سینے پر دوہتڑ مارا تو کھینچ کر ہجوم سے الگ کر دیا گیا ___

کوئی شدید صدمے سے بیہوش ہو کر گرا تو قدموں تلے کچل دیا گیا۔۔۔

اونٹوں کی بلندی مکانوں کی چھتوں اور چھجوں کے برابر تھی جو تماشا کرنے والی عورتوں سے بھرے ہوئے تھے۔۔۔ وہ خاک میں اَٹے ہوئے بالوں میں جھلکتے سیدانیوں کے زرد پریشان چہروں، ان کی دگرگوں حالت اور ان کے ساتھ چمٹے ہوئے خوفزدہ بھوک پیاس سے نیم جان بچوں کو صاف صاف دیکھ رہی تھیں۔۔۔ کچھ خوش ہوتیں اور فقرے بازیاں کرتی تھیں۔۔۔ کچھ پتھر مارتیں اور یزید کی کامیابی کے نغمے گاتی تھیں۔۔۔ کچھ کو پریشان حال بچوں پر ترس آیا اور انہوں نے کھجوریں صدقہ کر کے بچوں پر پھینکیں۔۔۔

سیدانیوں نے کھجوروں کے تمام دانے چن کر ان کی طرف واپس پھینک دیئے۔۔۔ ام کلثومؑ نے سختی سے پکار کر کہا: "اے بے حیا اور بے شرم لوگو۔۔۔! اپنی آنکھوں کو جھکالو۔۔۔ ہمارے بچوں پر صدقہ نہ پھینکو۔۔۔ ہم پر صدقہ حرام ہے۔"

تماشہ کرنے والی عورتوں نے ٹھٹھک کر ام کلثومؑ کے بارعب لہجے کو سنا۔۔۔ حیرت سے ان کے پراعتماد لفظوں پر غور کیا اور کچھ تعجب اور کچھ ملامت کے لہجے میں بولیں: "اے قیدی عورت۔۔۔! تم جانتی بھی ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو۔۔۔؟ اتنا بڑا دعویٰ کرنے سے پہلے اپنی حالت دیکھو۔۔۔ صدقہ صرف آلِ محمدؐ پر حرام ہے۔"

"اگر تم نہیں جانتیں تو جان لو کہ ہم ہی آلِ محمدؐ ہیں۔۔۔ ہم ہی محمدؐ کی بیٹیاں ہیں۔۔۔ ہمارے مردوں کو تمہارے مردوں نے قتل کر کے ان کے سروں کو نیزوں پر بلند کیا ہے اور ہمیں بے سہارا جان کر قیدی بنایا ہے۔" ام کلثومؑ نے واضح لفظوں میں جواب دیا۔

عورتیں بھونچکی سی رہ گئیں۔۔۔ انہیں اپنی سماعت پر اعتبار نہیں آیا۔۔۔ انہوں نے حواس باختہ ہو کر بار بار تصدیق کرنے کو پوچھا اور حقیقت حال جان کر ان کی چیخیں نکل گئیں۔۔۔ وہ سر و سینہ پیٹنے لگیں اور بیتاب ہو ہو کر اپنی چادریں اتار اتار کر سیدانیوں پر پھینکنے لگیں۔۔۔ ان کے گریہ و بکا سے کان پڑی آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔۔۔ اس اچانک اٹھنے والے شور نے اردگرد کھڑے مردوں کو بھی ان کی جانب متوجہ کر دیا اور عورتوں کے منہ سے یہ سن کر کہ بے کجاوہ اونٹوں پر بندھے ہوئے بازوؤں کے ساتھ ننگے سر بیٹھی ہوئی قیدی بیبیاں ناموس محمدؐ ہیں۔۔۔ تو ان میں سے اکثر خود پر قابو نہیں رکھ سکے۔۔۔ ان کے ہونٹوں سے بھی بے اختیار فریاد بلند ہوئی۔۔۔ ان کے ہاتھ ماتم کے لئے اٹھ گئے اور چاروں طرف گریہ و ماتم کی صدائیں گونج اٹھیں۔

یہ سب اس قدر اچانک ہوا کہ نگران سپاہی بے بسی سے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔۔۔ اس وقت زینبؑ نے پُر جلال لہجے میں صرف ایک لفظ کہا:

"اُسکُت ــــ!!!" "خاموش ــــ!!!"

اس تحکم آمیز پروقار صدا کے بلند ہوتے ہی جیسے ہر شے دم بخود رہ گئی ــــ نقاروں پر چوٹ لگاتے ہاتھ جہاں تھے خود بخود وہیں پر رک گئے ــــ باجوں کی آواز مرگئی ــــ ہجوم کی صدائیں ان کے سینوں میں دفن ہوگئیں ــــ ظالم و جابر نگران سپاہی جیسے پتھر بن گئے ــــ اونٹوں کے گلوں میں بندھی ہوئی گھنٹیاں بھی چپ ہوگئیں اور سانسیں سینوں میں رک گئیں ــــ ہر طرف ایک ایسا سکوت طاری ہوگیا جیسے وہاں کبھی کسی آواز کا شائبہ تک نہیں تھا ــــ

زینبؑ نے شاہانہ وقار سے سر اٹھایا ــــ بالوں میں چھپا ہوا نورانی چہرہ آفتاب کی طرح چمکا ــــ وہ اونٹ کی ننگی پشت پر گردن کے پیچھے بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ سیدھی ہوئیں تو ان کی ہیبت و بزرگی سے تماشہ کرتی آنکھیں بے ساختہ جھک گئیں ــــ انہوں نے عاجزی و انکساری سے حمد خداوندی کہی تو لفظ نگینے بن کر چمک اٹھے :

"سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور صلوٰت و سلام ہے میرے جد محمدؐ مصطفیٰ اور ان کی پاک آلؑ پر جنہیں اللہ نے ہر قسم کے نقص و عیب سے مبرا اور منزہ قرار دیا ہے۔"

پھر پُر جلال لہجے میں ہجوم کو اس طرح مخاطب کیا کہ ایک ایک لفظ زور و تاثیر سے چھلک رہا تھا اور اس کا مفہوم آئینے کی طرح اجلا اور شفاف تھا — کوفے کی دشمن فضاؤں میں زینبؑ کے لہجے کی حکمرانی تھی :

"اے کوفہ کے رہنے والو — ! اے دھوکے بازو — ! اے مکرو فریب کے عادی لوگو — ! اب تم ہماری حالت پر روتے ہو — خدا کرے تم ہمیشہ روتے رہو — آتش غم سے تمہارے سینے ہمیشہ جلتے رہیں — تم اس عورت کی مانند ہو جس نے اپنا سارا سوت کات لیا اور پھر خود ہی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا" —

"یاد رکھو — ! تم سب کے سب بیہودہ بکنے والے، فسق و فجور کے عادی، کینہ پرور، جھوٹے اور چاپلوس ہو — تم اس سبزہ کی مانند ہو جو کثافتوں سے بھری ہوئی زمین پر اگتا ہے — تم اس سفیدی کی مانند ہو جو کسی قبر پر پھیر دی گئی ہو — خدا کا غضب تم پر چھا چکا ہے اور تم نے ہمیشہ کے لئے اپنی جگہ دوزخ میں بنالی ہے۔"

ہجوم کی پاسِ ادب سے جھکی ہوئی نگاہیں اٹھ اٹھ کر جھکتی

رہیں ـــ کبھی اس حیرت سے کہ ایک بے بس و مظلوم قیدی خاتون کس رعب و جلال سے انہیں ملامت کر رہی ہے ـــ کبھی اس تعجب سے کہ علیؑ مرتضیٰ کی شہادت کے بیس برس بعد ان کا لب و لہجہ کوفے کی فضا میں کیونکر گونج اٹھا ہے ـــ؟ خطابت کا وہی بے مثال انداز ـــ فصاحت و بلاغت کی وہی بینظیر بازگشت ـــ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے علیؑ بول رہے ہیں ـــ

باپ اور بیٹی کی یہ مشابہت حقیقت کو آشکار کرنے لگی تو دلوں پر قابو نہیں رہا ـــ آنکھیں چھلک اٹھیں اور گریہ و زاری کا شور یکبارگی بلند ہوا ـــ تو زینبؑ نے قہر و غضب سے انہیں پھٹکارا:

"وائے ہو تم پر اے کوفہ والو ـــ! اب تم میرے بھائی کے لئے روتے اور گریہ و زاری کی آوازیں بلند کرتے ہو؟ ہاں ـــ! خدا کی قسم خوب روؤ کہ تم رونے کے ہی لائق ہو کیونکہ تمہارے دامن پر امامؑ وقت کے خون کا دھبہ لگ چکا ہے ـــ جسے تم کبھی نہیں دھو سکتے ـــ تم نے رسول اللہؐ کے فرزند کو قتل کیا ہے ـــ تم نے جوانانِ جنت کے سردار کو ذبح کیا ہے ـــ تم نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو تمہارے لئے ہدایت کا چراغ اور تمہاری مشکلوں میں تمہارا مددگار تھا ـــ وہ

تمہارے حقوق کا ترجمان اور محافظ تھا"۔

"لعنت ہو تم پر اے اہل کوفہ۔! کیا تم جانتے ہو کہ تم نے رسول اللہؐ کے کس جگر گوشے کا خون بہایا ہے۔؟ کیا تم نے سوچا ہے کہ تم کتنی باعظمت رسولؐ زادیوں کو بے پردہ کوچہ و بازار میں لے آئے ہو۔؟ تم نے ایسے مذموم، برے اور گھٹیا فعل کا ارتکاب کیا ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ تمہاری اس قبیح حرکت سے زمین و آسمان لرز اٹھے ہیں۔ پہاڑوں کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے اور آسمان سے خون برستا ہے"۔

"یاد رکھو کہ دنیا کی رسوائی کے بعد آخرت کا عذاب شدید ہے۔ تمہیں جو یہ مہلت ملی ہے اس پر خوش و مطمئن نہ ہونا کیونکہ خدائے مطلق انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اسے وقت کے گزر جانے کا اندیشہ نہیں ہے۔ وہ سب کے اعمال پر کڑی نگاہ رکھتا ہے اور ظالموں کی گھات میں ہے"۔

"اے اہل کوفہ۔! تم کیا جواب دو گے

جناب رسول اللہؐ کو۔۔۔؟ جب وہ تم سے جواب طلب کریں گے کہ تم نے میرے اہلبیتؑ کے ساتھ کیسا برا سلوک کیا۔۔۔؟ تم نے ان کا خون بہایا اور انہیں قیدی بنایا۔۔۔ کیا میری محنتوں کا یہی صلہ تھا کہ تم میرے اہلبیتؑ کے ساتھ اس بری طرح سے پیش آؤ۔۔۔؟"

"اے کوفہ والو۔۔۔! مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم لوگوں پر ویسا ہی عذاب نازل نہ ہو جیسا کہ قوم عاد پر ہوا تھا"۔۔۔

وقت کی نبض تھم گئی تھی۔۔۔ کائنات کا ذرہ ذرہ ہمہ تن گوش تھا۔۔۔ شاید کسی قیدی اور بے بس انسان نے اس سے زیادہ مخالفانہ اور دشمن ماحول میں کبھی خطاب نہیں کیا تھا۔۔۔ زینبؑ کی ماں فاطمہؑ کے علاوہ کبھی کوئی خاتون اتنی فصیح و بلیغ نہیں دیکھی گئی تھی۔۔۔ جس کا ہر لفظ ایسی تاثیر میں ڈوبا ہوا تھا کہ سننے والوں کے دلوں پر چوٹ لگا رہا تھا۔۔۔ ان کی روحوں کو جھنجھوڑ رہا تھا۔۔۔ اور ان کے سوئے ہوئے ضمیروں پر تازیانہ بن کر برس رہا تھا۔۔۔

خوشی کے شادیانے بجاتا۔۔۔ طعنوں کے تیر برساتا۔۔۔ پتھر مارتا اور باغی باغی پکارتا ہجوم اپنی انگلیاں چبا رہا تھا۔۔۔ اپنا سر پیٹ رہا تھا۔۔۔ اپنے بال

نوچ رہا تھا۔۔۔ اپنے گریبان چاک کر رہا تھا۔۔۔ گریہ و بکا سے ایک حشر بپا تھا۔۔۔ لوگوں نے عمامے زمین پر پٹک دیئے۔۔۔ سروں پر خاک ڈالنے لگے۔۔۔ اپنے چہرے نوچنے لگے۔۔۔ فرط غم سے زمین پر ڈھے گئے۔۔۔ اور ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر پکارنے لگے : "اے اہلبیت رسولؐ۔۔۔! تمہارے بزرگ دنیا بھر کے بزرگوں سے افضل ہیں۔۔۔ تمہارے جوانوں کی پاکبازی اور شرافت کی مثال کائنات کے جوانوں میں کہیں نہیں ملتی۔۔۔ تمہاری خواتین عفت و عظمت میں سارے جہاں کی مستورات میں ممتاز مقام رکھتی ہیں۔۔۔ بیشک تمہاری پاکیزہ نسل کا قیاس دنیا کی کسی نسل و خاندان سے نہیں ہو سکتا۔۔۔ جسے کسی حالت میں بھی رسوا نہیں کیا جا سکتا"۔۔۔

اس روز سے زیادہ رونے والے اور رونے والیاں کبھی نہیں دیکھی گئیں۔۔۔ ہر طرف کہرام بپا تھا۔۔۔ یزیدی سپاہیوں کو بھی خود پر قابو نہیں تھا۔۔۔ ہر ایک احساس جرم سے زمین میں گڑھا جاتا تھا۔۔۔ زینبؑ کی معجزبیانی حسینؑ کی حقانیت کی گواہی بن کر ہر طرف حکومت کر رہی تھی۔۔۔ لوگ علی الاعلان خود پر، حکمرانوں پر اور ساری قوم پر لعنت بھیج رہے تھے۔۔۔ سیدانیاں اونٹوں کی ننگی پشت پر گریہ و زاری کر رہی تھیں۔۔۔ نیزوں پر چڑھے ہوئے سروں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔۔۔ خود زینبؑ کا اپنا جگر بھی غم سے پھٹا جاتا تھا۔۔۔ ان کی حالت متغیر تھی۔۔۔

زین العابدینؑ اپنے طوق و زنجیر سنبھالتے ــــ بیڑیوں والے پاؤں کے ساتھ آہستہ آہستہ اس اونٹ کے ساتھ آن کھڑے ہوئے تھے جس پر زینبؑ سوار تھیں ــــ وہ دیکھ رہے تھے کہ زینبؑ کے نوحہ و فریاد سے عالم امکاں درہم برہم ہوا جاتا ہے ــــ انہوں نے زینبؑ کو پکارا: "پھوپھی اماں ــــ!"

آواز پہچان کر زینبؑ فوراً ان کی طرف متوجہ ہوئیں ــــ زین العابدینؑ نے رندھے ہوئے گلے کے ساتھ کہا: "پھوپھی اماں اب بس کیجئے ــــ! آپ تو ایسی عالمہ ہیں جس نے علم کسی معلم سے نہیں سیکھا اور ایسا فہم و فراست رکھتی ہیں کہ آپ کے سامنے تمام حقائق آشکار ہیں ــــ آپ تو جانتی ہیں کہ آپ کا یہ اضطرار و گریہ عالم امکان میں کیا اثرات پیدا کریگا۔"

"میری آنکھوں کے نور ــــ میرے مظلوم بیٹے ــــ! دل پر قابو رکھنا بہت دشوار ہے ــــ یہ غم تو ایسا غم ہے کہ اس کے اثر سے آسمان رویا ــــ زمین متزلزل ہوئی ــــ سرخ آندھیاں اٹھیں اور سورج کو گہن لگ گیا ــــ میں کس طرح فریاد نہ کروں ــــ؟ جبکہ میں دیکھ رہی ہوں کہ جدبزرگوار محمدؐ مصطفیٰ، بابا علی مرتضیٰؑ، مادرگرامی فاطمہ زہراؑ اور بھائی حسنؑ مجتبیٰ کے ساتھ سب خاصان خدا مصروف گریہ و بکا ہیں اور سروں پر خاک اڑا رہے ہیں۔"

زینبؑ خاموش ہوگئیں لیکن سیاہ دل اہل کوفہ کے تڑپتے ضمیروں

کو ابھی کچھ اور جھنجھوڑنے کی ضرورت تھی۔۔۔ طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے زین العابدینؑ نے فخر سے سر اٹھایا اور دشمنوں کے ہجوم سے پکار کر کہا:

"اے لوگو۔۔۔! جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے۔۔۔ جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں علیؑ ابن الحسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوں۔۔۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے فرات کے کنارے پیاسا شہید کیا گیا۔۔۔ اس کے مال و اموال کو لوٹ لیا گیا اور اس کے اہل و عیال کو اسیر کیا گیا۔۔۔ ہماری مظلومیت ہی ہمارا فخر ہے۔۔۔ لیکن تم کس منہ سے ہمارے نانا رسول اللہؐ کے سامنے جاؤ گے۔۔۔؟"

زین العابدینؑ انہیں آئینہ دکھا چکے تو حسینؑ کی بیٹی فاطمہؑ بنت الحسینؑ نے مجمع کا رخ کیا:

"اے اہل کوفہ۔۔۔! اے اصحاب مکر و فریب۔۔۔! جان لو کہ قادر مطلق نے اپنی کرامت سے ہمیں معزز فرمایا ہے اور رسول اللہؐ کے تعلق سے ہمیں تمام خلائق پر عزت و عظمت بخشی ہے۔۔۔ لیکن تم نے ہمارے خون اور ہمارے مال کو حلال جانا اور ہماری اسیری پر خوش

ہو۔۔۔ تو اب خدا کے غضب اور عذاب شدید کے لئے بھی تیار رہو"۔۔۔

فاطمہؑ بنت الحسینؑ خاموش ہوئیں تو ام کلثومؑ بنت علیؑ کی آواز حق بلند ہوئی، انہوں نے چند اشعار سے آغاز کلام کیا:

"لعنت ہو تم پر کہ تم نے میرے بھائی کو قتل کیا۔۔۔
جہنم کی بھڑکتی آگ تمہاری سزا ہو گی۔۔۔
تم نے ایسا خون بہایا جس کا بہانا خدا، رسولؐ اور قرآن نے حرام کیا تھا"۔۔۔

مظلوم اسیروں کا یہ خطاب جیسے فصاحت و بلاغت کا دریا تھا جو بہتا چلا آرہا تھا۔۔۔ اثر و تاثیر کا چشمہ تھا جو بے ساختہ پھوٹ نکلا تھا۔۔۔ جہاں جہاں حق و صداقت کی یہ صدائیں پہنچ رہی تھیں۔۔۔ دلوں میں آگ لگا رہی تھیں۔۔۔ کوفہ کے درودیوار سے "ہائے حسینؑ، مظلوم حسینؑ" کی صدائیں آنے لگی تھیں۔۔۔ لوگوں کی حالت غیر تھی۔۔۔ وہ سر و سینہ پیٹ پیٹ کر چلا رہے تھے:

"اے ناموس طیبین و طاہرین۔۔۔!
آپ کے کلام کی صداقت نے ہمارے دلوں کو جلا دیا ہے۔۔۔ سینوں کو سلگا دیا ہے۔۔۔

اور ہمارے روح و بدن میں آگ لگا دی ہے"۔

یہ قیامت خیز سماں ایسا تھا جس نے سنگدل یزیدی سپاہیوں کو بوکھلا دیا تھا۔ ان کی اپنی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو رواں تھے تو وہ رونے والوں کو کس منہ سے روکتے۔؟ ندامت و پشیمانی سے وہ خود زمین میں گڑھے جاتے تھے تو وہ سروں پر خاک اڑانے والوں کو کیا کہتے۔؟ ان کے اپنے دلِ عذاب الٰہی کے خوف سے سینوں میں بیٹھے جاتے تھے تو وہ مضطرب لوگوں کو راہ سے کس طرح ہٹاتے۔؟ اسی عالم میں بہت دیر ہو گئی۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ صورتحال پر کیونکر قابو پایا جائے۔؟ بے خود و بے قابو ہجوم آنسوؤں کے سمندر میں غرق ہو رہا تھا۔

شہر کی دگرگوں کیفیت اور ان انقلاب آفریں خطبوں کی اطلاع برابر حکام بالا تک پہنچ رہی تھی۔ انہوں نے اس ہنگامی حالت سے نپٹنے کے لئے وہ تازہ دم سپاہی بھیجے جن تک ان خطبوں کی آواز نہیں پہنچی تھی۔ جو اس ماحول کی اثر آفرینی سے علیحدہ تھے۔ وہ مستعدی سے بازار کوفہ پہنچے اور روتے تڑپتے لوگوں پر دھاوا مارا۔ کسی پر کوڑے برسائے۔ کسی کو تازیانے لگائے۔ کسی کے منہ پر ہاتھ رکھا۔ کسی کو گرفتار کر لیا۔ کوئی بھگدڑ میں قدموں تلے کچلا گیا۔ اور کسی نے بھاگ جانے میں ہی عافیت سمجھی۔

یزیدیوں نے عوام کے دلوں میں اپنی دھاک بٹھانے اور اپنی طاقت کی نمائش کرنے کیلئے ظلم کی حد کردی ـــ پچھتاووں میں گھری ہوئی کوفہ کی عورتوں نے جو چادریں سیدانیوں پر پھینک دی تھیں ـــ انہیں نیزوں کی نوکوں سے اس طرح سیدانیوں کے سروں سے اتارا کہ بے پردگی کے زخم کے ساتھ انہیں جسمانی زخم بھی سہنے پڑے ـــ انہوں نے زین العابدینؑ پر تازیانے برسائے ـــ روتے ہوئے بچوں کو جھڑکا اور طمانچے لگائے ـــ لوگوں کے کچلے جانے کی پروا کیئے بغیر اونٹوں کو تیزی سے ہنکایا ـــ

اب قافلہ جہاں جہاں سے گزرا عوام سے آنسوؤں اور آہوں کا خراج وصول کرتا ہوا گزرا ـــ زینبؑ کو جہاں موقع ملا ـــ جس انداز میں ممکن ہوا ـــ یزیدی سپاہیوں کے ظلم و زیادتی کو جھیل کر انہوں نے حسینؑ کے نام کو ہمیشہ گونجنے والی صدا بنا کر چھوڑا ـــ اور بغض و کینہ سے بھرے ہوئے دلوں کی سیاہی میں حسینؑ کی حقانیت کو نور کا لازوال نقطہ بنا کر لگا دیا ـــ

صبح سے شام تک اس لٹے ہوئے قافلے کو بازاروں میں پھرانے کے بعد حاکم کوفہ نے حکم دیا کہ قیدیوں کو اگلے دن دربار میں پیش کیا جائے تاکہ دربار کی آراستگی کا کام مکمل ہو جائے اور شہر کے سرکردہ لوگوں کو دعوت نامے بھجوا دیئے جائیں ـــ عمر بن سعد اور شمر نے دربار کے قریب

ہی ایک کھلے میدان میں پڑاؤ ڈال دیا۔ چاروں طرف کڑا پہرہ لگا اور سرداران لشکر کے لئے خیمے گاڑے گئے۔ جہاں وہ اپنی کامیابی کا جشن منانے کے بعد آرام کرنے لگے اور غمزدہ، بھوکے پیاسے اجڑے ہوئے آل محمدؐ کو ننگی زمین پر کھلے آسمان تلے چھوڑ دیا گیا۔ جن کے لئے ہر دن کرب وبلا سے بھرا تھا اور ہر شام، شام غریباں تھی۔

---

۱۳ محرم ۶۱ھ کا سورج منہ پر خاک ڈال کر طلوع ہوا اور صبح نے گریبان چاک کیا تو یزیدی لشکر خوشی کے نعرے مارتا ہوا بیدار ہوا۔۔۔ نواسۂ رسولؐ کو بیدردی سے شہید کرنے والے اور ناموس رسولؐ کو قیدی بنانے والے سرکشوں نے اذان فجر میں رسول اللہؐ کی رسالت کی گواہی دی۔۔۔ صبح کی دو رکعتیں پڑھیں اور اپنے ہتھیاروں کو چمکانے لگے۔ وہ آپس میں ہنسی مذاق کرتے، کھاتے پیتے، اپنی نئی وردیاں پہن کر سویرے ہی تیار ہو گئے۔۔۔ ان کے سپہ سالار بھی مستعد ہو گئے اور لٹے ہوئے بے آسرا قافلے کی طرف یہ کہتے ہوئے غرور و تکبر سے بڑھے: "چلو قیدیو۔۔۔! آج تمہیں دربار کوفہ میں پیش کیا جائے گا۔"

بازار کوفہ کی زخم خوردہ سیدانیاں فرط حیا سے رو پڑیں۔ کاش۔۔۔! اس روز بد پر شب کا سیاہ پردہ پڑا رہتا اور سیاہ کار حاکم کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

زینبؑ کے دل سے ایک ہوک سی اٹھی۔۔۔ انہیں وہ دن یاد آئے جب بابا علیؑ مرتضیٰ مسجد کوفہ کے فرش پر بیٹھ کر دربار منعقد کرتے تھے اور ہر مظلوم کی داد رسی ہوتی تھی۔۔۔ لیکن آج اسی شہر کوفہ میں اسی علیؑ کی بیٹی سب سے زیادہ مظلوم تھی اور داد رسی کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ روتے ہوئے دل کو سنبھال کر اٹھیں اور باقی سیدانیوں کو سمیٹا، بچوں کو بہلایا، پیار کیا اور زین العابدینؑ جو دربار کے تصور سے ہی بے جان سے ہو گئے تھے، انہیں تسلی دی، ان کی دلجوئی کی۔

یزیدی فوج کے سپہ سالار اور سپاہی انعام کے لالچ میں کشاں کشاں دربار تک پہنچے تو پتا چلا کہ ابھی دربار آراستہ نہیں ہوا اس لئے قیدی باہر انتظار کریں۔۔۔ انتظار کی اس سولی پر مر مر کر جینے کی اذیت سے نڈھال سیدانیاں خاک پر بیٹھ گئیں۔۔۔ زین العابدینؑ گرد و پیش کی چہل پہل دیکھ کر خون کے آنسو رونے لگے۔

شہر کے نمایاں لوگ بہترین لباسوں میں ملبوس آ آکر اپنی سواریوں سے اتر رہے تھے۔۔۔ غلام دوڑ کر ان کی پذیرائی کرتے اور انہیں عزت و احترام سے اندر لے جاتے۔ کوفی و شامی سپاہی چمکتے ہتھیار سجائے اندر باہر اپنی ڈیوٹیاں سنبھال رہے تھے۔۔۔ حبشی غلاموں کا ایک پورا دستہ حاکم کے تخت کے عقب میں پہرہ دینے کے لئے عمدہ وردیاں پہنے ایستادہ

ہو گیا تھا۔۔۔ دربان، چوبدار، جلاد اور حاجب وغیرہ سب کے سب تقریبی لباس میں ملبوس یہاں وہاں مصروف تھے۔

کئی سو زرنگار کرسیوں پر امرائے شہر خلعت ہائے فاخرہ پہنے بیٹھتے جارہے تھے۔۔۔ حاکم کوفہ کی ہدایت کے مطابق حسینؑ کا کٹا ہوا سر طشت طلاء میں رکھ کر اس کے تخت کی نچلی سیڑھی پر رکھ دیا گیا تھا۔۔۔ جس پر ایک خوان پوش ڈھکا ہوا تھا۔۔۔ حاکم کے لئے انواع و اقسام کے کھانے، پھل اور پینے پلانے کا سامان چن دیا گیا تھا اور سب اس کے انتظار میں باربار دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔۔

بہت دیر تک حاکم کوفہ کا انتظار ہوا۔۔۔ دربار میں بیٹھے ہوئے خاص و عام اکتا کر پہلو بدلنے لگے اور دربار کے باہر لٹا ہوا قافلہ دربار میں پیشی کے تصور سے نیم جان ہوتا رہا۔۔۔ بالآخر نقاروں پر چوٹ پڑی اور حاکم کوفہ عبیداللہ ابن زیاد کے دربار میں آنے کا اعلان کیا گیا۔۔۔ حاضرین نے کھڑے ہو کر اسے تعظیم دی۔۔۔ اس نے غرور کی نگاہ دربار کی شان و شوکت پر ڈالی۔۔۔ بڑے تکبر سے اپنے زریں تخت پر بیٹھا اور فتح کے نشے میں چور ہو کر غرایا: "قیدیوں کو حاضر کیا جائے"۔۔۔

مستعد کھڑے چوبداروں اور حاجبوں نے یہ آواز باہر پہنچائی۔۔۔ شمر اور دوسرے سپہ سالار خوشی کے نعرے مارتے رسیوں میں جکڑے

ہوئے بے بس قیدیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔۔۔ لہو روتے زین العابدینؑ کو کسی نے نیزے کی انی لگائی: "اٹھو قیدی۔۔۔! تمہاری دربار میں پیشی ہے۔"

خاک سے اٹھنے اور دربار تک جانے میں قدم قدم پر زین العابدینؑ اور آیۂ تطہیر کے سائے میں پروان چڑھی ہوئی سیدانیوں پر صدیاں بیت گئیں۔۔۔ "حاکم کا اقبال بلند ہو" کی صدائیں لگاتے سپاہی، شہداء کے سروں کو نیزوں پر بلند کئے ہوئے دربار میں داخل ہوئے۔۔۔ ان کے پیچھے رسیوں میں جکڑے ہوئے قیدیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکایا گیا۔۔۔ سفر کی گرد اور غم کے غبار سے اَٹے ہوئے غیرت سے نیم جان قیدی اپنے بوسیدہ لباسوں میں بے بسی اور کسمپرسی کی تصویر نظر آتے تھے۔۔۔

"اے اہل دربار۔۔۔! اپنی آنکھوں کو جھکالو اور
ہمارا تماشہ نہ کرو"۔۔۔

زینبؑ کی پرجلال صدا ایک تحکم آمیز گونج بن کر سارے دربار میں پھیل گئی۔۔۔ دربار میں یکلخت سناٹا چھا گیا۔۔۔ آنکھوں کے ساتھ ساتھ سر بھی آپ سے آپ جھک گئے۔۔۔ زینبؑ وقار سے قدم اٹھاتیں دوسری سیدانیوں کے ساتھ دربار کے ایک گوشے میں بیٹھ گئیں اور کنیزوں نے ان کے گرد حلقہ باندھ کر انہیں نگاہوں کی زد سے محفوظ کردیا تو ابن زیاد کو ہوش آیا۔۔۔

یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایک بے بس قیدی عورت اسکے دربار میں، اسکے روبرو یوں شان سے فرمان شاہی جاری کریگی اور پورے دربار میں کسی کو سرتابی کی مجال نہیں ہوگی ــــ اس نے بھنا کر سوال کیا: "یہ کون متکبر عورت ہے ــــ جسکا غرور حد سے بڑھا ہوا ہے ــــ؟"

حاکم کوفہ کی ظالم فطرت سے واقف لوگ کانپ گئے ــــ کسی نے بتایا کہ یہ زینبؑ، علیؑ کی بیٹی اور حسینؑ کی بہن ہیں ــــ! لیکن یہ آواز لالچ و طمع سے بے قابو ایک قاتل کے فخر و مباہات کی بلند آہنگ لے میں گم ہوگئی ــــ

"اے امیر ــــ! میری ڈھال کو سونے اور چاندی سے بھر دیں کہ ہم نے ایک بڑے رتبے والے کو قتل کیا ہے ــــ جو حسب و نسب میں دنیا بھر میں سب سے بہتر تھا ــــ جو بچپن ہی سے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھ چکا تھا ــــ اور اس کے والدین دنیا میں سب سے بہتر تھے" ــــ

"خاموش ــــ!" حاکم کوفہ جو پہلے ہی غصے میں پیچ و تاب کھا رہا تھا ــــ حسینؑ کے قاتل کے منہ سے حسینؑ کے فضائل سن کر آگ بگولہ ہو کر دھاڑا ــــ "او بد بخت ــــ! تو کیا بک رہا ہے ــــ؟ اگر تو حسینؑ کو ایسا ہی سمجھتا تھا تو پھر ان کے قتل میں کیوں شریک ہوا تھا اور اب مجھ سے

اچھے سلوک کی توقع کر رہا ہے ــــ؟"

اس نے جلاد کو اشارہ کیا: "لے جاؤ اس کو اور ابھی اور اسی وقت اسے حسینؑ کے پاس بھیج دو" ــــ

اہل دربار اپنی اپنی نشستوں پر دبک گئے ــــ قاتل اپنی جان بخشی کے لئے دہائی دیتا اور ہاتھ پاؤں مارتا رہا لیکن کسی نے اس کی ایک نہیں سنی اور سپاہی اسے گھسیٹ کر باہر لے گئے ــــ

شمر ذی الجوشن اپنے مددگار کے ساتھ آگے بڑھا ــــ اس نے ابن زیاد کے تخت کی آخری سیڑھی پر پڑا ہوا وہ سنہری طشت اٹھایا جس میں حسینؑ کا کٹا ہوا سر رکھا تھا ــــ اس کا خوان پوش ہٹایا اور ادب سے خم ہو کر نام نہاد مسلمان حاکم کے سامنے نواسۂ رسولؐ کا سر پیش کر کے فتح کی مبارکباد دی ــــ حاکم کوفہ ابن زیاد کے خوشامدی ہوا خواہوں نے بھی مبارک سلامت کی آوازیں بلند کیں تو حاکم کوفہ ابن زیاد کا غرور اور بڑھا ــــ اس نے طشت کو اپنے تخت کی آخری سیڑھی پر رکھنے کا حکم دیا اور اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی سے حسینؑ کے لب و دندان سے گستاخی کرنے لگا ــــ

اسی وقت ایک بوڑھا تڑپ کر کھڑا ہوا اور دہائی دیتا ہوا بولا: "ابن زیاد ــــ! اپنی چھڑی کو ان مبارک لبوں سے ہٹالے ــــ خدا کی قسم ــــ! میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہؐ کو ان لبوں کے بوسے لیتے ہوئے دیکھا

ہے۔" اس نے اپنا سر، و سینہ پیٹ لیا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

دربار پر سناٹا چھا گیا۔۔۔ لمحے بھر کو ابن زیاد بھی بھونچکارہ گیا۔۔۔ پھر سنبھل کر غرایا: "او بڈھے۔۔۔! اگر بڑھاپے نے تیری عقل ذائل نہ کر دی ہوتی تو میں تیرے قتل کا حکم صادر کرتا۔۔۔ بس اب خاموش ہو کر بیٹھ جا یا دربار سے فوراً نکل جا"۔۔۔

لیکن بوڑھے کو اس واقعے نے اس قدر متاثر کیا تھا کہ اسے کسی کی پرواہی نہیں رہی تھی۔۔۔ اس نے اسی طرح روتے چلاتے ہوئے اہل دربار کو مخاطب کیا: "اے لوگو۔۔۔! میں ہوں رسول اللہ کا صحابی زیدؓ بن ارقم۔۔۔! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے ان لوگوں کو سلطنت اسلامی اس لئے دی تھی کہ وہ امت کے بہترین لوگوں کو قتل کریں۔۔۔؟ خدا تم لوگوں کو ذلیل و خوار رکھے اور۔۔۔!!!" اس کی بات اس کے منہ میں ہی رہی اور سپاہی اسے کھینچتے ہوئے دربار سے باہر لے گئے۔

اس واقعے کے اثر کو زائل کرنے کے لئے ابن زیاد فوراً ہی کنیزوں کے جھرمٹ کی طرف متوجہ ہوا اور تحکم آمیز لہجے میں بولا: "ان کنیزوں کو ہٹاؤ ہم اس متکبر عورت سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

مستعد سپاہی آگے بڑھے اور انہوں نے کنیزوں کو زبردستی پیچھے ہٹا دیا۔۔۔ بوسیدہ لباس میں ملبوس بے چادر زینبؑ نے اپنے بالوں سے اپنا

پردہ بنا رکھا تھا اور دوسری سیدانیوں کے ساتھ رسی میں بندھی ہوئی تھیں۔

حاکم کوفہ گستاخی سے پکارا: "اے عورت ــــ! تم کون ہو ــــ؟"

زینبؑ نے اس کی جانب ذرہ برابر توجہ نہیں دی ــــ اس نے پھر پوچھا لیکن زینبؑ نے اعتناء نہیں کی ــــ اس کا بدنما چہرہ جوش غضب سے کچھ اور مکروہ ہوا، اس نے جھلا کر کہا: "کوئی بتاؤ کہ یہ عورت کون ہے ــــ؟"

اسکے مشیروں میں سے کسی نے بتایا کہ وہ حسینؑ کی بہن اور علیؑ کی بڑی بیٹی زینبؑ ہیں۔ یہ نام سن کر اسکے وحشی چہرے پر خوشی کے آثار نظر آئے اور وہ گستاخانہ لہجے میں بولا: "اے زینبؑ ــــ! مجھ سے کلام کرو۔"

اس کی یہ جسارت زینبؑ کے لئے کسی قیامت سے کم نہیں تھی کہ فاسق و فاجر حکمران ان کا نام لے کر ان سے سر دربار کلام کرنے کی فرمائش کر رہا تھا ــــ لیکن سات پردوں میں رہنے والی زینبؑ بھی علیؑ کی بیٹی اور حسینؑ کی بہن تھیں ــــ انہوں نے حقارت سے اسے ڈانٹ کر اسے اس کی اصلیت بتادی: "او دشمن خدا و رسولؐ ــــ! اچھے اور بروں میں ہماری ہتک حرمت کرنے کے بعد اور تو کیا چاہتا ہے ــــ؟"

اس غیر متوقع جواب پر وہ بھنا کر نخوت بھرے لہجے میں گویا ہوا: "خدا کا شکر ہے کہ اس نے تم لوگوں کو ذلیل و رسوا کیا ــــ تمہارے مردوں کو قتل کیا اور تمہارا جھوٹ ظاہر ہو گیا" ــــ

اس کا یہ کلمۂ کفر جیسے ہی ختم ہوا شرم سے جھکیں، حیا سے سمٹیں زینبؑ نے وقار سے سر اٹھایا اور ایک لمحہ توقف کئے بغیر نبوت و رسالت کو جھوٹ کہنے والے گستاخ کا منہ توڑ دیا:

"حمد ہے اس خدائے بزرگ و برتر کے لئے جس نے ہم کو عزت دی اپنے رسول محمدؐ مصطفیٰؐ کے ساتھ اور ہمیں پاک و پاکیزہ قرار دیا ـــ اس طرح جو حق ہے پاک و پاکیزہ قرار دینے کا ـــ نہ کہ وہ جو تو کہہ رہا ہے ـــ رسوا وہ ہوتا ہے جو بدکار ہو اور جھوٹا وہ ہوتا ہے جو فاسق و فاجر ہو ـــ خدا کا شکر ہے کہ وہ ہم نہیں ـــ ہمارا غیر ہے" ـــ

ابن زیاد شدت غضب سے پھنکارا: "تو نے دیکھا نہیں کہ خدا نے تیرے بھائی اور تیرے خاندان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے ـــ؟"

زینبؑ نے علیؑ کے لہجے میں اس کی بدکلامی کو شجاعانہ تیوروں سے اسی پر پلٹ دیا:

"بے شک! خدا سے ہم نے سوائے بھلائی کے کچھ نہیں دیکھا ـــ خدا نے ہم آل محمدؐ کے لئے شہادت کی عظیم منزل مقرر فرمائی اور ہم اس شرف اور

عظمت کو حاصل کرنے میں کامیاب و کامران ہوئے ــــ
لیکن اے ابن زیاد ــــ! تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے ــــ
تجھے تو ایک نہ ایک دن خدا کے سامنے جواب دہ ہونا
ہے ــــ پس اس روز کے لئے تیاری کرلے اور خوب
سمجھ لے کہ اس روز کون کامیاب ہوگا ــــ؟"

قیدی کی حیثیت سے کھڑی ہوئی زینبؑ کے سادہ سے لفظوں نے جیسے بد طینت حاکم کو اونچے تخت سے نیچے پٹخ کر حقیر و ذلیل کر دیا ــــ وہ اور کچھ نہیں کر سکا تو بھنا کر زینبؑ کے قتل کا حکم دے کر اپنی بزدلی اور پستی کی تصدیق کر دی۔ کنیزیں گھبرا کر زینبؑ کی طرف لپکیں لیکن وہ اسی استقلال سے سر بلند کھڑی رہیں ــــ ان کی جرأت سے ایک درباری عمر بن حریث کو بھی جرأت ہوئی اور اس نے ابن زیاد کو مشورہ دیا: "یہ عربی حمیت کے خلاف ہے کہ عورت پر ہاتھ اٹھایا جائے ــــ عورت کا کلام قابل مواخذہ نہیں ہوتا" ــــ

خفت و خجالت سے ابن زیاد کا چہرہ سیاہ پڑ گیا ــــ اس نے مجبوراً جلاد کو پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیا لیکن خفت مٹانے کو اپنی پست ذہنیت کا مظاہرہ کئے بغیر نہیں رہ سکا ــــ تلوار کا زخم نہیں لگا سکا تو زبان کا زخم لگایا: "خدا نے تیرے باغی بھائی حسینؑ اور ان کے سرکش اور خطاکار ساتھیوں کے

قتل سے میری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور میرے قلب کو شفا بخشی ہے"۔۔۔

اس کے نجس منہ سے حسینؑ کا تذکرہ اس گستاخانہ انداز میں سن کر زینبؑ کے دل پر چوٹ پڑی۔۔۔ آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہہ نکلے۔۔۔ مگر زینبؑ نے ان بہتے آنسوؤں کو اپنی کمزوری نہیں بننے دیا بلکہ پوری جرأت سے ان سلگتے آنسوؤں کو تاریخ کے صفحات پر اچھال کر ملوکیت کے چہرے کو ہمیشہ کے لئے سیاہ کر دیا:

"او بد بخت و مغرور۔۔۔! مرجانہ کے بیٹے۔۔۔! تو تخت و حکومت کی بد مستی میں یہ سمجھ ہی نہیں رہا کہ تو کیا کفر بک رہا ہے۔۔۔؟ بے شک۔۔۔! تو نے ہمارے مردوں کو قتل کیا۔۔۔ ہم اہلبیتؑ کو بے پردہ کیا۔۔۔ تو نے ہماری شاخوں کو قطع کیا۔۔۔ ہماری جڑوں کو اکھاڑ پھینکا۔۔۔ اگر تیرے قلب کی شفا اسی میں ہے تو بلاشبہ تو نے شفا پائی"۔۔۔

"اے زیاد کے ملعون بیٹے۔۔۔! تو کہتا ہے کہ قتل حسینؑ سے تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔۔۔ حالانکہ تو خوب جانتا ہے کہ حسینؑ وہ تھے جن کے دیدار سے رسول اللہؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں اور آنحضرتؐ

ان کے لبوں کو چومتے تھے۔۔۔ انہیں اور ان کے بھائی کو اپنی پشت مبارک پر بٹھاتے تھے"۔۔۔

"اے ابن زیاد۔۔۔! تو یہ خیال نہ کر کہ حسینؑ کا قتل کر کے تو ہمیشہ زندہ اور خوش رہے گا۔۔۔ اسی دنیا میں علاوہ اس عذاب کے جس کا آخرت میں خدا نے وعدہ کیا ہے۔۔۔ تجھے معلوم ہو جائیگا کہ خوش کون رہتا ہے اور غم کس کا مقدر ہے۔۔۔؟ میں کہہ رہی ہوں کہ یہ حکومت بہت جلد تیرے ہاتھ سے نکل جائے گی اور خوشی کبھی تیری تقدیر میں نہیں ہوگی۔۔۔ تو ایسے مذموم فعل کا مرتکب ہوا ہے کہ اس کا ننگ و عار ہمیشہ تیرے گلے کا ہار رہے گا اور روز حشر تیری جواب طلبی کی جائے گی"۔۔۔

"اے مرجانہ کے بیٹے۔۔۔! تو اس دن جوابدہی کے لئے تیار ہو جا جب اللہ فیصلہ کرنے والا ہوگا۔۔۔ میرے نانا رسول اللہؐ مدعی ہوں گے۔۔۔ ملائکہ گواہ ہوں گے اور جہنم تیرا قید خانہ ہوگا"۔۔۔

زینبؑ کی حق گوئی ہر آن ابن زیاد کے سر کو جھکا رہی تھی۔۔۔

درباری دم بخود ہو گئے تھے ــــ درو دیوار جیسے زینبؑ کے لفظوں کو دوہرا دوہرا کر حسینؑ کے مقام و مرتبے کی عظمتوں کو اجاگر کر رہے تھے ــــ ابن زیاد حاکم کوفہ ہو کر بھی سمجھ نہیں پاتا تھا کہ حسینؑ کی شیر دل قیدی بہن کی اس لعنت و ملامت سے خود کو کس طرح بچائے؟ حسینؑ کے ان فضائل کو کس طرح جھٹلائے جو حدیث نبوی کی صورت میں ہمیشہ زندہ و تابندہ تھے اور اپنے کرتوتوں پر کس طرح پردہ ڈالے؟

بالآخر اس نے بوکھلاہٹ میں وہی حربہ استعمال کیا جو حق کے مقابلے میں عاجز رہ جانے والوں کا شیوہ ہے ــــ اس نے زینبؑ کی حق گوئی کا اثر زائل کرنے کو تمسخر آمیز لہجے میں مضحکہ اڑانے کی کوشش کی:

"دیکھو ــــ! یہ عورت کیسی قافیہ پیمائی کر رہی ہے ــــ؟ اس کا باپ علیؑ بھی اسی طرح لفاظی اور شاعری سے لوگوں کو دھوکا دیتا تھا۔"

اس نے بظاہر مذاق اڑانے کی سعی کی تھی لیکن اس کی گھٹیا بات میں بھی یہ اعتراف چھپا ہوا تھا کہ زینبؑ مظلومیت اور دلگرفتگی کی اس انتہائی کیفیت میں بھی اتنی فصاحت و بلاغت سے کلام کر رہی تھیں کہ وہ اسے شاعری کے سوا کچھ نہ کہہ سکا اور اسے علیؑ مرتضیٰ جیسے قادر الکلام خطیب کے علاوہ کسی اور سے تشبیہ نہ دے سکا۔

زینبؑ نے علیؑ کے پُر جلال لہجے میں اسے اس نسبت سے پکارا جو

اس کے لئے باعث ننگ و عار تھی:

"ابن مرجانہ ـــ! تجھے شرم نہیں آتی کہ تو رسولؐ زادی پر تہمت لگاتا ہے اور حقائق پر پردہ ڈالنے کے لئے بدکلامی پر اتر آیا ہے ـــ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ شاعری نہیں بلکہ ایک تلخ حقیقت ہے جو میرے دکھی دل کی آواز ہے ـــ اگر میرا کلام مقفّٰی و مسجع ہے تو اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں ـــ حیرت تو اس شخص پر ہے جو اپنے پیشوا اور امام وقتؑ کو قتل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس سے اسے شفا حاصل ہوئی ہے ـــ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آخرت میں اس سے باز پرس ہوگی اور بدلہ لیا جائے گا" ـــ

اہل دربار پر ایسا سکوت طاری تھا جیسے وہ سانس لینا بھی بھول گئے ہوں ـــ ندامت کے سمندر میں غرق ہوتے ہوئے حاکم کوفہ نے ایک مرتبہ پھر اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ پیر مارے: "تمہارے بھائی نے ہمارے امیر یزید سے خلافت حاصل کر لینے کا ارادہ کیا تھا لیکن اللہ نے انہیں ہمارے مقابلے میں کیسا ناکام کیا ـــ ان کی امیدیں منقطع ہوگئی ہیں اور ہم کامیاب و شادمان ہیں۔"

"خدا تجھ پر لعنت کرے ابن زیاد ــــ! اگر
میرے بھائی خلافت کے طالب تھے تو وہ ان کے نانؐا اور
باپؑ کی میراث تھی ــــ وہ اس میں حق بجانب تھے لیکن
تو روز حشر جوابدہی کے لئے تیار ہو جا ــــ جب تجھ سے
شدید باز پرس کی جائے گی" ــــ

ابن زیاد جواباً پھر اپنی ذہنی پستی کا مظاہرہ کرنا چاہتا تھا کہ یکایک رعب و جلال سے تپتی ایک آواز نے اسے سختی سے ٹوک دیا:

"او ابن زیاد ــــ! لئیم کے بیٹے ــــ! تو کب تک
ہماری پھوپھی اماں کے ساتھ گستاخانہ کلام کرتا رہے گا
اور جو لوگ ان سے واقف نہیں ہیں انہیں واقف کراتا
رہے گا ــــ؟ خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے" ــــ

لمحے بھر کو ابن زیاد سناٹے میں رہ گیا ــــ پھر اس نے آگ بگولہ ہو کر آواز کی سمت دیکھا ــــ طوق و زنجیر میں جکڑا ہوا زرد رُو لاغر و نحیف قیدی یوں سر اٹھائے کھڑا تھا جیسے ہر طرف اسی کی شاہی ہو ــــ وہ غضبناک ہو کر غرایا: "تم کون ہو ــــ؟"

"میں علیؑ ابن الحسینؑ ہوں" ــــ زین العابدینؑ نے اپنا نام بتایا۔

"کیا خدا نے علیؑ ابن الحسینؑ کو قتل نہیں کیا ــــ؟"

"تو نے غلط کہا ابن زیاد ـــ! میرے اٹھارہ سالہ بھائی علیؑ ابن الحسینؑ کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے ـــ ہاں ـــ! جب موت کے سائے چھا جاتے ہیں تو روح خدا کے حکم سے قبض کی جاتی ہے ـــ کیا تو نے قرآن پاک میں نہیں پڑھا کہ روح کے قبض کا اختیار اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ـــ؟"

زین العابدینؑ نے آیت کی تلاوت کی۔

کلام اللہ نے ابن زیاد کا منہ توڑ دیا ـــ تو وہ آپ ہی اپنی شکست کی آواز بن کر چلایا: "تیری یہ مجال کہ تو قیدی ہو کر میرے ساتھ اس طرح کلام کرے ـــ ابھی تیرا یہ مغرور سر اڑتا ہوا نظر آئے گا۔" اس کے اشارے پر جلاد دوڑ کر آگے بڑھا۔

زین العابدینؑ نے حقارت سے اسکی طرف دیکھا اور شان بے نیازی سے اس کے فرمان کو اسی کے منہ پر کھینچ مارا: "زیاد کے بیٹے ـــ! تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے، کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا تو ہماری عادت ہے اور شہادت ہماری فضیلت" ـــ

اس پر شکوہ آواز کے سارے سچے لفظوں نے ابن زیاد پر اس طرح یلغار کی کہ وہ بوکھلا کر دھاڑا: "یہ بچہ تو نہیں، اچھا بھلا سمجھدار ہے ـــ اسے

لے جاؤ، اس کے ہاتھ پاؤں قطع کرو اور گردن اڑا دو"۔۔۔

جلاد ابھی تلوار تول کر زین العابدینؑ کے قریب نہیں پہنچ پایا تھا کہ زینبؑ پلک جھپکتے میں آگے بڑھ کر زین العابدینؑ کے سامنے سینہ سپر ہوگئیں اور شجاعانہ تیوروں سے حاکم کوفہ کو للکارا: "او مرجانہ کے بیٹے۔۔۔! کیا تو نسل پیغمبرؐ میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑے گا؟ او ملعون۔۔۔! اتنے خون بہا کر بھی تیرا دل نہیں بھرا۔۔۔؟ یاد رکھ۔۔۔! جب تک میری جان میں جان ہے تو میرے بھتیجے کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔۔۔ یا پھر اس کے ساتھ مجھے بھی قتل کردے"۔۔۔

زینبؑ کے اس والہانہ اقدام میں سچائی کی کچھ ایسی آن بان تھی کہ ابن زیاد جیسے سنگدل دشمن کے منہ سے بھی بے ساختہ نکل گیا۔۔۔ "تعجب ہے کہ یہ پھوپھی اپنے بھتیجے سے کس قدر محبت کرتی ہے کہ اس کے عوض جان دینے پر تیار ہے۔۔۔ اگر میں اس جوان کو قتل کراتا ہوں تو یہ اس کے ساتھ قتل ہوئے بغیر نہیں رہے گی"۔۔۔

جلاد اب بھی ابن زیاد کے حکم کا منتظر تھا لیکن وہ اہل دربار کے چہروں پر زینبؑ کی فتح کا اعلان صاف صاف پڑھ رہا تھا۔۔۔ وہ ان کے سروں کو زینبؑ کے احترام میں جھکتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔۔ وہ ان کی آنکھوں کو زینبؑ کی مظلومیت پر آنسوؤں سے بھرتا ہوا پا رہا تھا۔۔۔ خود اس پر زینبؑ

کے استقلال اور شجاعت کا ایسا رعب طاری تھا کہ وہ اونچے تخت پر بیٹھ کر بھی تمام تر اختیارات ہونے کے باوجود بھی اپنا فرمان آپ ہی واپس لینے پر مجبور ہو گیا ــ اس کے منہ سے ایسے کلمات نکل رہے تھے جو اس کے اپنے ہی منہ پر کالک مل رہے تھے ــ "مجھے اپنی رحمدلی پر تعجب ہے" ــ اس نے جیسے خود سے کہا۔

پھر بے بس ہو کر بولا : "چلو ــ! اس جوان کو چھوڑ دو ــ اس کی اپنی بیماری اور علالت ہی اس کو ہلاک کر دینے کے لئے کافی ہے" ــ

مگر اب باطل کے اس نمائندے میں حق کا سامنا کرنے کی سکت نہیں رہی تھی ــ زینبؑ نے اس کے سارے اختیار چھین کر اسے اپنی ہی بے بسی کا اعلان اپنے منہ سے کرنے پر مجبور کر دیا تھا ــ اس نے دربار برخاست کر دیا اور اپنے اہلکاروں کو حکم دیا کہ ــ

"ان قیدیوں کو زندان میں ڈال دو اور باغی حسینؑ کے سر کو ہر جگہ اس طرح تشہیر کرو کہ دور و نزدیک کے تمام قبائل کو معلوم ہو جائے کہ شہنشاہ یزید کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے؟ ہم کل مسجد میں عوام سے خطاب کریں گے" ــ

زندان کوفہ حاکم کوفہ کے دل کی طرح تنگ و تاریک تھا۔۔۔ ظلم و بربریت کی انتہا تھی کہ ان قیدخانوں کو بے چھت رکھا جاتا تھا تاکہ موسم کی سختیاں اور شدائد قیدیوں کو ہر لحظہ پریشان کرتے رہیں۔۔۔ اس کے گرد بے رحم اور شقی القلب سپاہیوں کا پہرہ تھا۔۔۔ زینبؑ سیدانیوں اور ننھے بچوں کے ساتھ اس تنگ کوٹھری میں محبوس ہوئیں تو شکر خداوندی لبوں پر تھا کہ اس چار دیواری میں وہ اور لٹا ہوا غمزدہ قافلہ کم از کم ہر خاص و عام کی نگاہوں سے تو محفوظ تھا۔۔۔

حسینؑ کی معصوم بیٹی سکینہؑ کو سینے سے لگائے زینبؑ سیدانیوں کے ساتھ خاک پر بیٹھیں تو ضبط کا یارا نہ رہا۔۔۔ بازار اور دربار کا ایک ایک لمحہ دل پر چچوکے لگانے لگا۔۔۔ ننگے سروں پر نگاہ پڑی تو چادریں چھننے کا ظالم وقت یاد آیا۔۔۔ اجڑی مانگوں اور خالی گودوں کو دیکھا تو بھائی، بیٹے اور سب اپنے

یاد آئے ـــ جن کے کٹے ہوئے سر نیزوں پر آویزاں تھے اور پامال بدن وہیں کربلا میں رہ گئے تھے ـــ کسی بچے نے پانی مانگا تو عباسؑ یاد آئے ـــ جنھوں نے پانی کے عوض اپنے بازو کٹائے اور اپنا خون پانی کی طرح بہایا تھا ـــ

زینبؑ کے زخمی دل کی فریاد ان کے لبوں کی آہ بن گئی ـــ آنکھوں سے آنسو گرنے لگے ـــ سیدانیوں کے بین دلوں کا درد لیکر بلند ہوئے اور بچے مچل مچل کر رونے لگے ـــ قید خانے میں ایک حشر بپا ہوگیا کہ سلاخوں کے باہر لہو روتی آنکھوں کے ساتھ زین العابدینؑ کا زرد دکھی چہرہ نظر آیا ـــ انہوں نے لرزتی آواز میں پکارا : "پھوپھی اماں ـــ ! اب بس کیجئے ـــ ان آوازوں کو اپنے سینے میں ہی گھونٹ دیجئے ـــ یہاں اس قید میں رونے اور ماتم کرنے پر بھی پہرہ ہے ـــ یہ آپکے رونے کا بدلہ مجھ سے لیتے ہیں ـــ پھوپھی اماں! مجھ میں اب ان بے رحم یزیدی سپاہیوں کے تازیانے سہنے کی سکت نہیں" ـــ

زینبؑ دل تھام کر سلاخوں تک آئیں ـــ زین العابدینؑ کی لہو روتی آنکھوں، گرد سے بھرے ایک دن میں سفید ہو جانے والے بالوں اور نحیف و نزار جسم کو دیکھا اور آنسو پیتی ہوئی بولیں : "اللہ تمہیں سلامت رکھے بیٹا ـــ ! ماں صدقے ایک تم سے ہی تو ہماری آس بندھی ہے ـــ میری جان فکر نہ کرو ـــ خدا ان کے ہاتھوں کو قطع کرے ـــ اب ان تک کوئی آواز نہیں جائے گی ـــ جو یہ اسے تم سے انتقام لینے کا جواز بنائیں" ـــ

زین العابدینؑ کو سپاہیوں نے پیچھے ہٹا لیا تو زینبؑ نے سب کو تسلیاں دیں ـــــ بچوں کو بہلایا ـــــ حسینؑ کی یاد میں بیقرار معصوم سکینہؑ کو گود میں لیکر سلانے کی کوشش کرتے ہوئے اسے ملک عرب میں پیدا ہونے والے شہنشاہِ دوجہاں کی کہانی سنانے لگیں ـــــ جن کی بیٹی جنت کی عورتوں کی سردار ہیں ـــــ

"اس شہزادی کی شادی ایک ایسے بہادر شہزادے سے ہوئی جس جیسا جوان کوئی اور نہیں تھا ـــــ جسکی تلوار کا نام ذوالفقار تھا جو آسمان سے آئی تھی ـــــ

اللہ نے انہیں دو شہزادے دیئے جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں ـــــ ان کی شادیاں ہوئیں تو اللہ نے چھوٹے شہزادے کو پیاری سی بیٹی عطا کی جو اپنے بابا سے بہت پیار کرتی تھی ـــــ اس کے باباؑ بھی اسے بہت چاہتے تھے ـــــ ہر وقت اسے اپنے ساتھ رکھتے، اپنے سینے پر سلاتے ـــــ پھر اس گھر کو کسی کی بری نظر لگ گئی" ـــــ

قید و بند کے طویل دن بے سایہ و بے سائبان دھوپ میں جھلستے گزرتے تھے۔ زینبؑ اور دوسری سیدانیاں بچوں پر جھک کر سایہ بناتیں اور خود کڑی دھوپ میں جھلستیں اور تاریک راتوں کی شبنم افشانی قیدیوں کے اشکوں کے ساتھ رواں رہتی ـــــ کھانا اور پانی دن میں کسی ایک وقت اتنی کم مقدار میں دیا جاتا کہ مائیں بھوکی رہ کر بمشکل بچوں کو کھلاتیں ـــــ زینبؑ کو

اپنی بھابھیوں کی بھی فکر تھی جو ان کے گھر میں بیاہ کر آئی تھیں اور اس عظیم خانوادے کے دَر سے وابستہ ہو کر ہر مصیبت اور پریشانی کو بڑے صبر و استقلال سے جھیل رہی تھیں۔ انہیں شہید اصحاب کی بیواؤں اور کنیزوں کا بھی خیال تھا جنھوں نے وفاداری کی حد کردی تھی۔ زینبؑ اصرار کر کے انہیں چند لقمے کھلا دیتیں۔ خود ان کے لئے کبھی ایک آدھ نوالہ بچ جاتا یا کبھی نہ بچتا لیکن زبان پر کبھی کوئی شکوہ نہیں آیا۔ نہ ارادے میں کبھی کوئی کمزوری پیدا ہوئی نہ یقین و اعتماد میں کوئی کمی ہوئی اور صبر و ضبط کی شان ہر لحظہ بڑھتی ہی رہی۔

جب کبھی بات کی سربلندی اور وقار سے کی، جب بھی سر سجدے میں رکھا لب شکر خداوندی سے معطر ہی رہے۔ نماز و مناجات ہمیشہ بارگاہ ایزدی میں کھڑے ہو کر ہی ادا کی تھی لیکن اب کم خوراکی سے اتنی نقاہت ہوگئی تھی کہ کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا۔ قیدخانے کے شدائد کے سبب زینبؑ بیٹھ کر نماز پڑھنے پر مجبور ہوگئی تھیں۔

یوں ہی دن اور رات کی گردش میں مصائب کی بھی گردش تھی۔ پہرہ اتنا سخت تھا کہ بیرونی دنیا سے رابطہ منقطع ہوگیا تھا۔ زین العابدینؑ کی موجودگی کی خبر ان کی زنجیروں کی جھنکار سے ملتی تھی یا ان کی تلاوت کلام پاک کی پرسوز صدا سنائی دیتی تو دل کو آسرا سا رہتا تھا۔ زینبؑ ان کی

جانب سے کبھی غافل نہیں ہوتی تھیں۔ کسی وقت ان کی آواز سنائی نہ دیتی، یا زنجیروں کی جھنکار اس طرف نہ آتی تو ان کی جان پر بن جاتی، فوراً سلاخوں کے ساتھ لگ کر انہیں آواز دے کر خیریت معلوم کرتیں۔

پہرے داران کے ساتھ کوئی بات کرتے تو زینبؑ بے چین ہو کر سلاخوں کے قریب آجاتیں اور سنتی رہتیں کہ خدانخواستہ ان کی سلامتی کو تو کوئی خطرہ نہیں؟ اگر ضرورت محسوس کرتیں تو پہرے داروں کو خود آواز دیکر ان سے کیفیت معلوم کرتیں اور انہیں مناسب اور مسکت جواب دیتیں۔

ایک روز اچانک قید خانے کی دیوار پر سے ایک چھوٹا سا پتھر اچھل کر اندر آگرا۔ سیدانیوں نے دیکھا کہ پتھر کے ساتھ ایک تحریر بھی منسلک ہے، تحریر پڑھی تو لکھا تھا:

> "حاکم کوفہ نے آپ لوگوں کے بارے میں فیصلے کے لئے ایک قاصد چودہ محرم کو یزید ابن معاویہ کے پاس بھیجا ہے۔ وہ محرم کے آخر تک دمشق پہنچ جائے گا اور اسے واپس پلٹنے میں سولہ دن لگیں گے۔ اگر آپ کو کبھی بے وقت تکبیر کی آواز سنائی دے تو سمجھیں کہ اس نے قتل کا حکم دیا ہے اور اگر تکبیر کی آواز نہ سنائی دے تو سمجھ لیں کہ قتل سے امان ہے"۔

زین العابدینؑ سلاخوں کے قریب آئے تو زینبؑ نے خط کے مضمون سے آگاہ کیا۔ زین العابدینؑ کی آنکھوں سے لہو کے قطرے ٹپکے:

"پھوپھی اماں۔! یہ ہمارے کسی عقیدت مند کی خیر خواہی ہے کہ اس نے اتنے خطرات میں بھی ہمیں حالات سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ اس کو جزائے خیر دے۔ ورنہ تو آپ بھی جانتی ہیں اور ہمارے بھی علم میں ہے کہ کیا ہونے والا ہے"۔

زینبؑ نے آہ بھر کر قید خانے میں سیدانیوں کے کھلے ہوئے سروں کو دیکھا اور بولیں: "ہاں بیٹا۔! میں جانتی ہوں کہ کوفہ کے بعد شام کا بازار اور دربار بھی ہمارے صبر کا امتحان لینے کے لئے ہمارے منتظر ہیں۔ ہم اہلبیت محمدؐ اللہ کی رضا میں راضی ہیں"۔

---

۱۸ صفر ۶۲ ھ کی صبح کے طلوع ہوتے ہی گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز قید خانے کی طرف بڑھی ــ اونٹوں کے بلبلانے کی صدا، سپاہیوں کی مخصوص زبان اور سپہ سالاروں کے احکامات صادر کرنے کا شور صاف سنائی دینے لگا ــ سیدانیوں نے ہراساں ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا ــ سہمے ہوئے بچے ڈر کر ماؤں سے لپٹ گئے ــ زینبؑ معصوم سکینہؑ کو سینے سے لگائے پریشان حال سلاخوں کے قریب آئیں ــ زین العابدینؑ بھی اپنی زنجیروں کو سنبھالے سلاخوں کے دوسری جانب آن کھڑے ہوئے ــ

زرد بیمار چہرہ متغیر تھا ــ لہو رنگ آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے ــ غیرت سے لرزتی آواز میں وہ سر جھکا کر بولے : "پھوپھی اماں ــ! اللہ سے صبر اور حوصلہ مانگیے ــ آگے شام کی کڑی منزل ہے" ــ

زینبؑ کا دل کٹ کر رہ گیا ــ ابھی تو کوفہ کے بازار اور دربار کے

زخم نہیں بھرے تھے کہ شام کے بازار اور دربار کی آزمائش سر پر تلوار کی طرح لٹکنے لگی تھی۔۔۔ زینبؑ کا رواں رواں شدت غیرت سے لرز اٹھا۔۔۔ آنکھوں سے بے ساختہ آنسو گرنے لگے۔۔۔ مگر خود کو سنبھال کر زین العابدینؑ کے شانے پر تسلی کا ہاتھ رکھا۔۔۔ ان کے زرد رخساروں پر بہتے آنسوؤں کو انگلیوں میں سمیٹ کر محبت سے چوما اور مضبوط لہجے میں بولیں: "بیٹا۔۔۔! صبر ہی ہمارا ورثہ ہے اور یہ کیسا اچھا ورثہ ہے۔۔۔ ہم آل محمدؐ کی عزت و توقیر تو خدائے ذوالجلال کی عطا کردہ ہے۔۔۔ امت کے گمراہ لوگ ہمیں بازاروں اور درباروں میں تشہیر کر کے اسے ہرگز نہیں مٹا سکتے۔۔۔ پھوپھی صدقے میری جان۔۔۔! اللہ ہمیں اس کڑی آزمائش سے بھی سلامتی اور سرخروئی سے گزار دے گا"۔۔۔

پہرے داروں نے بے دردی سے زین العابدینؑ کے زنجیر کھینچ کر ان کے زخم دکھا دیئے: "ہٹو قیدی۔۔۔! ہمیں درِ زندان کو کھولنے دو تاکہ عورتوں کو اونٹوں پر سوار کرایا جاسکے۔۔۔ ہمیں شام تک جانا ہے۔۔۔ جہاں دمشق میں تمہیں حاکم یزید ابن معاویہ کے دربار میں پیش کیا جائے گا"۔۔۔

زین العابدینؑ لڑکھڑا کر بمشکل سنبھلے۔۔۔ ان کے زنجیروں کی جھنکار۔۔۔ قید خانے کے دروازے کے کھلنے کی آواز میں گم ہوگئی۔۔۔ یزیدی سپاہی نے درانہ اندر گھس جانا چاہا۔۔۔

"ٹھہرو۔۔۔!" زینبؑ کی جلال آمیز آواز نے ان کے قدم وہیں باندھ دیئے۔۔۔ زینبؑ، علیؑ کے لہجے میں شان و جلالت سے پکاریں۔۔۔

"خبردار۔۔۔! کوئی آگے نہ بڑھے۔۔۔ ہم اونٹوں پر خود سوار ہوں گے"۔۔۔

زینبؑ کے رعب و جلال سے ظلم و زیادتی کے خوگر سپاہیوں کی گردنیں آپ سے آپ جھک گئیں۔۔۔ وہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹ گئے۔۔۔ زینبؑ سہمی ہوئی بیبیوں اور ڈرے ہوئے بچوں کا حوصلہ بنیں وقار و سربلندی سے سپاہیوں کی بھاری جمعیت کے ساتھ اس میدان تک آئیں جہاں سواریاں کھڑی تھیں۔۔۔

بچے ڈر کر رونے لگے اور سیدانیاں اپنے آپ میں ہی سمٹنے لگیں۔۔۔ کھلا میدان تماشائیوں اور فوجیوں سے بھرا ہوا تھا۔۔۔ ہر طرف تماشہ کرتی آنکھیں اور شور و ہنگامہ کرتی ہوئی آوازیں تھیں۔۔۔ بے کجاوہ اونٹوں کے قریب نیزوں پر سوار شہیدوں کے سر تھے۔۔۔ ایک مہینہ اور سات دن کی قید کی صعوبتوں اور بے پردگی کے دکھ سے بھرے ہوئے دلوں پر قیامت گزر گئی۔۔۔ کسی کو بھی ضبط کا یارا نہیں رہا۔۔۔ کوئی آنسو نہیں روک سکا۔۔۔ کوئی آہوں کو پابند نہیں کر سکا۔۔۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کے بین سینوں میں قید نہ رہ سکے۔۔۔ سیدانیاں بے اختیار اپنے پیاروں کے کٹے ہوئے سروں کی طرف کھنچنے لگیں۔۔۔ لیکن یزیدی فوج راہ میں حائل ہو گئی

اور زین العابدینؑ کو تازیانے لگاتے ہوئے ظالم سپاہی درندوں کی طرح غرائے: "قیدی ــــ! اپنی عورتوں سے کہو کہ یہ گریہ و زاری بند کر کے فوراً سوار ہو جائیں ــــ ورنہ ہم خود انہیں سوار کرائیں گے" ــــ

نحیف و نزار زین العابدینؑ طوق و زنجیر کے بوجھ سے جھکے جھکے آگے بڑھے ــــ ان پر گزری ہوئی اذیت زینبؑ اور سیدانیوں پر بھی بیت گئی تھی ــــ وہ ترسی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنے پیاروں کے سروں کو دیکھتیں ــــ اپنے آنسوؤں کو ضبط کرتیں ــــ آہوں کو سینوں میں روکتیں ــــ اپنے پیاروں پر رونے کی حسرت دل میں لئے کنیزوں اور زین العابدینؑ کی مدد سے سوار ہوئیں اور اونٹ کھڑے ہو گئے ــــ

اونٹوں کی بلندی پر سے اردگرد کا سارا منظر صاف صاف نظر آنے لگا ــــ لوگوں کا ہجوم، سپاہ کی کثرت، ہتھیاروں کی چمک، لہراتے ہوئے تازیانے اور نیزوں پر بلند شہیدوں کے سروں پر نگاہ پڑی تو زینبؑ کے ہونٹوں پر بے ساختہ دل کا درد امنڈ آیا اور سارے میدان پر بارش کے تیز چھینٹوں کی طرح یکبارگی برس گیا:

"افسوس ــــ! کیا لوگوں میں ہماری اس بری طرح تشہیر
کی جائے گی ــــ

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ ہم اس کے ناموس ہیں

جس کی طرف خدائے جلیل نے وحی بھیجی تھی ـــ

اے لوگو ـــ! تم نے رب عرش اور اس کے نبیؐ کو اس

طرح بھلا دیا ہے ـــ

گویا کہ تمہارے درمیان کبھی رسول اللہؐ آئے ہی نہیں

تھے ـــ

اے امت بد ـــ! خدا تمہارا برا کرے تم روز حشر جہنم

میں چیختے چلاتے پڑے رہو گے" ـــ

زینبؑ کے دل کے درد سے جلتے ان لفظوں کی تپش جس تک بھی پہنچی اس کا چہرہ پشیمانی سے سیاہ پڑ گیا ـــ ان کے دل جلنے لگے اور جگر کباب ہو گئے ـــ اکثر کو خود پر اختیار نہ رہا ـــ بہت سے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے ـــ کئی ایک سر و سینہ پیٹنے لگے ـــ ہر طرف گریہ و زاری کا ایک شور بپا ہو گیا ـــ بعض یزیدی بھی منہ چھپا چھپا کر رونے اور خود کو ملامت کرنے لگے ـــ

سپہ سالاروں نے جو حالات کو یوں بدلتے دیکھا تو سپاہیوں کو اشارہ دیا ـــ انہوں نے تازیانے اور کوڑے سنبھالے اور لوگوں پر برسا برسا کر انہیں راستے سے ہٹانے لگے ـــ مسلح سپاہی گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انہوں نے ان اونٹوں کے گرد حصار کھینچ دیا جن پر لٹا ہوا قافلہ سوار کیا گیا

تھا۔۔۔ اونٹوں کے نگرانوں نے اونٹوں کو ہانکا اور قافلہ راہ میں آجانے والوں کے کچلے جانے کی پروا کئے بغیر تیزی سے شام کی سمت روانہ ہو گیا۔۔۔

غمزدہ بیبیاں ۔۔۔ سہمے ہوئے بھوکے پیاسے بچے ۔۔۔ طوق اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا بیمار ساربان۔۔۔ اونٹوں کی ننگی پشت اور چھ سو میل صحرا کا دشوار گزار سفر۔۔۔ جو اس طرح طے کیا جارہا تھا کہ انعام و اکرام حاصل کرنے کی لالچ میں نواسۂ رسولؐ کو شہید کرنے والے بے دین مسلمان جلد از جلد دمشق پہنچنا چاہتے تھے تاکہ حاکم یزید ابن معاویہ کے روبرو پہنچ کر اپنے کارناموں کی داد حاصل کر سکیں۔۔۔

سپہ سالار شمر ابن ذی الجوشن کا قاصد آگے آگے چلتا تھا تاکہ راہ میں آنے والی بستیوں کے حاکموں کو کاروان کی آمد کی خبر کردے۔۔۔ اگر وہ استقبال کے لئے بخوشی رضامند ہو جاتے تو کارواں شہر میں سے بیبیوں اور شہداء کے سروں کی تشہیر کرتے ہوئے گزرتا۔۔۔ اگر وہاں مخالفت کا سامنا ہوتا تو راستہ کاٹ کر نکل جاتا۔۔۔

بعض جگہ اہل قریہ ہتھیار سنبھال کر باہر نکل آتے اور یزیدیوں پر لعنت ملامت کرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیتے لیکن کارواں کے ساتھ مسلح سپاہیوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ وہ انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیتے اور سفر جاری رہتا۔۔۔ وہ اونٹوں کو اس تیزی سے ہنکاتے کہ ان کی ننگی پشت پر توازن

برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا۔ سیدانیاں خود سنبھلتیں کہ بچوں کو سنبھالتیں۔ ناہموار راستوں میں جھٹکے لگتے تو ننھے معصوم بچے اونٹ کی پشت سے نیچے جاپڑتے۔ ان کی مائیں دہائی دیتی رہ جاتیں لیکن سنگدل سپاہی چلتے ہی رہتے۔ پھول سے بچے گھوڑوں کے سموں تلے پامال ہو جاتے اور ان کی ہولناک چیخیں ان کی ماؤں کی دلدوز سسکیوں سے لپٹی رہ جاتیں۔

اکثر ایسا بھی ہوتا کہ زینبؑ خود کو اونٹ پر سے گرادیتیں تو قافلے کو مجبوراً رکنا پڑتا۔ وہ پریشان خاطری سے بچے کی تلاش میں پیچھے دوڑتیں۔ اگر بچہ سلامت ہوتا تو اسے سینے سے لگا کر لے آتیں۔ اگر وہ گھوڑوں کے سموں تلے پامال ہوگیا ہوتا تو اسے الوداع کہہ کر روتی تڑپتی قافلے کے ساتھ چل پڑتیں۔

لٹا ہوا کارواں کربلا کی سمت سے جان بوجھ کر گزارا گیا جہاں گرم ریت پر شہیدوں کے لہو سے گلزار کھلا تھا۔ ہواؤں میں ان کے مقدس خون کی خوشبو تھی اور فضاؤں میں ان کے پیام گونج رہے تھے۔ شوریدہ سر ہوائیں اب تک ان کے لئے بین کرتی پھرتی تھیں۔ ریت کے ذرے چمکتے آنسو بن گئے تھے۔ بنی اسد کے قبائل نے حسینؑ سے وعدے کے مطابق شہداء کے بے سر پامال جسموں کو قبروں میں دفن کردیا تھا۔ مگر ان کے سرخرو سر اب تک نیزوں پر بلند کارواں کے ساتھ ساتھ تھے۔

اپنے ہی لہو کی خوشبو نے رگوں میں گردش کرتے لہو کو ایک تڑپ بنادیا۔ زینبؑ کی متلاشی نگاہیں ریت پر بکھری ہوئی قبروں میں حسینؑ کی قبر کو ڈھونڈتی ہی رہ گئیں۔ ان کی آہ و بکا کی دلدوز صدائیں کربلا کی سمت امنڈتی ہی رہ گئیں اور بے رحم یزیدی اونٹوں کو تیزی سے ہنکاتے ہوئے جان بوجھ کر ان کے برابر سے رُکے بغیر گزر گئے اور قادسیہ میں جاکر ٹھہرے۔

تقریباً اکیس میل کا سفر ہر روز طے ہوا کہیں زیادہ رکنا پڑا تو رفتار کو اور بڑھا دیا گیا۔ پڑاؤ کیا تو یزیدیوں نے اپنے لئے بہترین خیمے اور چھولداریاں نصب کیں اور تھکی ہوئی دل شکستہ سیدانیوں اور سہمے ہوئے بھوکے پیاسے بچوں کو کھلے آسمان تلے موسم کی شدتوں کے درمیان چھوڑ دیا۔ کھانے کے لئے ناکافی خوراک اور پینے کے لئے بہت کم پانی دیا جاتا جو مائیں بچوں کو کھلا دیتیں اور خود ایک آدھ بچا کھچا لقمہ لے کر شکر پروردگار بجالاتیں۔

تیئیس ۲۳ سالہ زین العابدینؑ کی سجیلی جوانی کچھ کربلا میں رہ گئی تھی، کچھ کوفہ کے بازار اور دربار نے لوٹ لی تھی۔ ان کے بال سفید ہوگئے تھے اور کمر جھکتی چلی جارہی تھی۔ وہ طوق و زنجیر اور بیڑیوں کی صعوبتوں میں گھرے سفر کی کلفتوں کے اندر۔ غیرت کے کڑے امتحان میں سب سے بڑے صابر و شاکر تھے۔ کبھی اونٹ کی ننگی پشت پر اس کے

پیٹ کے ساتھ بندھے ہوئے پیروں کے ہمراہ ضعف سے لرزتے ہوئے ـــــ کبھی اونٹوں کی مہار تھامے ـــــ ماؤں بہنوں کی بے پردگی کا تماشہ کرتی ہوئی بستیوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ـــــ کبھی بات بے بات بے رحم سپاہیوں کے تازیانے سہتے ہوئے ـــــ بے سائبان جگہوں میں کھلے آسمان تلے اپنے صاحب فضلیت خاندان کی خواتین کے ساتھ پڑاؤ کرتے ہوئے ہر جگہ ـــــ ہر مقام پر ان کا صبر و شکر ان کی مصیبتوں سے کہیں زیادہ تھا ـــــ ان کی عبادت و ریاضت کی کوئی حد نہیں تھی ـــــ ان کی پیشانی سجدے کے روشن نشان سے چمکتی دمکتی تھی ـــــ

ان کے ساتھ ان کا حوصلہ ـــــ ان کی ڈھارس ـــــ ان کے صبر و شکر میں شریک ـــــ ان کی عبادتوں اور ریاضتوں میں ان کی ساتھی زینبؑ تھیں جو ایک لمحے کے لئے بھی ان سے غافل نہیں ہوتی تھیں ـــــ ان کی حالت دیکھ کر زینبؑ کا دل کٹتا تھا ـــــ وہ محمدؐ کے گھرانے کی اس آخری نشانی اور امامت کے اس چوتھے تاجدار کی حفاظت دل و جان سے کر رہی تھیں ـــــ وہ ہر کڑے لمحے میں ان کے سامنے ڈھال بن کر کھڑی ہو جاتی تھیں ـــــ

اس کے ساتھ وہ اپنے اس فریضے کو بھی بڑی شان سے نبھا رہی تھیں جو حسینؑ کی شہادت کے بعد ان کی ذمہ داری تھا۔ حسینؑ کا پیغام ان

کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا تھا۔ حسینؑ کا مقصد ان کے پاس امانت کی طرح سے تھا۔ جہاں بھی موقع ملتا جب بھی ممکن ہوتا زینبؑ تماشہ کرتی ہوئی آنکھوں اور ناسزا کلمات کہتی ہوئی زبانوں کو ان کے فعل پر پشیمان اور ان کی جسارتوں پر کف افسوس ملنے پر مجبور کر دیتیں۔ زینبؑ جس مجمع کا رخ کرتیں وہاں سے ہائے حسینؑ اور مظلوم حسینؑ کی صدائیں بلند ہونے لگتیں اور زینبؑ کے لفظ انہیں عرق الفعال میں غرق کر دیتے:

"اے لوگو! تم نے خدا کو بھلا دیا اور ایسا بھلا دیا کہ گویا خدا نے تمہارے لئے کوئی دین و آئین بھیجا ہی نہیں تھا اور رسول اللہؐ نے اسے تم تک پہنچایا ہی نہیں تھا اور تم سے قیامت کے دن کوئی حساب ہی نہیں ہوگا۔ یاد رکھو تم پر دنیا میں لعنت ہوگی اور آخرت میں تو تمہیں عذاب شدید میں مبتلا ہونا ہی ہے"۔

چھ سو میل کا یہ اذیتناک سفر اٹھائیس روز میں اس طرح کٹا کہ راستے میں جگہ جگہ ننھے معصوم بچوں کی قبریں بنتی گئیں جو اونٹوں کی پشت سے گرے اور گھوڑوں کے سموں تلے پامال ہو گئے۔ راہ کی گرد سیدانیوں کے سروں کی چادر بن گئی۔ غم و الم کی دبیز نقابیں ان کے بے پردہ دکھی چہروں پر آن گریں۔ شام کے ظالم راستوں نے ماؤں کی گودیاں خالی

کردی تھیں ـــــ اڑتالیس بچوں میں سے صرف بارہ بچے موجود تھے جن کی حالت ابتر تھی ـــــ

تقریباً چوبیس مقامات پر پڑاؤ کرتا ہوا یہ قافلہ سولہ ربیع الاول ۶۱ھ کو دمشق سے چار فرسخ کے فاصلے پر روک دیا گیا ـــــ ایک تیز رفتار قاصد کو حاکم یزید ابن معاویہ کے پاس بھیجا گیا تاکہ شہر میں داخلے کی اجازت حاصل کی جاسکے اور اس کی واپسی کے انتظار میں وہیں پڑاؤ ڈال دیا گیا تاکہ سپاہی حاکم کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے ضروری تیاریاں کرلیں۔

قاصد لوٹ کر آیا اور یہ پیغام لایا کہ حاکم یزید ابن معاویہ نے اس دن کو روز عید قرار دے دیا ہے جس دن نواسہء رسولؐ حسینؑ کا سر اور انؑ کے اہل حرم کو اس کے دربار میں پیش کیا جائے گا اور حکم دیا ہے کہ سب لوگ اس روز کو عید کی طرح ہی منائیں ــــ عوام نئے لباس پہنیں ــــ شہر کو سجایا جائے ــــ دربار کی آئینہ بندی ہو اور تمام مَرد و زن حاکم کے باغی کے کٹے ہوئے سر اور قیدیوں کا تماشا کرنے گھروں سے باہر نکل آئیں ــــ دربار میں شہر کے تمام سر کردہ لوگ حاضر ہو کر حاکم کو مبارکباد دیں ــــ داخلے کی اجازت تین دن بعد ہے تاکہ شہر کی آئینہ بندی ہو جائے ــــ

اہل لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ــــ وہ اپنے اپنے کارناموں کو بڑھ چڑھ کر بیان کرتے ہوئے آپس میں فخر و مباہات کرنے لگے ــــ انعام و اکرام ملنے کی امید بندھ گئی ــــ وہ یزید کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے

بیتاب ہوگئے۔۔۔ وہ اپنی وردیاں دھونے۔۔۔ ہتھیار چمکانے اور گھوڑوں کو نہلانے لگے۔۔۔

طویل اور اذیتناک سفر کے تھکے ہوئے زین العابدینؑ اور لٹے ہوئے قافلے کے سروں پر قیامت کی گھڑی آن پہنچی۔۔۔ وہ لشکر کی تیاریوں کو دیکھ دیکھ کر جان سے گزرنے لگے۔۔۔ کوفہ کے بازار اور دربار کے زخم کب بھرنے والے تھے اور اب شام کے بازار اور دربار کی قتل گاہ ان کی منتظر تھی۔۔۔ زینبؑ کبھی زین العابدینؑ کی دلجوئی کرتی تھیں۔۔۔ کبھی پریشان حال سیدانیوں کو تسلی دیتی تھیں اور کبھی خود کو تھامتی تھیں۔۔۔

سوگ منانے اور رونے کے لئے بڑے دکھ تھے لیکن لشکر کا سالار شمر اور اس کے سپاہی کسی معصوم بچے کے رو پڑنے پر بھی تازیانہ لیکر ڈرانے دھمکانے چلے آتے تھے۔۔۔ تو سیدانیوں کو دکھوں پر رونے اور کٹے ہوئے شہیدوں کے سروں پر بین کرنے کی اجازت کب دیتے تھے۔۔۔؟ سلگتے آنسو دلوں پر گرتے رہتے۔۔۔ گرم آہیں سینوں کو جھلساتی رہتیں۔۔۔ راتیں آنکھوں میں کٹتیں اور دن کا ایک ایک پل صدیوں پر بھاری معلوم ہوتا۔۔۔

یہ تین دن سپاہ یزید اور اہل شام کے لئے خوشی اور جوش خروش کے دن تھے۔۔۔ وہاں شہر کی آئینہ بندی ہوتی رہی۔۔۔ اور یہاں لشکر کو اس طرح آراستہ کیا جاتا رہا کہ جس سے یزید کی شان و شوکت کا اظہار ہو۔۔۔

شہر سے تازہ دم فوجی دستے منگوائے گئے۔۔۔ایک سو بیس نشان کھولے گئے جن کے نیچے مختلف دستے ترتیب دیئے گئے۔۔۔سروں کو نیزوں پر بلند کر کے ان کے قاتلوں کے ہاتھوں میں دیا گیا تاکہ وہ فخر و مباہات کرتے ہوئے چلیں۔۔۔اونٹوں کو وہیں رہنے دیا گیا۔۔۔

سفر کی تھکی ہوئی غم کے بوجھ سے جھکی ہوئی سیدانیوں اور طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے زین العابدینؑ کو حکم ملا کہ وہ پیدل چلیں۔۔۔

چار فرسخ کا فاصلہ طے کر کے لٹا ہوا قافلہ فوجی دستوں میں گھرا "باب الداخلہ" یا باب خیزراں کے باہر پہنچا تو حاکم یزید ابن معاویہ مقام جیرون میں واقع اپنے محل کے بالاخانے پر اپنے حاشیہ نشینوں کے ساتھ زرنگار کرسی پر تماشہ کرنے کے لئے بیٹھا۔۔۔جہاں سے تمام شہر دمشق نظر آتا تھا۔۔۔ساغرو مینا سے شغل کرتا ہوا وہ بڑے شوق سے دلہن کی طرح سجے ہوئے شہر دمشق کا نظارہ کرنے لگا۔۔۔جہاں ہر طرف نئے اور عمدہ لباس پہنے ہوئے لوگوں کی چہل پہل تھی۔۔۔خوشی و مسرت سے چہرے مسکراتے تھے۔۔۔چنگ و رباب کی صدا اور گانے والوں کی لے کاری سے خوشیوں کا رنگ دوبالا تھا۔۔۔سب کا رخ "باب الداخلہ" کی جانب تھا جہاں سے فتح مند لشکر اور قیدی داخل ہونے والے تھے۔۔۔

پھر شہر کا دروازہ کھلا۔۔۔لوگ خوشی کے نعرے مارتے ہوئے اس

طرف دوڑے ــــ دروازے کے گرد عوام کا بے پناہ اژدہام ہو گیا ــــ لہراتے ہوئے ایک سو بیس پرچم دور ہی سے نظر آ رہے تھے جن کے نیچے آہن پوش دستے بڑے کروفر سے رواں دواں تھے ــــ ان کے پیچھے نیزوں پر شہداء کے سر بلند تھے ــــ دو رویہ سپاہیوں کی قطاروں کے درمیان بے چادر رسولؐ زادیاں اور معصوم بچے تھے ــــ سیدانیوں نے اپنے چہرے گرد آلود بالوں میں چھپا رکھے تھے اور حیا سے اپنے ہی وجود میں سمٹیں ہوئی بمشکل قدم اٹھا رہی تھیں ــــ

یزید ابن معاویہ کا مکروہ چہرہ جوش مسرت سے سرخ ہو گیا ــــ آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں ــــ اس کے حاشیہ نشین خوشامدانہ لہجوں میں مبارک دینے اور داد و تحسین کے کلمات کہنے لگے ــــ قریب ہی منڈیر پر بیٹھا ہوا کوا نہ جانے کیوں کائیں کائیں کرنے لگا تو یزید کی شاعرانہ طبیعت پھڑکی ــــ دور جہالت میں اہل عرب کوئے کی کائیں کائیں سے فال لیتے اور اپنے مطلب نکالتے تھے ــــ یزید نے بھی شراب کے نشے میں مخمور ہو کر فی البدیہ شعر کہا اور جھوم جھوم کر اپنے حواریوں کو سنانے لگا :

"آفتاب چمکا ــــ سواریاں نظر آئیں اور ان سروں کا سایہ جیرون کے ٹیلوں پر پڑا تو کوا کائیں کائیں کرنے لگا ــــ میں نے کہا تو بول یا نہ بول ــــ میں نے تو

بہر حال محمدؐ سے اپنے قرضے وصول کر لئے ہیں"۔

اس کے بدکار حاشیہ نشین بڑھ بڑھ کر داد دینے لگے لیکن داد و تحسین کا یہ شور اس بے ہنگم شور میں مل گیا جس سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی— ہر طرف ایک ہنگامہ بپا تھا— لوگوں کے نعرے— باجوں کا شور— دوڑتے قدموں کی دھمک— بے قابو ہجوم کو پیچھے دھکیلنے والے سپاہیوں کی پکار— قدموں تلے کچلے جانے والوں کی ہولناک صدائیں— ہر طرف آوازیں ہی آوازیں تھیں۔

لیکن ایک نحیف و نزار آواز— دکھ سے تپتی ہوئی آواز— غیرت سے لرزتی ہوئی آواز— ان ساری آوازوں پر حاوی تھی— اور شور و ہنگامے کے باوجود صاف سنائی دے رہی تھی— ہر سماعت میں اتر رہی تھی— اور ایک گونج سی بن کر فضاؤں سے موسلا دھار بارش کی طرح ہر طرف برس رہی تھی:

"آہ— ! ہمیں کس ذلت و حقارت کے ساتھ شہر دمشق میں اس طرح لایا گیا ہے جیسے ہم ترک و دیلم کے وہ غلام ہیں— جن کا کوئی مددگار نہیں— حالانکہ رسول اللہؐ ہمارے نانا اور امیر المومنین علیؑ مرتضیٰ ہمارے دادا ہیں"—

ضعف و بیماری سے لڑکھڑاتے ــــ غیرت و حمیت سے زرد ــــ لہو روتے زین العابدینؑ کی دلدوز صدا تو سب سن رہے تھے لیکن حکومت وقت کے خوف سے کوئی بھی اسے سمجھنے کو تیار نہیں تھا ــــ کوئی بھی اس کی طرف دھیان نہیں دینا چاہتا تھا ــــ حاکم کے جور و ستم نے انہیں اس کا عادی بنا دیا تھا کہ وہ اس کے ہر حکم کے سامنے سر جھکا دیں ــــ حاکم یزید ابن معاویہ نے حکم دیا تھا کہ سب اس کی فتح کے جشن میں شریک ہوں اور لوگ اس کے حکم کی تعمیل مین گھروں سے نکل آئے تھے ــــ وہ جیسے سوچنے سمجھنے اور تجزیہ کرنے کی صلاحیتوں سے عاری ہو چکے تھے ــــ بنو امیہ کی ذہنیت ان پر چھا گئی تھی ــــ انہیں اس کی کوئی پروا نہیں تھی کہ حسینؑ کون تھے ــــ؟ ان کا مقام و مرتبہ کیا تھا ــــ؟ یہ جنگ کیسی جنگ تھی ــــ؟ کٹے ہوئے سروں اور لٹے ہوئے مظلوم قیدیوں کی رسول اللہؐ سے کیسی قرابت داری ہے اور رسول اللہؐ کے قرابتداروں کے لئے قرآن پاک میں کیا حکم دیا گیا ہے ــــ؟

وہ نیزوں پر بلند سروں کو شوق سے دیکھ رہے تھے ــــ خستہ حال، دل شکستہ سیدانیوں کو سر برہنہ دیکھ کر خوش ہوتے ــــ پتھر مارتے اور طعنے دیتے تھے ــــ ہجوم اس قدر تھا کہ قافلے کو قدم آگے بڑھانے کا راستہ نہیں ملتا تھا ــــ ہر ایک آگے بڑھ بڑھ کر کٹے ہوئے سروں اور قیدیوں کا تماشا کرنا

چاہتا تھا۔

حکام پوری طرح سے چوکنے اور مستعد تھے اور اس بات کا خاص خیال رکھ رہے تھے کہ قیدی کسی سے کلام نہ کر پائیں۔ نہ ہی انہیں کہیں عوام سے خطاب کرنے کا موقع ملے۔ وہ غم والم سے نڈھال پردہ میں رہنے والی گھریلو خواتین کی خطابت کے حیرت انگیز مظاہرے کوفے کے بازاروں میں دیکھ چکے تھے۔ جنہوں نے عوام کے دلوں میں آگ لگادی تھی اور شہر بھر میں ایسی فضا پیدا کردی تھی کہ حکام کو اس پر قابو پانا مشکل ہو گیا تھا۔

کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ لوگ یزید کی فتح کے ترانے گاتے اور یہ سوچے بغیر کہ جنہیں باغی کہا جارہا ہے وہ کون ہیں۔؟ انہیں باغی باغی کہہ کر ملامت کرتے تھے۔ نیزے پر بلند حسینؑ کا کٹا ہوا سر ہاشمی لہجے میں تلاوت قرآن پاک کرتا تھا تو انہیں تعجب تو ہوتا تھا۔ لیکن وہ اس کی حکمت اور گہرائی پر غور نہیں کرتے تھے اور اسے ایک تماشے کی چیز سمجھ کر دیکھ رہے تھے۔

وہ نیزے پر بلند ننھے شیر خوار کا سر دیکھتے تھے لیکن ان کے ذہن میں یہ سوال نہیں اٹھتا تھا کہ جنگ کی فتح و شکست میں شیر خوار بچے کا کیا دخل ہوسکتا ہے۔؟ وہ سر برہنہ مظلوم سیدانیوں اور ان کی گود میں

مرجھائے ہوئے چہروں والے بھوکے پیاسے بچوں کو دیکھتے تھے لیکن انہیں ترس نہیں آتا تھا۔۔۔ برسوں سے بنوامیہ کے زیر نگیں اہل شام پر بنوامیہ کی مخصوص بے رحم اور انتقامی ذہنیت طاری تھی۔۔۔ حکام پوری احتیاط کر رہے تھے کہ بادشاہ کے مستقر اور دارالخلافے کے اندر حالات سازگار رہیں اور قافلے کو شام کے تمام گلی کوچوں سے گزار کر بادشاہ کی دھاک عوام کے دلوں پر بٹھائی جائے۔۔۔

زین العابدینؑ کا مجروح دل نہ جانے کتنا بڑا تھا جس میں توہین کے یہ سارے دلدوز منظر، غیرت کی یہ صبر آزما کڑی آزمائشیں اور ناموس کی تشہیر کے بے پناہ دکھ سماتے چلے جارہے تھے۔۔۔ ان کے خشک تڑخے ہوئے لبوں نے صرف اتنا ہی کہا تھا:

"کاش۔۔۔! میری ماں نے مجھے پیدا نہ کیا ہوتا"۔۔۔

اور اپنے ناموس کے ساتھ طوق و زنجیر پہنے چپ چاپ چلتے چلے گئے۔۔۔ لاکھوں آنکھوں کے ہجوم میں۔۔۔ ناروا ملامتوں کے درمیان حسینؑ کی لاڈلی بیٹی سکینہؑ کو سنبھالے ہوئے سر برہنہ زینبؑ کی نگاہ زین العابدینؑ پر تھی۔۔۔ ان کا تسلی بھرا ہاتھ ان کی پشت پر تھا اور ان کے زخمی دل کے سارے دکھوں میں شریک وہ ان کی ڈھارس تھیں۔۔۔ وہ پل پل ان کی ڈھال اور ان کی چھاؤں تھیں۔۔۔

حکومت کے کارندے اس بات کی تو سختی سے احتیاط کر رہے تھے کہ کوئی قیدیوں سے اظہار ہمدردی نہ کرنے پائے ــ یا انہیں کوئی ایسا موقع نہ مل جائے کہ وہ بازار کوفہ کی طرح عوام سے خطاب کر کے ان کے دلوں کو نہ پلٹ دیں ــ لیکن طعنہ دینے والی بدگو زبانوں اور ملامت کرنے والے سیاہ دل لوگوں پر کوئی پابندی نہیں تھی ــ وہ جس طرح چاہتے تھے خانوادۂ رسالت کے اسیروں کے دل مجروح کر رہے تھے اور وہ دل گرفتہ و رنجور لٹے ہوئے مظلوم لوگ خاموشی سے یہ سارے ستم اسی طرح سہہ رہے تھے ــ جس طرح تبلیغ اسلام کے دوران رسول اللہؐ امت کی طرف سے دی جانے والی ساری سختیاں اور تکلیفیں سہتے تھے ــ لیکن نہ بددعا دیتے تھے ــ نہ کوئی سخت کلمہ کہتے تھے ــ

یہاں تک کہ بازار کے ایک موڑ پر ابراہیم بن طلحہ بن عبداللہ نے زین العابدینؑ کو براہ راست مخاطب کر لیا اور طنزیہ انداز میں بولا: "او باغی حسینؑ کے قیدی بیٹے ــ! اب بتاؤ فتح کس کو ہوئی ــ؟"

طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے زین العابدینؑ نے نہ بحث مباحثہ کیا ــ نہ اسے ملامت کی ــ بس سربلندی سے پراعتماد لہجے میں ایک ایسا اصول دے دیا جو رہتی دنیا تک اس جیسے دریدہ ذہنوں کے لئے ہی نہیں سنجیدہ اور بے لاگ تاریخ دانوں کے لئے بھی ایک کسوٹی ہے:

"اے ابراہیم ــــ! اگر تمہیں معلوم کرنا ہے
کہ فتح کس کو ہوئی ہے تو نماز کے وقت جب اذان و
اقامت کہو گے تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس کو فتح
ہوئی اور کس کو شکست" ــــ

قافلہ مصائب کے راستوں پر اذیتوں سے دوچار کچھ اور آگے چلا ــــ مسجد دمشق کے قریب ایک بوڑھا اچانک زین العابدینؑ کے مقابل ہوا اور گستاخی سے چلایا: "حمد ہے اس خدا کی جس نے تم لوگوں کو قتل و ہلاک کر کے شہروں کو پرامن بنایا اور ہمارے بادشاہ یزید ابن معاویہ کو تم پر غلبہ عطا کیا" ــــ

زین العابدینؑ اس بوڑھے کی جہالت اور نادانی پر ملول ہوئے اور انہوں نے نرمی سے بوڑھے کو مخاطب کیا:

"اے شیخ ــــ! کیا تم نے قرآن پاک میں
آیہء مودت پڑھی ہے جس میں اللہ نے فرمایا ہے کہ
اے حبیبؐ کہہ دو کہ میں سوائے اپنے قرابتداروں کی
محبت و مودت کے تم سے کوئی اور اجر اس تبلیغ رسالت
پر نہیں مانگتا" ــــ

بوڑھے نے اثبات میں سر ہلایا: "ہاں میں نے یہ آیت پڑھی ہے۔"

زین العابدینؑ نے ایک دوسری آیت پڑھی :

"اور تم نے وہ آیت پڑھی ہے جس میں اللہ نے فرمایا ہے کہ جو مال تم بغیر مشقت کے پاؤ اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے رسولؐ اور اس کے قرابتداروں کا نکالو" —

بوڑھے نے پھر اقرار میں سر ہلایا۔

زین العابدینؑ نے ایک اور آیت پڑھی :

"اے شیخ — ! تم نے وہ آیۂ مبارکہ بھی پڑھی ہے جس میں اللہ نے فرمایا ہے کہ اے اہلبیتؑ ! ہم نے تمہیں ہر برائی سے پاک اور معصوم بنایا ہے" —

بوڑھے نے تسلیم کیا تو زین العابدینؑ نے ملائمت سے کہا :

"اے شیخ — ! نبیؐ کے وہ قرابت دار — ان کے اہلبیتؑ ہم ہی ہیں" —

"خدا کی قسم — ! کیا تم سچ مچ وہی ہو — ؟" اس نے فق چہرے کے ساتھ پوچھا۔

"بلاشک و شبہ — ہمیں اپنے نانا رسول اللہؐ کی قسم — ! ہم ہی ان کے اہلبیتؑ اور قرابتدار ہیں" —

زین العابدینؑ کا اتنا کہنا تھا کہ بوڑھے نے اپنا عمامہ سر سے اتار کر زمین پر پھینک دیا۔۔۔ اپنے منہ پر طمانچے مارے اور اپنے بال نوچتے ہوئے بولا: "خداوندا۔۔۔! گواہ رہنا کہ میں ہر دشمن آل محمدؐ سے چاہے وہ جن ہوں یا انس، بیزار ہوں اور ان سے دوری چاہتا ہوں۔" کچھ سنبھلا تو زین العابدینؑ سے روتے ہوئے پوچھنے لگا: "اے فرزند رسولؐ۔۔۔! کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔۔۔؟"

زین العابدینؑ نے اسے تسلی دی: "ہاں تمہاری توبہ قبول ہو سکتی ہے کیونکہ تم نے جو کچھ کیا ہے وہ تمہاری لاعلمی کے سبب سے تھا"۔۔۔

بوڑھے نے اپنے ہاتھ پھر آسمان کی طرف بلند کئے اور پکارا: "خداوندا۔۔۔! میں توبہ کرتا ہوں اس گستاخی سے جو میں نے ناواقفیت کے سبب ان ہستیوں کی شان میں کی ہے"۔۔۔

بوڑھے اور زین العابدینؑ کے اس مکالمے کو قریب کھڑے ہوئے بہت سے لوگ سن رہے تھے۔۔۔ اس کے رونے اور چلانے سے اور لوگ بھی اس کی طرف متوجہ ہونے لگے تو اپنے فعل پر پشیمان بوڑھا خاموشی کے ساتھ ہجوم سے الگ کر لیا گیا۔۔۔ شاید وہ کبھی گھر نہیں لوٹا اور کسی قید خانے کی تاریکی میں گھل کر اس کا حصہ بن گیا۔۔۔

تماشہ کرنے والے اس ہجوم میں دور سے دیکھ کر رونے اور تڑپنے

والے بھی تھے ۔۔۔ کچھ نظر بچا کر بیبیوں پر چادریں پھینکنے والے بھی تھے ۔۔۔ کچھ نگران سپاہیوں کو دے دلا کر قیدیوں کے لئے مراعات بھی حاصل کرنا چاہتے تھے ۔۔۔ لیکن عوام کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں ان کی حیثیت ایک قطرے کی سی تھی ۔۔۔ حکومت شام کے پچاس سالہ پروپیگنڈے نے عوام کی ذہنیت کو بالکل بدل دیا تھا ۔۔۔ دولت سے ان کے ضمیر خرید لئے گئے تھے اور جور و ستم سے ان کے سر جھکا لئے گئے تھے ۔۔۔

تاریخ کے صفحات پر مسلمانوں کے لئے باعث ننگ و عار بن کر ثبت ہو جانے والا دن اختتام کی طرف بڑھنے لگا لیکن آل محمدؑ کی مصیبتوں اور آزمائشوں کا خاتمہ نہیں ہوا ۔۔۔ یزید کا دربار قریب آنے لگا تو نگران ہوشیار ہوئے ۔۔۔ انہوں نے اپنی تیاریوں کا ایک مرتبہ پھر جائزہ لیا ۔۔۔ نیزوں پر آویزاں سروں کا شمار کیا ۔۔۔ سپہ سالاروں نے دستوں کو ترتیب دیا اور خود آگے ہو گئے ۔۔۔ حسینؑ کے قاتل شمر ذی الجوشن نے وہ نیزہ اٹھایا جس پر حسینؑ کا کٹا ہوا سر بلند تھا اور بلند آواز سے فخر و مباہات کے الفاظ کہتا ان کی قیادت کرنے لگا:

"لوگو دیکھو ۔۔۔! میں ہوں طویل نیزہ رکھنے والا ۔۔۔
میں دین حق پر ہوں ۔۔۔ اپنے امیر یزید کے طفیل ۔۔۔ میں
نے قتل کیا ہے سید الوصیین کے بیٹے کو اور اس کا سر لایا

ہوں حاکم یزید ابن معاویہ کی خدمت میں"۔۔۔

انعام و اکرام کے لالچ میں لتھڑے ہوئے یہ گستاخانہ لفظ چاروں طرف بکھرے تو دن بھر کی تھکی ہوئی خستہ حال دلگرفتہ زینبؑ تک بھی پہنچے۔۔۔ انہوں نے دربار یزید کے عین سامنے۔۔۔ حکام کے پہرے اور سختی کے درمیان علیؑ کے لہجے میں۔۔۔ عباسؑ کی شان جلال سے اسے ٹوکا:

"او ملعون ابن ملعون۔۔۔! تو جھوٹا ہے اور یہ جان لے کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔۔۔

تف ہے تجھ پر اے دشمن خدا و رسولؐ۔۔۔! تو یزید ایسے فاسق و فاجر پر فخر کرتا ہے۔۔۔

اے مردود ازلی۔۔۔! کیا تجھے نہیں معلوم کہ تو نے اس مقدس ہستی کو قتل کیا ہے جسکا جھولا جبرئیلؑ ومیکائیلؑ جھلاتے تھے۔۔۔

جس کا اسم گرامی عرش اعظم کے پردوں پر لکھا ہے۔۔۔

جس کے نانا خاتم النبیینؐ اور سید المرسلینؐ ہیں۔۔۔

جس کے پدر بزرگوار نے کفر کی جڑیں بنیادوں سے اکھیڑ دیں۔۔۔

جس کی مادر گرامی خاتون جنتؑ اور عالمین کی عورتوں کی

سردار ہیں ـــــ

او جھوٹے ـــــ! بتا کیا کوئی ہمارے ناناؐ، والدؑ اور والدہؑ جیسا اس دنیا میں ہے کہ جن پر اللہ بھی صلوات و سلام بھیجتا ہے ـــــ؟"

ہر طرف سناٹا چھا گیا ـــــ نگران دم بخود ہوگئے ـــــ تمام پابندیاں دھری کی دھری رہ گئیں ـــــ کسی ایک کو بھی مداخلت کی جرأت نہیں ہوئی ـــــ حاکم کی ستم رانیوں سے ڈرے ہوئے لوگ ہراساں ہو کر قیدی خاتون کی جرأتوں کو تکنے لگے کہ جس نے جابر حاکم کے دربار کے سامنے اس کے زرخرید خوشامدی پر بھرے مجمع میں لعنت بھیج کر تماشہ کرنے والوں پر واضح کردیا تھا کہ یزید کی ظاہری شان و شوکت اور رعب و داب اور آل محمدؐ کی کسمپرسی اور خستہ حالی کے باوجود دین حق یزید کا طریقہ نہیں ـــــ آل محمدؐ کا ورثہ ہے ـــــ

تماشہ کرنے والی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ـــــ زینبؑ کی حق گوئی کے اعجاز نے شمر کا مکروہ چہرہ سیاہ کردیا ـــــ شرم و خجالت سے اس کا سر آپ سے آپ جھک گیا اور اس کی یزید کی خوشامد کرنے والی زبان بے ساختہ سچ بولنے لگی: "اے بتولؑ عذراؑ کی بیٹی ـــــ! آپ کا مقفّٰی و مسجع کلام برحق ہے اور کیوں نہ ہو؟ آپ علیؑ کی دختر اور بہترین لوگوں کی اولاد ہیں" ـــــ

حیرت میں ڈوبے دم بخود سپاہیوں کو ہوش آنے میں وقت لگا۔۔۔ وہ ہوشیار ہوئے تو سپہ سالاروں نے انہیں گھیرا تنگ کرنے کو کہا۔۔۔ سب اپنی اپنی جگہ مستعد ہو گئے۔۔۔ تازہ دم نگران اہم مقامات کو سنبھالنے لگے اور بازار شام میں آل محمدؐ کو چلتے چلتے شام ہو گئی۔۔۔

شام کی اذانوں میں موذن رسول اللہؐ کی رسالت کی گواہی دینے لگے اور رسول اللہؐ کے قرابتداروں کے سر نیزوں پر بلند رہے۔۔۔ رسول اللہؐ کی بیٹیاں رسیوں میں بندھیں حاکم شام یزید کے دربار کے سامنے تماشائیوں کے ہجوم میں سر برہنہ کھڑی رہیں اور حاکم اپنے جشن فتح کے لہو ولعب میں اس طرح غرق رہا کہ اسے گردو پیش کی کوئی خبر ہی نہیں رہی۔۔۔

سپہ سالار بہت دیر تک اذن باریابی کے انتظار میں دربار کے پہلے دروازے کے باہر مستعد کھڑے رہے اور لٹے ہوئے قافلے پر لمحے صدیوں کی طرح ٹوٹتے رہے۔۔۔ نیزوں پر چڑھے ہوئے سروں کی آنکھیں بھیگتی رہیں۔۔۔ زین العابدینؑ غیرت سے پگھلتے رہے اور رسیوں میں بندھیں سیدانیاں فاسق و فاجر حکمران کے دربار میں پیش ہونے کے تصور سے لرزتی رہیں۔۔۔

رات سیاہ ہو رہی تھی۔۔۔ جب اعلان ہوا کہ آج دربار برخاست کر دیا گیا ہے۔۔۔ قیدیوں کی پیشی کل ہوگی۔۔۔ اس کے ساتھ ہی سپاہی حرکت میں آگئے۔۔۔ کوڑوں سے کام لیتے، ناسزا کلمے کہتے، توہین آمیز لفظ

بولتے، انہوں نے قریب ہی ایک خرابے کا رخ کیا۔۔۔ عوام کی بھیڑ بھی ان کے ساتھ چلی۔۔۔ پیچھے کوئی بوڑھا صحابیؓ رہ گیا جو صدمے سے چور چور بے ساختہ فریاد کر رہا تھا:

"اے بنت رسولؐ کے فرزند۔۔۔! یہ لوگ تیرا خون میں نہایا ہوا سر لیکر آئے ہیں۔۔۔
اے فرزند رسولؐ۔۔۔! تیرے قتل سے گویا اعلانیہ اور عمداً رسول اللہؐ کو قتل کیا گیا ہے۔۔۔
یہ شقی القلب ظالم اس پر مغرور ہیں کہ انہوں نے تجھے قتل کیا ہے۔۔۔
لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے تیرے ساتھ تکبیرو تہلیل کو بھی قتل کر ڈالا ہے"۔۔۔

"شام" معاویہ ابن ابوسفیان کے چالیس سالہ دور اقتدار میں مکمل طور پر قیصر و کسرائیت کے رنگ میں رنگا گیا تھا۔ بڑے بڑے ایوان، اونچے محل، سونے اور چاندی کے برتن اور ریشم و کمخواب کے ملبوسات اس کی معاشرت کا حصہ بن چکے تھے جنہیں دین اور فضیلت انسان پر ترجیح دی جاتی تھی۔ معاویہ کے بیٹے یزید نے قیصر و کسرائیت کو اموی رنگ میں رنگا اور اپنی شان و شوکت کے اظہار کے لئے اپنے محل میں سات نمائشی دروازے لگوائے جن کے دونوں جانب شاندار وردیوں میں ملبوس، چمکتے ہتھیار لئے ہوئے پہرہ دار مستعد کھڑے رہتے تھے۔

جہاں اس کا دربار منعقد ہوتا تھا وہاں سونے، چاندی، قیمتی پتھروں اور زرو جواہر سے ایسی سجاوٹ کی گئی تھی کہ نگاہیں خیرہ ہوتی تھیں۔ حریر و دیبا کے اطلسی پردوں کے پیچھے اس کی بیوی اور منظور نظر کنیزیں بیٹھتی

تھیں۔ اس کے مرصع تخت کے گرد وزیروں امیروں کی زرنگار کرسیاں تھیں اور اس کے عقب میں تنومند حبشی غلاموں کا دستہ ننگی تلواریں ہاتھوں میں لئے پہرہ دیتا تھا۔

یزید کی فتح کا جشن کئی روز سے جاری تھا۔ اراکین سلطنت، قبائلی سردار، معززین شہر اور سفراء لباس فاخرہ پہنے اس کی اس خوشی میں شامل رہتے تھے۔ وہ خود تاج شاہی پہنے، غرور و تکبر کے ساتھ شراب کے نشے میں چور ہو کر تخت پر بیٹھتا۔ پینے پلانے کا اہتمام ہوتا۔ خوش گلو و خوش رو فنکار اہل دربار کی تفریح طبع کے لئے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے۔ شعرو شاعری کا دور ہوتا۔ شاعر قصیدے کہتے اور منہ مانگا انعام پاتے۔

ادھر آل رسولؐ کا لٹا ہوا قافلہ کھلے آسمان تلے اس انتظار میں ٹھہرایا گیا تھا کہ یزید کی اجازت ہو تو دربار میں پیشی کا انتظام کیا جائے۔ انہیں کھانے کے لئے جو خوراک دی گئی وہ دن بھر کے بھوکے پیاسے بچوں کے لئے بھی ناکافی تھی۔ قیامت کی سیاہ رات سر پر کھڑی تھی اور اس کے دامن میں اماوس کی راتوں سے زیادہ تاریک صبح تھی جس کا تصور زینبؑ کی آنکھوں میں سلگتے آنسو بن کر ٹھہر گیا تھا۔ اپنے خستہ و درماندہ دل کے ساتھ زینبؑ کو ان سارے ٹوٹے ہوئے دلوں کو بھی سنبھالنا تھا جو دکھوں اور مصائب سے کرچی کرچی ہو گئے تھے اور آنے والی صبح کے تصور

سے لرز رہے تھے۔

ان سب کی پناہ۔ ان سب کی ڈھارس زینبؑ ہی تھیں جو بچوں کو بہلا کر، زین العابدینؑ اور سیدانیوں کو تسلی دے کر نماز شب کے لئے کھڑی ہوئیں تو لبوں پر شکر خداوندی کے سوا کوئی لفظ نہیں تھا۔

رات کی تاریکی سے ڈرے ہوئے بچے ماؤں کی گودیوں میں بمشکل سوئے تھے کہ لشکر والے جاگ اٹھے۔ صبح کی اذان میں رسول اللہؐ کی رسالت کی گواہی دے کر، نماز میں محمد و آل محمدؐ پر درود و سلام بھیج کر، وہ محمدؐ کے اہلبیتؑ پر چڑھ دوڑے۔ یزید کے دربار میں جلد حاضر ہو کر انعام و اکرام حاصل کرنے کے لالچ میں انہوں نے ایک قیامت مچادی۔ سہمے ہوئے بچوں اور خستہ حال غمزدہ سیدانیوں کو کشاں کشاں لئے ہوئے وہ یزید کے محل کے پہلے عظیم الشان دروازے کے باہر آکر ٹھہر گئے اور دربار میں حاضری کے لئے اپنے دستوں کو ترتیب دینے لگے۔ سروں کو نیزوں پر آویزاں کرنے لگے۔ بے بس سیدانیوں اور سہمے ہوئے معصوم بچوں کو رسیوں میں باندھنے لگے۔ انہوں نے ایک ہی رسی میں چھوٹوں اور بڑوں کو اس طرح کس دیا کہ اگر بڑے جنبش کرتے تھے تو چھوٹوں کے دم گھٹنے لگتے تھے۔ اگر بڑے سیدھا ہونے کی کوشش کرتے تو بچوں کے قدم زمین سے اٹھ جاتے۔

تماشہ کرنے والے لوگ نئی پوشاکیں پہن کر وہاں پہنچنے لگے۔ وزیروں، امیروں کی سواریاں آ آکر اترنے لگیں اور حبشی غلام انہیں عزت و احترام کے ساتھ اندر لے جانے لگے۔ دن چڑھنے لگا۔ سورج بلند ہونے لگا۔ تماشہ کرنے والوں کا ہجوم بڑھنے لگا۔ پہرے داروں کی ڈیوٹیاں بدل گئیں۔ مگر رسیوں میں جکڑے ہوئے اہلبیت محمدؐ کا لٹا ہوا قافلہ اسی طرح دربار یزید کے بیرونی دروازے پر کھڑا رہا۔

یزید کے فرمان کے انتظار میں پتھر دل سپاہیوں نے انہیں بیٹھنے کی اجازت بھی نہیں دی۔ ننھے معصوم بچے تھک کر کبھی ایک پیر اٹھاتے تو کبھی دوسرا اور ان کی مائیں حیا سے سمٹتیں۔ تسلی کے لئے ان کے سروں پر ہاتھ رکھتیں۔ زینبؑ ناناؐ کی امت کی ان چیرہ دستیوں کو اپنے نانا رسول اللہؐ کی طرح صبر اور خاموشی سے جھیلتیں۔ اس غربت اور کسمپرسی کی انتہا میں بھی بددعا سے احتراز کر کے ناناؐ کی امت پر احسان کر رہی تھیں۔ زین العابدینؑ کا زرد چہرہ ہر لحظہ رنگ بدل رہا تھا۔ یزید کے دربار کے مرکزی دروازے کے باہر صدیوں پر بھاری لمحوں کا کرب جس طرح اہلبیتؑ کے لٹے ہوئے قافلے پر برس رہا تھا یہ ان کے زخمی دل ہی جانتے تھے۔

اور سات نمائشی دروازوں کے ادھر "خلیفۃ المسلمین" کہلوانے والا فاسق و فاجر حکمران شراب کے نشے میں غرق تخت شاہی پر بیٹھا۔ اپنے

کافر آباواجداد پر فخر کرتا جان بوجھ کر دربار میں پیشی کی اجازت دینے سے اجتناب برت رہا تھا کہ محمدؐ کے گھرانے والوں سے دل بھر کر انتقام لے سکے۔ ظہرین کے بعد مغربین کی اذانیں بھی آل محمدؐ کے لٹے ہوئے قافلے نے رسیوں میں بندھے ہوئے کھڑے کھڑے سنیں اور اشاروں سے نمازیں ادا کیں۔

اندھیرا جھک آیا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے تو شراب اور اقتدار کے نشے میں بدمست بدکار حاکم نے دربار برخاست کردیا۔ دکھوں اور اذیتوں سے بھرا اگلا روز چڑھا۔ مگر آزمائش ہر لحظہ بڑھتی تھی۔ غیرت کا ہر پل امتحان ہوتا تھا۔ صدیوں پر بھاری لمحے کٹتے نہیں تھے۔ تماشہ کرنے والوں کا ہجوم گھٹتا نہیں تھا۔ پہرہ داروں کے ظلم و ستم میں کمی نہیں آتی تھی۔ سیدانیوں اور معصوم بچوں کے پاؤں پر کھڑے کھڑے ورم آگیا تھا لیکن فاسق و فاجر حکمران پیشی کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ پہرے دار بیٹھنے نہیں دیتے تھے۔

پانچوں وقت رسول اللہؐ کی رسالت کی گواہی اذانوں میں دی جاتی تھی۔ سب اسے سنتے تھے لیکن رسول اللہؐ کے ناموس کو کوئی نہیں پہچانتا تھا۔ سب جانتے تھے کہ رسول اللہؐ نے اہلبیتؑ کی محبت کو ہی اجر رسالت قرار دیا ہے لیکن اس پر عمل کرنے کی کسی میں جرأت نہیں تھی۔ یہاں تک کہ

اہلبیتؑ کے مظلوم خستہ حال قافلے نے پندرہ اذانیں یہیں یزید کے دربار کے باہر پیشی کے انتظار میں کھڑے کھڑے سنیں ـــ اس طویل اور صبر آزما انتظار کی وجہ سے دربار کے پہلے دروازے کا نام "باب الساعت" ہوگیا ـــ

چوتھے روز یزید ابن معاویہ نے پیشی کی اجازت دی اور "باب الساعت" کھول دیا گیا ـــ سپاہیوں اور سپہ سالاروں میں ہلچل مچ گئی ـــ وہ دوڑ دوڑ کر صف بندی کا جائزہ لینے لگے ـــ شہیدوں کے سروں کو نیزوں پر بلند کرنے والوں نے اپنی اپنی جگہیں سنبھال لیں اور حاکم کی بلندیٔ اقبال کے نعرے فضا میں گونج اٹھے ـــ شمر اور دوسرے سالار ناسزا کلمات کہتے ہوئے فرطِ حیا سے لرزتی سیدانیوں اور سہمے ہوئے بچوں کو نیزوں کی انیوں اور تازیانوں سے آگے بڑھانے لگے ـــ

ابھی راستے میں چھ دروازے اور تھے جن کے درمیان کافی فاصلہ تھا اور لشکر والوں کو دربار تک پہنچنے کی جلدی تھی ـــ وہ خستہ حال بیبیوں اور تھکے ہوئے معصوم بچوں کو جانوروں کی طرح ہانک کر جلدی چلنے پر مجبور کرتے تھے ـــ ذراسی رفتار میں سستی آتی تو کوڑے مارتے اور نیزوں کی انیوں سے دھکیلتے ـــ دروازوں پر متعین سپاہی ہنستے ـــ فقرے بازی کرتے اور لٹے ہوئے قافلے پر ضربیں لگاتے ـــ ساتویں اور آخری دروازے تک پہنچتے پہنچتے خستہ حال بیبیاں نڈھال اور بھوک پیاس کے مارے ہوئے بچے بے دم

ہو گئے — نحیف و نزار زین العابدینؑ کی جان لبوں پر آ گئی —

ساتواں دروازہ کھلا — یزید کے دربار کی سجاوٹ اور آراستگی نظر آئی — وہ تاج شاہی سر پر رکھے اونچے تخت پر بیٹھا جام و مینا سے شغل کرتے ہوئے جھوم جھوم کر فی البدیہ اشعار کہہ رہا تھا:

"اگر شراب دین احمدؐ کے مطابق حرام ہو گئی ہے تو
ہونے دو —
تم دین عیسیٰؑ پر ہو کر پیتے جاؤ —
اے محبوبہ! مجھے بلند آواز میں احد کا قصہ سنا —
ابوسفیان کا وہ پرانا قصہ جب اس نے دشمنوں کے
گھروں میں صف ماتم بچھا دی تھی" —

یزید کے عقب میں حبشی غلام برہنہ تلواریں لئے مستعد کھڑے تھے — سات سو زرنگار کرسیوں پر وزیر، امیر اور عمائدین شہر بیٹھے تھے — اطلسی پردوں کے پیچھے یزید کی بیوی اور اس کی منظور نظر کنیزیں آرامدہ ریشمی نشستوں پر براجمان تھیں — اور رسول اللہؐ کی بیٹیاں طویل مسافتوں کی گرد پہنے، تشہیر کے زخم اوڑھے، دربار میں پیشی کی غیرت میں لپٹیں — رسیوں میں جکڑی ہوئی برہنہ سر، آبلہ پا بھیڑ بکریوں کی طرح دربار میں دھکیل دی گئیں — یزید نے خوشی اور مسرت کی نگاہوں سے انہیں کنیزوں کی

اوٹ لیتے اور خاک آلود بالوں سے پردہ کرتے ہوئے دیکھا۔ کرسی نشینوں کی آنکھیں بھی ان کی جانب اٹھیں تو زینبؑ کی آواز کا رعب و دبدبہ، علیؑ کا لہجہ لئے ہوئے بلند ہوا اور عباسؑ کے جلال سے اونچے تخت پر بیٹھے ہوئے اقتدار کے نشے میں بدمست یزید کو ایک ایسے لقب سے پکارا جس میں پوری تاریخ بول رہی تھی: ”او آزاد کردہ لوگوں کے بیٹے۔!“

دربار میں یکدم سناٹا چھا گیا۔ قیدی کی حیثیت سے کھڑی ہوئی زینبؑ کے صرف ایک ہی لفظ نے غرور شاہی کی دھجیاں اڑا کر یزید اور اس کے خاندان کی پوری تاریخ کو سرِ دربار بے نقاب کر دیا۔ لوگ فتح مکہ کو ابھی بھولے نہیں تھے۔ جب یزید کے خاندان والے اپنی اسلام دشمنی کے سبب رسول اللہؐ کے سامنے مجرموں کی طرح کھڑے رحم کے خواستگار تھے۔ رحمت دوعالمؐ نے انہیں بغیر کوئی مواخذہ کئے معاف کر دیا تھا۔ لیکن ان کا لقب ہمیشہ کے لئے ”طلقاء“ یعنی آزاد کردہ ہوگیا تھا کیونکہ رسول اللہؐ نے ان کے لئے یہی لفظ استعمال کیا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی۔

زینبؑ ان ہی رسول اللہؐ کی نواسی اور خانوادۂ رسالت کی وراثتوں کی حامل تھیں۔ انہوں نے آج یزید کو بھرے دربار میں اس لقب سے پکار کر نہ صرف اسے اس کی اصل حیثیت یاد دلادی تھی بلکہ اہل دربار کو بھی

آئینہ دکھا دیا تھا کہ وہ کس کم حیثیت کے سامنے سر جھکائے بیٹھے ہیں ـــ

"کیا یہ تیرا عدل و انصاف ہے کہ تو نے اپنی بیٹیوں اور کنیزوں کو تو پردے میں بٹھا رکھا ہے اور رسول اللہؐ کی بیٹیوں کو قیدیوں کی طرح لوگوں کے تماشے کیلئے بازاروں میں پھراتا ہے ـــ انہیں بے پردہ کرتا ہے ـــ ان کی آوازوں کو ان کے گلے میں گھونٹتا ہے اور ان کو سر برہنہ اونٹوں کی ننگی پشت پر دشمنوں کی نگرانی میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں تشہیر کرتا ہے تاکہ دور و نزدیک کے لوگ ان کا تماشہ کریں ـــ؟"

زینبؑ کے زندہ لفظوں کی تپتی سچائی نے اہل دربار کے دلوں میں آگ لگادی ـــ یزید خاک سیاہ ہو کر چلایا: "تیرے بھائی نے یہ دعویٰ کر کے میری توہین کی کہ وہ مجھ سے بہتر ہے اور اس کا باپ اور اس کی ماں میرے ماں باپ سے افضل ہیں اور اس کا ناناؐ میرے نانا سے افضل ہے ـــ جہاں تک اس کے ناناؐ کا تعلق ہے وہ تو پوری کائنات سے افضل ہیں لیکن اس کے والدین میرے والدین سے افضل ہوں یہ قطعاً درست نہیں کیونکہ حکمین کے مسئلے میں میرا باپ حسینؑ کے باپ پر غالب آگیا تھا اور یہ تو اللہ کی عطا ہے جیسا کہ وہ قرآن میں فرماتا ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے

سلطنت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے"۔

قرآن پاک کی اس من مانی تاویل کا جواب زینبؑ نے بھی قرآن مجید کی آیت مبارکہ سے دیا:

"گمان نہ کرو کہ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں وہ مردہ ہیں۔ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس روزی پا رہے ہیں اور جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل و عنایت سے مرحمت فرمایا ہے وہ اس پر راضی اور خوش ہیں۔" **ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیآءٌ عند ربھم یرزقون٥**

حسینؑ کی شہادت کی فضیلت پر قرآن پاک کو گواہ بنا کر زینبؑ نے یزید کو حقارت سے مخاطب کیا اور اس کے دعووں کی قلعی کھول دی:

"او یزید! تو فرزند رسولؐ کے قتل کا سنگین جرم کر کے بھی عذاب خدا سے نہیں ڈرتا اور اپنے اس گھناؤنے اور مذموم ترین عمل پر فخر و مباہات کر کے اپنے افضل ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ میرے ماں باپ تو عصمتوں اور فضیلتوں کا مرکز ہیں جن کے ساتھ کسی کا قیاس کرنا ہی غلط ہے۔

میرے بھائی حسنؑ اور حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں۔۔۔ اگر تو رسول اللہؐ کی حدیث کو نہیں مانتا تو جھوٹا کہلائے گا اور اگر اسے سچ مان لیتا ہے تو پھر سمجھ لے کہ تو نے اپنے مذموم شیطانی اعمال سے اپنی آخرت تباہ کرلی ہے"۔۔۔

زینبؑ کی اس مسکت دلیل نے یزید کا ناپاک منہ توڑ دیا۔۔۔ وہ زخمی سانپ کی طرح پھنکارنے لگا۔۔۔ مگر کوئی جواب نہیں دے سکا۔۔۔ اہل دربار دم بخود بیٹھے تھے۔۔۔ شمر اور عمر بن سعد نے موقعے کی نزاکت دیکھ کر زجرابن قیس کو آگے بڑھایا۔۔۔ وہ جھک کر کورنش بجالایا اور بلند آواز میں فتح کی مبارکباد پیش کرنے لگا:

"خلیفۃ المسلمین۔۔۔! آپ کو مبارک ہو۔۔۔ خدا نے آپ کو فتح مند کیا ہے اور آپ کے مقابلے میں آنے والے باغی حسینؑ کی لاش زمین کربلا پر برہنہ و پامال پڑی ہے۔۔۔ اس پر دھوپ پڑ رہی ہے۔۔۔ ہوا گرد و غبار اڑا رہی ہے۔۔۔ ہم نے حسینؑ کے اہلبیتؑ کو قیدی بنایا ہے اور آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے اپنے ہمراہ لائے ہیں"۔۔۔

حسینؑ کے قاتل شمر ذی الجوشن نے حسینؑ کا سر نیزے سے اتار کر طشت طلاء میں رکھا اور فخر و مباہات کے کلمات کہتے ہوئے اسے یزید کے سامنے پیش کیا۔ غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے یزید کی آتش انتقام کو قرار آیا۔ اس کی شاعرانہ طبیعت رنگ پر آئی اور وہ حسینؑ کے کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر اپنے اندر کی خباثت کی نمائش فی البدیہ شعروں کی صورت میں کرنے لگا:

"یہ سر جو طشت طلاء میں میرے سامنے رکھا ہوا ہے
کتنا حسین اور خوبصورت ہے۔
دونوں رخسار گلاب کے دو پھول معلوم ہوتے ہیں۔
اے حسینؑ! بولو جنگ کو تم نے کیسا پایا۔؟
میں نے اپنا بدلہ لے لیا ہے میں نے تمہیں قتل کر کے
اپنے اندر کی آگ بجھائی ہے۔
کاش۔! وہ جو جنگ بدر و حنین میں موجود تھے یہاں
ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے حسینؑ کے ساتھ کیسا
سلوک کیا ہے۔؟"

فتح کے نشے میں چور ہو کر اس کی درندگی اور بڑھی۔ وہ اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی کے ساتھ حسینؑ کے لب و دندان سے گستاخی

کرتے ہوئے جوش مسرت سے فی البدیہ اشعار کہہ کر اپنے کفر و ذلالت پر مہر تصدیق ثبت کرنے لگا:

"کاش ——! میرے آباواجداد جو بدر میں قتل ہوئے تھے ——
میرے کارناموں کو دیکھتے تو خوشی سے ان کی باچھیں کھل جاتیں ——
میں نے اپنے بزرگوں کے خون کا بدلہ لے لیا ہے ——
اور ان لوگوں کو قتل کیا ہے جو شجاعت و بہادری میں ہیبتناک شیر تھے ——
اگر آج میرے بزرگ مجھے دیکھتے تو خوش ہوتے،
مجھے مبارکباد دیتے اور کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ کبھی شل نہ ہوں" ——

"او یزید ——! حسینؑ کے مقدس لبوں پر سے اپنی چھڑی ہٹالے" —— بھرے دربار میں رسول اللہؐ کے بوڑھے صحابی ابو برزہ اسلمیؓ سر پیٹتے ہوئے اٹھے —— "خدا کی قسم ——! میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہؐ کو حسینؑ کے لبوں کے بوسے لیتے ہوئے دیکھا ہے —— یاد رکھ کہ قیامت کے دن تیری شفاعت بس ابن زیاد ہی کرے گا" ——

یزید نے غضبناک ہو کر بوڑھے صحابیؓ کی طرف دیکھا: "یہ کون

گستاخ ہے۔۔۔؟ اسے دھکے دے کر دربار سے نکالو"۔۔۔

چوبدار فوراً ابوبرزہؓ کی طرف دوڑے۔۔۔ انہیں زبردستی کھینچ کر دربار سے باہر لے جانے لگے۔۔۔ وہ روتے ہوئے فریاد کرتے جاتے تھے۔۔۔ "اے حسینؑ۔۔۔! خدا تمہارے قاتلوں کو ہلاک کرے۔۔۔ ان پر لعنت کرے۔۔۔ انہیں جہنم میں داخل کرے۔۔۔ ان کا انجام برا ہو۔۔۔ اے یزید! خدا تیرے ہاتھوں کو قطع کرے"۔۔۔

ابوبرزہؓ کی روتی ہوئی صدا اونچے تخت پر بیٹھے ہوئے یزید اور اس کی بارگاہ میں سر جھکائے ہوئے بے ضمیر درباریوں کے مکروہ چہروں پر لعنت لکھنے لگی تو یزید سٹپٹایا۔۔۔ اس کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش میں وہ حد سے گزر گیا۔۔۔ اس نے جھوم جھوم کر بلند آواز میں اپنے کچھ اور کافرانہ اشعار پڑھے اور کفر و زلالت کا طوق ہمیشہ کے لئے اپنی گردن میں ڈال لیا:

"بنوہاشم نے حصول سلطنت کیلئے ڈھونگ رچایا تھا۔۔۔
ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی، نہ
خدا کا کوئی پیام ہی آیا تھا۔۔۔
میں بنی حندف سے نہ ہوتا اگر میں اولاد محمدؐ سے ان
تمام چیزوں کا بدلہ نہ لے لیتا۔۔۔
جو انہوں نے ہمارے آباواجداد کے ساتھ روا رکھی تھیں"۔۔۔

یہ براہ راست رسالت پر حملہ تھا۔۔۔ خدا کے پسندیدہ دین کو ڈھونگ قرار دینے کی ایک گھٹیا کوشش تھی۔۔۔ اسلام و کفر کی جنگوں کو قبائلی دشمنی کا رنگ دینے کی ایک سوچی سمجھی ہوئی سازش تھی اور ایک ایسے دربار میں جہاں چالیس سال سے دین اسلام کو اپنے رنگ میں رنگا جارہا تھا۔۔۔ اسلام کی عظیم ترین شخصیت علیؑ مرتضٰی کو نماز کے خطبوں میں علی الاعلان گالیاں دینا قانون میں داخل تھا اور کسی کو ٹوکنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔۔۔

یہی وہ موقع تھا جب بالوں سے چہرہ چھپائے۔۔۔ حیا سے سمٹی ہوئیں خستہ حال قیدی زینبؑ نے دشمن اسلام حکمران کی مذموم سازش بے نقاب کرنے کے لئے پردہ بنا کر سامنے کھڑی ہوئی کنیزوں کو ہٹ جانے کے لئے کہا اور رسالت کی محافظ بن کر شاہانہ وقار سے سر اٹھایا۔۔۔ رسول اللہؐ کی حقانیت کی گواہی دینے کے لئے نورانی چہرے سے بال ہٹائے اور علیؑ کے پرزور مستحکم لہجے، علیؑ کی بے مثال فصاحت و بلاغت اور علیؑ کی بینظیر شجاعت کے ساتھ جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہہ کر عظیم الشان جہاد کا آغاز کیا۔۔۔

زینبؑ نے احترام سے سر جھکا کر خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثناء کی۔۔۔ رسول اللہؐ اور ان کی آل پاکؑ پر درود و سلام بھیجا اور قرآن پاک کی آیت کو سرنامۂ کلام بنایا:

"سب تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو کائنات کا پروردگار ہے اور خدا کی رحمتیں نازل ہوں میرے نانا سید المرسلینؐ اور ان کی پاک وپاکیزہ آلؑ پر"۔۔۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں فرمایا ہے:

ثم کان عاقبة الذین اسئٰوا السوآی ان کذبوا بایت اللّٰہ و کانوا بھایستھزؤنo (سورۂ روم آیت ۱۰) "ان لوگوں کا انجام جنہوں نے برائی کی تھی برا ہی ہوا۔۔۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان کی ہنسی اڑایا کرتے تھے"۔۔۔

"اے یزید۔۔۔! کیا تو سمجھتا ہے کہ تونے زمین و آسمان کو ہم پر تنگ کر دیا ہے۔۔۔ ہمیں قیدیوں کی طرح ایک شہر سے دوسرے شہر پھرایا گیا ہے۔۔۔ اس سے ہم ذلیل اور تو قابل عزت ہوگیا ہے۔۔۔؟ کیا تو خیال کرتا ہے کہ یہ کام کر کے تیرا رتبہ بلند ہوگیا ہے کہ تو اپنے آپ پر ناز کرتا ہے اور ہر ایک کے ساتھ غرور و تکبر سے پیش آتا ہے کیونکہ تو دیکھتا ہے کہ سب کام تیرے حسب منشا ہوگئے ہیں۔۔۔ مگر تو یہ نہیں سمجھتا کہ تجھے

ڈھیل دی گئی ہے"۔۔۔

"کیا تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھول گیا ہے:

ولایحسبن الذین کفروا اَنمانملی لھم خیرٌ لانفسھم اِنما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین○

(آل عمران ۱۷۸) "کافر یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے انہیں جو مہلت دی ہے اس میں ان کے لئے بھلائی ہے بلکہ ہم تو انہیں اس لئے ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ اپنے گناہوں میں اور زیادہ اضافہ کرلیں۔۔۔ پھر انہیں ایسے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا جو سراسر ذلت اور رسوائی ہے"۔۔۔

"او آزاد کردہ غلاموں کی اولاد۔۔۔! کیا یہ تیرا انصاف ہے کہ تونے اپنی بیویوں اور کنیزوں کو تو پردے میں بٹھا رکھا ہے اور رسول اللہؐ کی بیٹیوں کو بے پردہ کر کے قیدی بنایا ہے۔۔۔ تیرے حکم پر انہیں اونٹوں پر سوار کر کے شہر بہ شہر پھرایا جاتا ہے کہ ہر کس وناکس، ہر دور و نزدیک اور ہر برے بھلے کی نگاہیں ان پر پڑتی ہیں اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے"۔۔۔

"اے یزید۔۔۔! جو کچھ تونے کیا ہے اس سے

تیری خدا سے سرکشی اور رسول اللہؐ سے انکار ثابت ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو ـــ بھلا اس شخص سے بھلائی کی کیا توقع ہو سکتی ہے جس کے بزرگوں نے شہیدوں کے جگر چبائے ہوں ـــ جس کا خون اور گوشت پوست شہیدوں کے خون سے بنا ہو ـــ جس کے بزرگوں نے رسول اللہؐ کے خلاف لشکر جمع کئے اور تلواریں کھینچی ہوں ـــ تو اس جیسا شخص اہلبیت رسولؐ پر مظالم ڈھانے میں کس طرح کمی کر سکتا ہے ـــ؟"

"اے یزید ـــ! تجھے شرم نہیں آتی کہ اتنے بڑے گناہ کے ارتکاب پر تو فخر و مباہات کرتا ہے اور بڑی ڈھٹائی اور بے باکی سے کہتا ہے کہ اگر میرے بزرگ یہاں موجود ہوتے تو ان کے دل باغ باغ ہو جاتے اور وہ مجھے دعائیں دیتے ہوئے کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں" ـــ

"اور تجھے شرم نہیں آتی کہ تو فرزند رسولؐ کے دانتوں پر چھڑی مار کر بے ادبی کر رہا ہے اور تیرے چہرے سے خوشی اور مسرت کا اظہار ہو رہا ہے ـــ

تو آلِ محمدؐ کے درخشاں ستاروں کا خون بہا کر اپنے کافر بزرگوں کو اپنی فتح کے نغمے سنا رہا ہے ــــ لیکن فکر نہ کر تو بہت جلد اپنے بزرگوں کے پاس پہنچ جائے گا اور آرزو کرے گا کہ واقعی تیرے ہاتھ شل ہوتے، تو گونگا ہوتا، تو نے جو کچھ کیا وہ نہ کرتا، تو نے جو کچھ کہا وہ نہ کہا ہوتا" ــــ

اہل دربار دم بخود ہو کر قوت و اقتدار کی بے بسی کو دیکھ رہے تھے ــــ تخت پر بیٹھے ہوئے جابر بادشاہ یزید ابن معاویہ کا سر جھکتا جا رہا تھا اور اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ ایک پریشان حال مجبور سر برہنہ قیدی خاتون کو ٹوک سکتا ــــ زینبؑ نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی اور بارگاہ ایزدی میں یوں عرض گزار ہوئیں کہ خوف خدا رکھنے والوں کے دل دہل گئے :

"خدایا ــــ! تو ہمیں ہمارا حق دلا ــــ ہمارے ظالموں سے انتقام لے اور ان لوگوں پر جنہوں نے ہمارے خون بہائے ــــ ہم سے عہد شکنی کی ــــ ہمارے عزیزوں اور ہمارے حامیوں کو قتل کیا ــــ ہماری بے عزتی کی ــــ تو ان پر اپنا غضب نازل فرما" ــــ

بارگاہ ایزدی میں عرض نیاز کے بعد زینبؑ کی قہر آلود نگاہ پھر

یزید ابن معاویہ پر مرکوز ہوئی اور ان کے سچے لفظ ہر آن یزید کا مکروہ چہرہ مسخ کرنے لگے :

"اے یزید ــــ! تو نے جو کچھ کرنا تھا کر چکا ــــ
لیکن یاد رکھ کہ تو نے اپنا ہی پیٹ چاک کیا اور اپنے ہی گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے تو جلد ہی رسول اللہؐ کے حضور ایک مجرم کی طرح لایا جائے گا اور تجھ سے تیرے اس گھناؤنے عمل کی باز پرس ہو گی" ــــ

"اے یزید ــــ! یاد رکھ کہ خدائے بزرگ و برتر تجھ سے آل رسولؐ کا انتقام یقیناً لے گا اور تو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا کہ ہمارے لوگ بہشت بریں میں ہیں اور خدا کا وعدہ سچا ہے : ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً . بل احیآء عند ربھم یرزقون ٥
"اور جو خدا کی راہ میں قتل ہوئے انہیں مردہ نہ سمجھو
وہ زندہ ہیں ــــ
انہیں خدا کے یہاں رزق ملتا ہے" ــــ

"اے یزید ــــ! جس دن رسول اللہؐ مدعی ہوں گے ــــ خدا منصف ہو گا ــــ جبرئیل امینؑ گواہ

ہوں گے۔۔۔ اس روز عدل و انصاف کے ذریعے تجھے سخت ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔۔۔ یہی بات تیرے برے انجام کے لئے کافی ہے۔۔۔ اور وہ لوگ جنہوں نے تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر سوار کیا ہے عنقریب جان لیں گے کہ ظالموں کو کیا سزا ملتی ہے اور کس کا انجام بدترین ہوتا ہے۔۔۔؟"

اے دشمن خدا یزید۔۔۔! خدا کی قسم۔۔۔! اگرچہ انقلاب زمانہ نے مجھے تجھ ایسے شخص سے کلام کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔۔۔ لیکن یاد رکھ کہ تو ایک نہایت پست اور ایسا گھٹیا شخص ہے کہ جس سے بات کرنا بھی شریفوں کی توہین ہے۔۔۔ اور میں تجھے اس قابل بھی نہیں سمجھتی کہ تجھے سرزنش کی جائے۔۔۔ مگر کیا کروں میرے سینے میں آگ لگی ہے۔۔۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہیں۔۔۔ اور تو ان لوگوں میں سے ہے جن کے دل سخت، نفوس سرکش اور جسم خدا کی نافرمانی اور رسول اللہؐ کی لعنت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔۔۔ تو ان لوگوں میں سے ہے جن کے دلوں میں شیطان نے اپنا مستقل ٹھکانہ بنا لیا ہے"۔۔۔

افسوس ـــ! کہ میرے بھائی حسینؑ آزاد کردہ خبیث غلاموں، فاسقوں اور فاجروں کی اولاد کے ہاتھوں قتل ہو چکے ہیں اور تجھ ایسے شیطان کے ساتھی ہمیں قیدی بنا کر شہر بہ شہر لئے لئے پھرتے ہیں تاکہ خانوادۂ رسالتؐ کی حرمت کو پامال کرنے کا صلہ مسلمانوں کے بیت المال سے لیں جو محنت کشوں اور کسانوں کی کمائی ہے ـــ ابھی تک تیرے شیطانی ٹولے کے ہاتھ ہمارے خون سے رنگے ہوئے ہیں ـــ ان کے ناپاک دہن ہمارا گوشت چبانے میں مصروف ہیں ـــ ہمارے شہداء کے پاکیزہ لاشوں کو صحرا میں بے گور و کفن چھوڑ دیا گیا ہے ـــ تو اب تجھے ملامت کرنے کا کیا فائدہ ہے ـــ؟"

"اے یزید ـــ! اگر تو اس خیال میں ہے کہ ہمیں قتل کر کے اور قیدی بنا کر تو نے کوئی نفع حاصل کر لیا ہے تو تجھے جلد ہی پتا چل جائے گا کہ جسے تو نفع سمجھتا تھا وہ نقصان کے علاوہ کچھ نہیں اور یوم حساب تو محض تیرے لئے گھاٹا ہی گھاٹا ہے ـــ اس دن تو اور

تیرا شیطانی ٹولہ آپس میں لڑیں گے۔۔۔ اس روز تجھے معلوم ہوگا کہ تیرے باپ نے تیرے لئے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کیا کہ تجھے فرزند رسولؐ کے قتل کا موقع فراہم کردے"۔۔۔

"خدا کی قسم۔۔۔! میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی اور اس کے علاوہ کسی سے شکایت نہیں کرتی اور اے یزید۔۔۔! تو جتنا مکر کرنا چاہتا ہے کرلے۔۔۔ اپنی پوری کوشش صرف کردے اور اپنی تمام جدوجہد کام میں لے آ۔۔۔ لیکن اس ذات کی قسم جس نے ہمیں وحی، کتاب اور نبوت سے مشرف کیا ہے تو ہمارے درجات کو نہیں گھٹا سکتا۔۔۔ ہمارے رتبے اور ہمارے منزلت تک نہیں پہنچ سکتا۔۔۔ نہ ہمارے ذکر کو فنا کرسکتا ہے۔۔۔ نہ وحی کے پاکیزہ آثار کو مٹا سکتا ہے۔۔۔ اور تو نے جس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہے اس کا بدنما داغ اپنے دامن سے کبھی نہیں دھو سکتا۔۔۔ تیری رائے یقیناً غلط، تیری زندگی بہت محدود اور تیرے سب ساتھی تیرا ساتھ چھوڑ جانے والے ہیں۔۔۔ خود کو

اس دن کے لئے تیار کر لے جب منادی کرنے والا ندا کرے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے"۔

"شکر ہے اس پروردگار عالم کا جس نے ہمارے اول محمدؐ مصطفیٰ کو رسالت و سعادت سے بہرہ مند فرمایا اور ہمارے آخر حسینؑ کو شہادت و رحمت کی نعمتوں سے نوازا۔ ہم بارگاہ ایزدی میں دعا کرتے ہیں کہ ہمارے شہیدوں کے مراتب اور بلند ہوں اور وہ ہم سب کو اپنی عنایتوں سے نوازے۔ بے شک وہ بڑا رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ خدا کی عنایتوں کے سوا ہمیں کچھ مطلوب نہیں۔ وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ وہی ہمارا بہترین وکیل ہے"۔

زینبؑ حق کی لازوال قوت کے ساتھ حسینؑ کی ابدی فتح کا اعلان کر کے یزید کے مکروہ چہرے پر شکست کی کالک مل کر بہت دیر سے خاموش ہو چکی تھیں۔ لیکن علیؑ کے لہجے اور عباسؑ کے جلال سے دربار کے درو دیوار لرز رہے تھے۔ اونچے ایوانوں میں زینبؑ کی آواز حسینؑ کی فتح کا نشان بن کر ٹھہر گئی تھی۔ اہل درباریوں سانس روکے دم بخود بیٹھے تھے جیسے پتھر کے ہو گئے ہوں۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔

وہ کبھی رسن بستہ سر برہنہ قیدی زینبؑ کی طرف دیکھتے تھے۔۔۔ اور کبھی اونچے تخت پر تاج شاہی پہنے ہوئے یزید کو بے بس اور ندامت کے پسینے میں غرق ہوتے ہوئے دیکھتے تھے۔۔۔ ان کی سماعتوں میں زینبؑ کی صداقت کی گونج تھی۔۔۔ ان کے دل و دماغ زینبؑ کے صبر و استقلال کے سامنے جھکے ہوئے تھے۔۔۔ اور ان کے ضمیر پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ بلاشبہ فاسق و فاجر حکمران کے ہاتھ میں ہاتھ دے دینے کے بجائے سر دینے والے حسینؑ کی بہن ہی جابر بادشاہ کو بھرے دربار میں اس جرأت کے ساتھ للکار سکتی تھی۔۔۔ چالیس سال سے بنوامیہ کی سیاہ کاریوں کو اسلام سمجھنے والوں پر واضح ہوگیا تھا کہ درحقیقت رسول اللہؐ کے حقیقی وارث اور دین اسلام کے محافظ کون ہیں۔۔۔

یزید کے لئے جھکا ہوا سر اٹھانا محال تھا۔۔۔ ابدی لعنت کے چھینٹوں سے بھرا ہوا مکروہ چہرہ اہل دربار کے مقابل لانا قیامت ہوگیا تھا۔۔۔ غصے سے پیچ و تاب کھاتا، بے بسی سے انگلیاں چباتا، وہ ہر چہرے پر اپنی شکست لکھی ہوئی دیکھ رہا تھا۔۔۔ وہ تمام آنکھوں میں اپنے لئے امنڈتی ملامت کو پڑھ رہا تھا۔۔۔ سارے مضطرب دلوں کی بھڑکتی آگ اس تک پہنچ رہی تھی۔۔۔ وہ اپنے ہی سیاہ اعمال کی آنچ میں جھلستا جہنم کے شعلوں کا مزہ یہیں اس دنیا میں ہی چکھ رہا تھا۔۔۔

اسے دربار برخاست کر دینے میں ہی عافیت نظر آئی۔۔۔ اس کے اندر کروٹیں لیتی عداوت اور جذبۂ انتقام اس کی زبان پر آگیا: "دربار برخاست کیا جاتا ہے۔۔۔ لے جاؤ ان قیدیوں کو اور ایسے بے سایہ قیدخانے میں رکھو کہ دھوپ کی تپش اور سردی کے اثر سے محفوظ نہ رہیں۔۔۔ یہاں تک کہ ان کے چہروں کی کھال اتر جائے"۔۔۔

اگلے روز یزید ابن معاویہ نے پھر دربار سجایا ــــ وزیر امیر کرسیوں پر بیٹھے ــــ مختلف ملکوں کے نمائندوں نے اپنی اپنی نشستیں سنبھالیں ــــ چوب دار، نگران، پہرے دار ننگی تلواریں اور نیزے سنبھالے چوکس کھڑے ہوگئے ــــ جام و مینا گردش میں آئے ــــ قصیدہ خوانوں اور خوشامدیوں نے یزید کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے تو یزید کی شاعرانہ طبیعت جوش میں آئی:

"اے ساتھیو ــــ! جتنا ممکن ہے عیش و نشاط سے لطف
اندوز ہولو ــــ
کیونکہ مدت کتنی ہی طولانی کیوں نہ ہو بالآخر اسے ختم
ہو جانا ہے ــــ
آؤ ــــ! ساغر و مینا سے کھیلو اور دلربا نغمے سنو اور دوسری

باتوں کو جانے دو۔

مجھے تو ستار اور سارنگی کے نغموں سے اذان کی آواز سننے

کی فرصت ہی نہیں۔

اور حوروں کے عوض میں نے شیشے کی لال پری کو پسند

کرلیا ہے"۔

مغنیوں نے نغمے سنائے، نقالوں اور مسخروں نے رنگ جمایا۔ محفل کی رونقیں بڑھیں تو یزید شراب اور غرور شاہی کے نشے میں بدمست ہو کر پکارا: "قیدیوں کو حاضر کیا جائے!"۔

یہ حکم ہاتھوں ہاتھ ہوتا مرکزی دروازے تک پہنچا تو آل محمدؐ کے خستہ حال قافلے کو نگرانوں نے بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکا۔ رسیوں میں جکڑے ہوئے خوفزدہ بچے۔ بالوں کو پردہ بنائے ہوئے حیا سے سمٹتی بے چادر بیبیاں اور طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے غیرت سے پل پل مرتے بیمار زین العابدینؑ سامنے آئے تو یزید نے ان کی خستگی اور کسمپرسی کو محظوظ نگاہوں سے دیکھا۔

لیکن زینبؑ پر نگاہ پڑتے ہی غیر ارادی طور پر اس کے ہاتھ بے ساختہ اپنے تاج شاہی کو سنبھالنے کے لئے اٹھے۔ اس کی آنکھیں دربار کے اونچے درودیوار کو گھبرا کر تکنے لگیں۔ جو اب بھی زینبؑ کی سچائی کی

قوت سے لرزتے ہوئے معلوم ہو رہے تھے اور فضاؤں میں زینبؑ کی حق گوئی کی گونج تھی ــــ

جھرجھری سی لیکراس نے سیدانیوں پر سے نگاہ ہٹائی اور زین العابدینؑ کی طرف متوجہ ہوا ــــ لیکن اسکی کسی ناپاک جسارت سے پہلے ہی زین العابدینؑ نے بھرے دربار میں اس سے ایک سادہ سا سوال کر کے اس کے کفر و مذلت کو طشت از بام کر دیا :

"اے یزید ــــ! میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر جناب رسول اللہؐ اس وقت ہم لوگوں کو اس حال میں دیکھتے تو کیا کہتے ــــ؟"

دربار میں سناٹا چھا گیا ــــ خوشامدیوں کے سر جھکنے لگے ــــ یزید سنبھلا اور زین العابدینؑ کے سوال کو نظر انداز کر کے اپنے اندر کی ساری خباثت اپنے لفظوں میں بھر کر بولا : "حسینؑ کے بیٹے ــــ! تمہارے باپ نے میری خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ــــ ملک میں بغاوت و شورش بپا کرنے کی کوشش کی ــــ تو پس خدا نے ان کے ساتھ جو کیا وہ تم دیکھ ہی رہے ہو" ــــ

زین العابدینؑ نے قرآن پاک کی آیت سے اس کی دریدہ دہنی کو لگام دی :

"اے یزید ـــ! عالم امکان میں ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے کہ کسی کو فتح ہوتی ہے اور کسی کو شکست ـــ مگر یہ کسی کی سچائی کی دلیل نہیں ہے ـــ تمام امور اللہ کے نزدیک سہل و آسان ہیں تاکہ جب کوئی نقصان ہو تو اس پر رنج نہ کیا جائے اور جب کوئی نعمت عطا ہو تو اس پر اترایا نہ جائے ـــ بلاشبہ اللہ اترانے والے ڈینگ باز کو دوست نہیں رکھتا" ـــ

یزید نے غصے سے سر جھٹکا اور اپنے اندر کا کفر سب کا سب اگل دیا: "اے علیؑ ابن الحسینؑ ـــ! تمہارے باپ حسینؑ اور دادا علیؑ نے تو بہت کوشش کی کہ خلافت کسی طرح ان کے ہاتھ آجائے لیکن شکر ہے اس خدا کا جس نے انہیں قتل کیا اور ان کا خون بہایا" ـــ

زین العابدینؑ کے زرد بیمار چہرے کو جلال بندگی نے گلنار کردیا ـــ یزید کی یہ گستاخی ناقابل برداشت تھی کہ وہ افعال بد کا تو خود مرتکب ہو لیکن خدا کا نام لے کر اپنے کفر و ذلالت کو عام کرے تاکہ عوام بھی اس کی روش پر چلنے میں مطلق خدا کا خوف محسوس نہ کریں ـــ زین العابدینؑ نے غیظ و غضب سے اس کا ناپاک منہ توڑا:

"ام ہند و معاویہ کے بیٹے ـــ!"

انہوں نے اسے ان نسبتوں سے پکارا جن کا ننگ و عار تاریخ کے صفحوں پر زندہ اور پرانے لوگوں کے ذہنوں میں ابھی تازہ تھا۔۔۔ اور واضح لفظوں میں اسے آئینہ دکھایا:

"سن کہ درجۂ نبوت وامامت ہمارے خاندان کے لئے مخصوص ہیں اور تیرے باپ دادا کے ہاتھ میں ہمیشہ کفر و ضلالت کے جھنڈے رہے ہیں۔۔۔ تف ہے تجھ پر اے یزید۔۔۔! اگر تو یہ سمجھ سکتا کہ تو میرے برگزیدہ والد حسینؑ اور ان کے اصحابؓ کو قتل کر کے کس گناہ کا مرتکب ہوا ہے تو تو مختل الحواس ہو کر جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جاتا۔۔۔ ہمیشہ خاک پر بیٹھتا اور نالہ و فریاد بلند کرتا۔۔۔ اب تو اس ذلت و رسوائی کے لئے تیار رہ جو تجھے روز قیامت حاصل ہونے والی ہے۔۔۔ خدا کی لعنت ہو اس شخص پر جس نے میرے پدربزرگوار کو قتل کیا ہے"۔۔۔

درباریوں کو سانپ سونگھ گیا۔۔۔ وہ سانس روک کر یزید کی طرف دیکھنے لگے کہ اس برملا لعنت و ملامت کو وہ کس طرح جھیلتا ہے۔۔۔ خود یزید بھی سناٹے میں رہ گیا۔۔۔ زین العابدینؑ کے مقدس لبوں سے نکلی ہوئی

ملامت، لعنت کا طوق بن کر اس کے گلے سے لپٹ گئی۔۔۔ اس نے بھنا کر جلاد کو پکارا اور زین العابدینؑ کے قتل کا حکم صادر کیا۔۔۔

جلاد نے تلوار بے نیام کی اور زین العابدینؑ کی طرف بڑھا۔۔۔ سیدانیاں گھبرا کر رونے لگیں۔۔۔ زینبؑ پروقار انداز میں چند قدم آگے بڑھیں اور بڑی جرأت سے جلاد اور زین العابدینؑ کے درمیان حائل ہو گئیں۔۔۔ پھر یزید کی جانب نگاہ حقارت سے دیکھا اور شجاعانہ تیوروں سے اسے پکارا:

"او یزید۔۔۔! تو نے آل محمدؐ کا دل کھول کر خون بہایا ہے۔۔۔ اس پر بھی تیرے دل کی حسرتیں نہیں نکلیں۔۔۔ ہمارا یہ بیمار اور ناتواں بیٹا ہی باقی بچا ہے۔۔۔ اگر تو اس کو بھی قتل کرنا چاہتا ہے تو پہلے مجھے قتل کر تیری تلوار مجھے قتل کئے بغیر اس تک نہیں پہنچ سکتی"۔۔۔

اہل دربار نے زینبؑ کی اس جرأت و استقلال کو نگاہ حیرت سے دیکھا۔۔۔ ان میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔۔۔ اعلیٰ انسانی اقدار اور پاکیزہ رشتوں سے بے بہرہ یزید زینبؑ کے قطعی لہجے پر متعجب ہوا۔۔۔ ان کے عزم صمیم سے گھبرایا۔۔۔ اہل دربار کی زیر لب سرگوشیوں سے اٹھتی ہوئی بغاوت کی بو محسوس کر کے اس کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں رہا کہ

آپ ہی اپنا فرمان واپس لے لے ــــ اس گھرے تعلق خاطر اور بے مثال شیوۂ ایثار کو دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہ نکل گیا: ”تعجب ہے کہ یہ عورت اپنے بھائی کے بیٹے سے کس قدر محبت کرتی ہے کہ اس کے لئے اپنی جان تک دینے کو تیار ہے“ ــــ

اس صورتحال سے زچ ہو کر اپنی خفت مٹانے اور اپنے اندر انتقام کی بھڑکتی آگ کو تسکین دینے کے لئے وہ پھر حسینؑ کے سر کے ساتھ گستاخی کرنے لگا ــــ سیدانیوں کے دکھے ہوئے دلوں پر قیامت گزر گئی ــــ یکایک ایک بوڑھا سر پیٹتا ہوا اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا اور دہائی دی: ”اے یزید ــــ! اپنی چھڑی حسینؑ کے منہ سے ہٹالے ــــ میں نے بارہا رسول اللہؐ کو ان کے منہ پر منہ رکھتے ہوئے دیکھا ہے“ ــــ

یزید نے قہر آلود نگاہوں سے بوڑھے کی طرف دیکھا ــــ ”یہ کون ہے ہمیں ٹوکنے والا ــــ؟“

کسی نے بتایا کہ یہ صحابی رسولؐ سمرہؓ ابن جنادہ ہیں ــــ یزید نے غرور سے سر جھٹکا اور اہل دربار کو متاثر کرنے کے لئے بے نیازی سے کہنے لگا: ”احمق بوڑھے ــــ! اگر تو صحابیٔ رسولؐ نہ ہوتا تو میں ابھی تیرے قتل کا حکم دے دیتا“ ــــ

سمرہؓ نے سینے پر دوہتڑ مارا: ”سبحان اللہ ــــ! صحابیٔ رسولؐ ہونے کی وجہ

سے میرے ساتھ تو اتنی رعایت برتی جارہی ہے لیکن حسینؑ کے نواسۂ رسولؐ ہونے کا کچھ خیال نہیں کیا جاتا"۔۔۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔۔۔

نگرانوں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھا اور انہیں گھسیٹتے ہوئے زبردستی باہر لے گئے تو سفیر روم اپنی جگہ سے اٹھا اور محتاط سے لہجے میں بولا: "عالی جاہ۔۔۔! کیا یہ سر آپ کے رسولؐ کے نواسے کا ہے۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔! یہ اسی باغی کا سر ہے۔" یزید نے تکبر سے جواب دیا۔

"افسوس۔۔۔!" اس نے ایک آہ سی بھری۔ "مجھے افسوس ہے مسلمانوں پر اور مسلمانوں کے دین پر۔۔۔ میری طرف دیکھو۔۔۔! میں پیغمبر خدا عیسیٰؑ مسیح کے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔۔۔ ان میں اور مجھ میں کئی پشتوں کا فرق ہے لیکن یہود و نصاریٰ آج بھی میرے قدموں کی خاک کو مقدس سمجھ کر اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں۔

پھر اس نے اہل دربار کا رخ کیا اور بولا: "تم۔۔۔! تم مسلمان کیسی قوم ہو۔۔۔؟ کہ تم نے ایک ایسے بزرگ کا خون بہایا ہے جو تمہارے رسولؐ کا عزیز اور نواسہ ہے اور جس کا سلسلۂ نسب محض ایک پشت میں تمہارے رسولؐ سے ملتا ہے"۔۔۔

دربار میں بیٹھے ہوئے نام نہاد مسلمانوں کے سر شرم سے جھک گئے۔۔۔ کچھ نے بے ساختہ آہ کی۔۔۔ کچھ کے آنسو نکل آئے لیکن یزید پر اس

کا کچھ اثر نہیں ہوا۔۔۔ وہ آگ بگولہ ہو کر غرایا: "لے جاؤ اس کو اور اس کی گردن مار دو"۔۔۔

جلاد اس کی طرف لپکے تو وہ عجلت میں بولا: "ٹھہرو اے مسلمانو۔۔۔! پہلے میری ایک بات سن لو۔۔۔ آج رات میں نے تمہارے رسولؐ کو خواب میں دیکھا تھا کہ وہ مجھے جنت کی بشارت دے رہے ہیں۔۔۔ میں حیران تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے مگر تمہارے حاکم یزید کے اس فرمان سے یہ عقدہ کھل گیا ہے۔" وہ اپنی بات ختم کر کے دفعتاً آگے بڑھا اور سونے کے طشت میں رکھا ہوا حسینؑ کا سر اٹھا کر اسے چوما اور بلند آواز میں بولا: "اے شہیدوں کے سردار۔۔۔! اپنے ناناؐ کے حضور میرے گواہ رہیئے گا کہ میں صدق دل سے اسلام لایا ہوں"۔۔۔

پہرہ داروں نے جھپٹ کر حسینؑ کا سر اس کے ہاتھوں سے چھین لیا۔۔۔ جلاد اسے قتل کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے گئے تو یکایک یزید کے تخت کے عقب میں کھنچے ہوئے اطلسی پردوں میں حرکت ہوئی اور ایک عورت روتی ہوئی بیتابانہ پردے سے باہر نکلی۔۔۔ اس نے اپنی ریشمی اوڑھنی سر سے نوچ کر زمین پر پھینک دی اور سر و سینہ پیٹتے ہوئے بولی: "اے یزید۔۔۔! خدا تجھے رلائے، فرزند رسولؐ کا سر اور تیرے دربار میں۔۔۔ اے مردود۔۔۔! حسینؑ کے ناناؐ کے ذریعے تو ہم نے ہدایت پائی ہے، تو نے اور تیرے باپ

نے یہ ملک اور مال حاصل کیا ہے ۔۔۔ اے یزید ۔۔۔! خدا کے لئے تو ہی بتا کہ تو کس منہ سے خدا اور رسولؐ کے روبرو جائے گا ۔۔۔؟"

یزید بوکھلا کر تخت سے اترا اور اپنی عبا اس پر ڈال کر بولا: "تم بے پردہ سرِ دربار کیوں چلی آئی ہو ۔۔۔؟"

اس نے جھٹک کر عبا کو دور پھینکا اور دہائی دیتے ہوئے بولی:

"غضب خدا کا رسولؐ کی بیٹیاں تو تیرے دربار میں بے پردہ کھڑی ہیں اور تو میری پردے کی فکر کرتا ہے ۔۔۔؟"

درباری دم بخود ہو کر اس منظر کو دیکھ رہے تھے ۔۔۔ اکثر کو معلوم تھا کہ وہ یزید کی محبوب بیوی ہند بنت عبداللہ عامری ہے ۔۔۔ لیکن اس وقت اسے نہ یزید کے رعب شاہی کی پروا تھی، نہ اس کے محل کے عیش و نشاط کا ہی کوئی خیال تھا ۔۔۔ اس نے یزید پر لعنت بھیجی اور یہ کہتی ہوئی دربار سے نکل گئی: "تیرے اس فعل قبیح نے تجھے خدا اور رسولؐ کی لعنت کا مستحق بنا دیا ہے ۔۔۔ آج سے نہ تو میرا شوہر ہے نہ میں تیری زوجہ" ۔۔۔

یزید تقریباً ہر روز ہی دربار منعقد کرتا۔۔۔ عیش و نشاط کی محفل جماتا۔۔۔ جام و مے کے دور چلتے اور اپنے جذبۂ انتقام کی تسکین کی خاطر وہ آلِ محمدؐ کے لٹے ہوئے قافلے کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیتا۔۔۔ ان کی پریشانی اور خستہ حالی سے محظوظ ہوتا اور اول فول بکتا۔۔۔

وہ ہر روز انہیں ستانے کی کوئی نئی ترکیب سوچ لیتا تھا اور طرح طرح سے ان کے صبر کو آزماتا تھا لیکن لٹے ہوئے آلِ محمدؐ کے پاس صبر کی بے پناہ دولت تھی۔۔۔ خستہ حال اہلبیت محمدؐ مظلومیت کی لاانتہا طاقت رکھتے تھے۔۔۔ وہ نہ مرعوب ہوتے تھے نہ مغلوب۔۔۔ وہ سربلندی سے یزید کے ہر گھٹیا وار کو اسی کی جانب پلٹ دیتے تھے۔۔۔ وہ پورے وقار کے ساتھ اس کے گستاخ لفظوں کو اس کے منہ مار دیتے تھے۔۔۔ وہ اس کی ہر پستی کو اسی کے لئے لعنت کا طوق بنا دیتے تھے۔۔۔ یزید ان کی شان میں گستاخی کر کے

اپنے کردار کو کچھ اور زیادہ گھناؤنا بنا رہا تھا ـــ وہ ان پر ظلم توڑ کر اپنے مکروہ چہرے پر اپنے ہاتھوں سے کالک مل رہا تھا ـــ

یزید کی گستاخیوں سے شہ پا کر ایک روز ایک سرخ بالوں والے شامی کو جرأت ہوئی، وہ اپنی نشست سے اٹھا اور یزید کے سامنے کورنش بجالایا ـــ پھر اسکے پایۂ تخت کو چوم کر اس نے قیدیوں کی طرح کھڑی ہوئی رسولؐ کی بیٹیوں میں سے حسینؑ کی بیٹی فاطمہؑ کی طرف اشارہ کیا اور یزید سے بولا :

"یاامیر ـــ! اس لڑکی کو مجھے بخش دیجئے ـــ میں اسے اپنی کنیز بناؤں گا" ـــ

زمین و آسمان اس کی اس دریدہ دہنی پر تھرا اٹھے ـــ وہ شامیوں کی اس ذہنیت کی عکاسی کر رہا تھا جو بنوامیہ کے چالیس سالہ دور حکومت نے تشکیل دی تھی ـــ ورنہ اہل اسلام جانتے تھے کہ غلام اور کنیز اس کو بنایا جاسکتا ہے جس کے ماں اور باپ دونوں کافر ہوں ـــ جس گھر نے انہیں اسلام دیا تھا ـــ اسی گھر کی بیٹیوں کے بارے میں نام نہاد مسلمانوں کی اس جرأت نے زینبؑ کا دل ٹکڑے ٹکڑے کردیا ـــ زین العابدینؑ پر غیرت سے لرزہ طاری ہوگیا ـــ حسینؑ کی معصوم بیٹی زینبؑ سے لپٹ گئی ـــ

ابھی یزید کوئی جواب نہیں دے پایا تھا کہ زینبؑ نے جلال حیدریؑ کے ساتھ اس گستاخ شامی کو ٹوکا :

"زبان کو لگام دے او ذلیل ـــ! پیغمبروں کی

بیٹیاں کنیزیں نہیں بنائی جاسکتیں ـــ بخدا ـــ! اگر تو مر بھی جائے تو بھی یہ ممکن نہیں ـــ نہ ہی تیرے اس خبیث و ملعون حاکم کی مجال ہے کہ ایسا کر سکے" ـــ

درباری دم بخود ہو کر ہمہ تن گوش ہو گئے ـــ لٹے ہوئے بے بس قیدیوں کی حق گوئی اور استقلال کے سامنے حکومت کی بے بسی اور یزید کی عاجزی اور خفت تو روز کا معمول بن چکی تھی ـــ اس عظیم الشان نرالے انقلاب کو درباری خوشگوار حیرت سے دیکھتے تھے ـــ آل محمدؐ کے لٹے ہوئے مظلوم قیدی ان مظلوموں کا بول بالا کر رہے تھے جو یزید کے جبر و استبداد کے سامنے سر جھکا کر خود کو اس کے حوالے کر چکے تھے ـــ

جلال زینبؑ کے سامنے یزید نے اپنا گرتا تاج سنبھالنے کی کوشش کی: "تم غلط کہتی ہو ـــ یہ میرے لئے بہت آسان اور سہل ہے ـــ اگر میں ایسا چاہوں تو مجھے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی" ـــ

"نہیں ـــ! تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتا" ـــ زینبؑ نے پائے حقارت سے اس کی آمریت کو ٹھوکر لگائی اور بڑی آسانی سے ایک ہی جملے میں اس کی ذلت و پستی کو نمایاں کر دیا:

"ہاں ـــ! اگر تو اسلام کا زبانی اقرار ترک کر سکتا ہے تو کر دے اور ہمارے ناناؐ کے دین و مذہب

سے خارج ہو کر کوئی اور دین اختیار کرلے"۔

یہ ایک ایسا مسکت جواب تھا جس نے یزید کو اپنی ہی انگلیاں چبانے پر مجبور کر دیا۔ وہ لاجواب ہو کر غصے میں اول فول بکنے لگا: "تم مجھ سے اس طرح گفتگو کرتی ہو حالانکہ تمہارے ہی باپ اور بھائی دین سے خارج تھے۔"

"میرے باپ اور بھائی کے دین کو بظاہر اختیار کر کے تو تیرا باپ اور تیرا دادا بظاہر مسلمان کہلائے ہیں"۔

زینبؑ نے دو ٹوک لہجے میں برجستہ کہا۔

تو یزید بد تہذیبی کا مظاہرہ کر کے اپنی اصلیت ظاہر کرنے لگا:

"اے دشمن خدا۔! تو جھوٹ بول رہی ہے۔ غلط کہہ رہی ہے"۔

زمانے کو تہذیب سکھانے والے خلق عظیم کے ورثہ داروں نے ایسے نازیبا الفاظ کب سنے تھے۔ توہین کا احساس زینبؑ کی آنکھوں میں آنسو بن گیا:

"او یزید۔! تو ظاہری اقتدار کے نشے میں نبیؐ کی قیدی بیٹیوں سے بد کلامی کرتا ہے لیکن یاد رکھ کہ تو جبر و استبداد سے ہماری آواز کو نہیں دبا سکتا"۔

مظلومیت کے یہ شجاعانہ تیور یزید کے ظلم کو بھی پسپا کر گئے ـــ وہ ابھی کچھ کہہ نہیں پایا تھا کہ گستاخ شامی نے ایک بار پھر کفر کا وہ کلمہ دوہرایا اور حسینؑ کی بیٹی کی طرف اشارہ کیا ـــ

زینبؑ کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا ـــ انہوں نے قہر آلود نگاہ سے شامی کی طرف دیکھا:

"خاموش ہو جا اے ملعون ـــ! خدا تیری زبان قطع کرے جس سے تو نے یہ الفاظ کہے ہیں ـــ تیری آنکھوں کی بینائی چھین لے جن سے تو نے ناموس محمدؐ کی طرف دیکھا ـــ تیرے اس ہاتھ کو خشک کرے جس سے تو نے رسولؐ کی بیٹی کی طرف اشارہ کیا اور جہنم کی آگ تیرا مقام قرار دے ـــ اے مردود ـــ! انبیاء کی اولاد کسی کی غلام یا کنیز نہیں ہوا کرتی" ـــ

زینبؑ جو کچھ کہتی جاتی تھیں ـــ وہ قہر خداوندی بن کر شامی پر ٹوٹتا جاتا تھا ـــ اہل دربار کے دیکھتے دیکھتے ہزاروں آنکھوں کے سامنے شامی کی زبان گنگ ہوئی ـــ اس کے ہاتھ خشک ہو گئے ـــ بینائی جاتی رہی اور وہ خشک لکڑی کی طرح زمین پر آرہا ـــ

یزید پھٹی پھٹی آنکھوں سے زینبؑ کے لفظوں کی تاثیر دیکھ کر لرز

رہا تھا۔۔۔ درباریوں کے سانس سینے میں اٹک گئے تھے۔۔۔ خوف سے جیسے وہ پتھر کے ہو گئے تھے اور دہشت زدہ آنکھوں سے اس مردود شامی کا انجام دیکھ رہے تھے۔۔۔ سارے دربار پر خوف کا سائبان تن گیا تھا۔۔۔ کسی کے ہونٹوں سے بات تک نہیں نکلتی تھی۔۔۔ سب کے سب جیسے مٹی کا ڈھیر ہو گئے تھے۔۔۔

آل محمدؐ کے لٹے ہوئے قافلے کے صبر کی ہر روز آزمائش ہوتی ـــ ان کے ضبط و تحمل کو ہر روز آزمایا جاتا ـــ ان کے عزم و استقلال کے امتحان پر امتحان لئے جاتے ـــ اذیتیں ان پر کڑی دھوپ بن کر چھائی رہتیں اور مصائب ہر لحظہ گھیرے رکھتے ـــ یزید کا مقصد کسی ایسے ایک فرد کو قتل کر کے ختم کر دینا نہیں تھا جس نے اس کی بیعت نہیں کی تھی ـــ بلکہ اس کا عزم تو اس روحانی مرکز کو ڈھانا تھا جس پر خدا اور فرشتوں کا درود و سلام قرآن پاک میں رقم تھا ـــ جہاں سے دین اسلام امت تک پہنچا تھا ـــ جس کی دہلیز پر فرشتے سجدہ ریز ہوتے تھے ـــ

اسی لئے قتل حسینؑ سے اس کی تسلی نہیں ہوئی تھی ـــ وہ حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے کٹے ہوئے سروں کی نمائش کبھی دربار میں ـــ کبھی بازار میں کرتا ـــ اور کبھی حسینؑ کے سر کو دمشق کی جامع مسجد کے مرکزی

دروازے پر آویزاں کر دیتا ـــ وہ حسینؑ کی بہنوں، بیٹیوں کو قیدی بنا کر کبھی دربار میں بلاتا ـــ کبھی بازار میں پھراتا ـــ اور کبھی اپنے دربار کے باہر پیشی کے انتظار میں گھنٹوں کھڑا رکھ کر عوام پر یہ دھاک بٹھانا چاہتا کہ اس نے نواسۂ رسولؐ کو مغلوب کر کے فتح و کامرانی حاصل کرلی ہے ـــ وہ نفسیاتی طور پر خود کو باور کروا رہا تھا کہ اس نے حسینیت کو کچل دیا ہے ـــ وہ اپنی کم ظرفی اور کج فہمی کے سبب اپنے ظلم و زیادتی کا بازار گرم کر کے حسینؑ کے مشن کو ختم کرنا چاہتا تھا ـــ وہ حسینؑ کے مقصد کے علمبرداروں کو جھکانا چاہتا تھا ـــ مگر حسینؑ محض ایک فرد نہیں تھے ـــ وہ مکمل دین تھے ـــ وہ محض پیغمبر اسلامؐ کے نواسے نہیں تھے ـــ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی جدوجہد کے وارث تھے ـــ وہ بنائے لا الہٰ تھے ـــ وہ خدا کے آخری دین کے محافظ و نگہبان تھے ـــ اسی لئے وہ یزید کی فوجوں کے ہاتھوں کربلا میں شہید ہو کر ختم نہیں ہو گئے تھے ـــ وہ حسینیت بن کر زندۂ جاوید ہو گئے تھے ـــ انہوں نے اپنے خون سے یزیدیت کے مقدر میں فنا لکھدی تھی ـــ ان کا کٹا ہوا سر نیزے پر چڑھ کر بھی سربلند اور سرخرو تھا اور تلاوت کلام پاک کر کے یہ اعلان کر رہا تھا کہ محمدؐ کی آلؑ قرآن پاک سے علیحدہ نہیں ـــ

حسینؑ کا پیغام جس طرح پہنچانے کا حق تھا وہ زینبؑ نے اپنے ذمے لے لیا تھا ـــ وہ ہر جگہ ـــ ہر مشکل وقت میں ـــ ہر آزمائش میں اور

ہر امتحان کی گھڑی میں حسینؑ کے مقصد کی ترجمان اور حسینیتؑ کی علمبردار تھیں ــــ کوئی دکھ ــــ کوئی مصیبت ــــ کوئی خوف ــــ کوئی پریشانی ــــ کوئی آزمائش انہیں اس مقصد سے پیچھے نہیں ہٹا سکتی تھی ــــ

دربار کی آزمائش ختم ہوتی تو قید خانے کی مصیبت شروع ہو جاتی ــــ دن کو سورج کی تمازت سے کہیں جائے پناہ نہیں ملتی تھی ــــ زمین اور دیواریں تنور کی طرح تپنے لگتی تھیں ــــ سیدانیاں بچوں کو اپنے سائے میں لے کر خود تپتی دھوپ میں جھلستیں ــــ دیواروں کے ساتھ ساتھ ہو کر بیٹھتیں کہ شاید کچھ سایہ میسر آئے لیکن صحرائے عرب کی گرمی آگ بن کر برستی ــــ پیاس سے بچوں بڑوں کی جان لبوں پر آجاتی لیکن پینے کو پانی نہ ملتا ــــ ناقص کھانا اتنی کم مقدار میں ہوتا کہ مائیں خود بھوکی رہ کر بچوں کو کھلاتیں مگر بچوں کی بھوک بھی نہیں مٹتی ــــ

موسم کی شدتیں آلِ محمدؐ کے چھوٹوں بڑوں پر اُسی طرح اثر انداز ہو رہی تھیں جس طرح کہ یزید نے چاہا تھا ــــ ان کا رنگ جل گیا تھا ــــ جسم کا گوشت گھل گیا تھا ــــ آنکھیں اندر دھنس گئی تھیں اور بدن نحیف و نزار ہو گئے تھے ــــ بچے دن ڈھلے پرندوں کو اپنے آشیانوں کی طرف جاتے ہوئے دیکھتے تو ماؤں سے سوال کرتے کیا وہ بھی کبھی اپنے گھر میں جا سکیں گے ــــ؟ کبھی کھلی ہوا میں سانس لے سکیں گے ــــ؟ کبھی جی بھر کر ٹھنڈا

پانی پی سکیں گے ـــ؟ ماؤں کے پاس ان دل دکھا دینے والے سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا اور قید کے دن تھے کہ ختم ہونے میں نہیں آتے تھے ـــ

زینبؑ کی محبتیں، ان کی توجہ، ان کا التفات اس قید خانے میں ٹھنڈی چھاؤں اور ہوا کے خنک جھونکوں کی طرح سے تھا ـــ وہ بچوں کو بہلاتیں ـــ ان کی ماؤں کو تسلیاں دیتیں اور قید خانے کے دروازے کے باہر بیٹھے ہوئے زنجیروں میں جکڑے زین العابدینؑ کا ہر وقت خیال رکھتیں ـــ حسینؑ کی ننھی بیٹی سکینہؑ، زینبؑ کی گود میں ہی رہتی تھی ـــ وہ جتنے لاڈ پیار سے پلی بڑھی تھی اتنی ہی سختیوں میں جی رہی تھی ـــ اس کے رخسار طمانچوں سے نیلے تھے اور کانوں کی لوئیں بندوں کے نوچ لینے سے زخمی تھیں ـــ اس کے لبوں پر ہر وقت حسینؑ کا نام رہتا تھا ـــ اس کی آنکھیں ہر وقت حسینؑ کو تلاش کرتی رہتی تھیں ـــ اس کے رخساروں پر ہر وقت آنسو بہتے رہتے تھے ـــ

یونہی ایک تاریک شب میں زینبؑ نے سکینہؑ کو بمشکل سلایا تھا لیکن ابھی بچی کو سوئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ بابا، بابا پکارتی ہوئی اٹھ بیٹھی ـــ اس کی حالت غیر تھی اور المناک ہچکیاں تھمتی نہیں تھیں ـــ زینبؑ نے سکینہؑ کو آغوش میں سمیٹا ـــ پیار سے خاموش کروانے کی کوشش کی لیکن بچی کو کسی پہلو قرار نہیں تھا ـــ ماں نے گود میں لیا ـــ

دوسری سیدانیوں نے بہلایا۔۔۔ زین العابدینؑ آکر پوچھنے لگے۔۔۔ مگر بچی کی تڑپ دیکھی نہیں جاتی تھی۔۔۔ اس کی آہوں سے دل کٹتا تھا۔۔۔ اس کی کربناک صدا سینہ چھلنی کرتی تھی۔۔۔ نگران سپاہی بھی پریشان ہو کر چلا آیا۔۔۔ داروغۂ زندان نے سختی سے بچی کو خاموش کروانے کیلئے کہا تو زین العابدینؑ آہ بھر کر بولے: "میری بہن نے باباؑ کو خواب میں دیکھا ہے۔۔۔ معصوم بچی ہے کچھ دیر تو اسے دل کی بھڑاس نکال لینے دو۔۔۔ پھر خود ہی تھک کر خاموش ہو جائے گی"۔۔۔

زینبؑ نے سینے سے لگایا پیار کیا۔۔۔ بہلانے کی بہت کوشش کی مگر بچی کے ہونٹوں پر ایک ہی بات تھی: "پھوپھی اماں۔۔۔! بتایئے میرے باباؑ کہاں چلے گئے ہیں۔۔۔؟ ابھی تو وہ میرے پاس تھے۔۔۔ پھر مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے ہیں۔۔۔؟"

بچی کی فریاد سنی نہیں جاتی تھی۔۔۔ اس کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔۔۔ اسے دیکھ کر دوسری سیدانیاں اور بچے بھی رونے اور فریاد کرنے لگے۔۔۔ قید خانے کے نگرانوں کی نیند خراب ہوتی تھی۔۔۔ پہرے پر بیٹھے ہوئے سپاہیوں کے لئے بھی بچی کی دلدوز آواز قیامت بن گئی تھی۔۔۔ انہوں نے پھر سختی سے بچی کو خاموش کروانے کے لئے کہا۔۔۔

داروغۂ زندان نے ایک سپاہی کو دوڑایا کہ وہ بڑی احتیاط سے حسینؑ

کا کٹا ہوا سر لے آئے ــــ وہ گیا اور تھوڑی ہی دیر میں سر لے آیا ــــ داروغۂ زندان نے حسینؑ کا سر زین العابدینؑ کو دیا اور بولا: "یہ لو ــــ! اپنی بہن کو حسینؑ کا سر دکھاؤ شاید باپ کا سر دیکھ کر وہ خاموش ہو جائے ــــ کچھ بہل جائے" ــــ

زین العابدینؑ پر قیامت گزر گئی ــــ وہ نہ جانے کیسی کیسی اذیت جھیلتے دروازۂ زندان تک آئے، دروازہ کھلا اور معصوم سکینہؑ کی روتی ہوئی آنکھیں حسینؑ کے کٹے ہوئے سر پر مرکوز ہوئیں، وہ ہمک کر آگے بڑھیں، حسینؑ کا سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر سینے سے لگالیا اور درد میں ڈوبے ہوئے لہجے میں فریاد کرنے لگیں: "ہائے بابا ــــ! مجھے چھوڑ کر آپ کہاں چلے گئے ہیں؟ یہ ظالم مجھے طمانچے مارتے ہیں ــــ انہوں نے میری بالیاں نوچ لی ہیں ــــ میرے کرتے کو آگ لگائی ہے ــــ انہوں نے ہمیں قیدی بنالیا ہے ــــ بابا ــــ! یہ آپ کا سر کس نے کاٹا ہے؟ یہ ظلم آپ کے ساتھ کس نے کیا ہے؟ بابا ــــ! مجھے اپنے پاس بلا لیجئے ــــ میرا قید خانے میں دم گھٹتا ہے" ــــ

ہولے ہولے معصوم سکینہؑ کی دردناک صدا ان کے ننھے سینے میں گھٹتی چلی گئی ــــ ان کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کی گرفت حسینؑ کے سر پر ڈھیلی پڑ گئی اور ان کی گردن ڈھلک گئی۔

حسینؑ کی لاڈلی بیٹی کا داغ قید خانے کی صعوبتوں کو اور بڑھا گیا۔۔۔ سکینہؑ کی دکھیاری ماں ربابؑ جو اپنے چھ ماہ کے شیر خوار اصغرؑ کا ننھا سر نوک نیزہ پر دیکھ دیکھ کر تڑپتی تھی۔۔۔ سکینہؑ کو قید خانے میں دفن کر کے خالی خالی آنکھوں سے اپنی ویران گود کو دیکھتی تھیں تو دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا تھا۔۔۔ ان کی ڈھارس بھی تو زینبؑ ہی تھیں۔۔۔ جن کا اپنا دل خون ہو ہو کر آنکھوں کے رستے بہتا رہتا تھا۔۔۔

اسیری کے ان کربناک دنوں کا ایک ایک کڑا لمحہ صدیوں کی طرح گزرا اور پورے ایک سال پر محیط ہو گیا۔۔۔ لیکن یزید کے انتقام کی بھڑکتی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی۔۔۔ وہ ناموس محمدؐ کو دربار میں بلا کر توہین کرتا تھا تو زین العابدینؑ کو دمشق کی جامع مسجد میں لے جا کر ان کے سامنے اپنے پروردہ خطیبوں سے بنوامیہ کے قصیدے پڑھواتا تھا۔۔۔ اس کے اپنے

ہاتھوں سے اس کے ظلم کی تشہیر ہو رہی تھی ــــ رسیوں میں جکڑے ہوئے معصوم بچے اور نیزے پر چڑھا ہوا شیر خوار کا سر ہی اس کی ذلت و رسوائی کے لئے بہت تھا ــــ اس پر زینبؑ اور دوسری سیدانیوں کی حق گوئی اور استقلال عوام کے دلوں کی زمین میں بے چینی اور ہمدردی کے بیج بو رہا تھا ــــ سارے شام میں بغاوت کی ایک لہر سی پیدا ہوتی اور اٹھتی ہوئی معلوم ہوتی جس کا اظہار کسی نہ کسی اہل حق کے ذریعے سے ظاہر ہوتا ہی رہتا تھا ــــ یزید کو خفیہ اداروں کے ذریعے اس کی خبر ملتی رہتی تھی ــــ

ایک شب بچے ابھی بمشکل سوئے تھے کہ پہرے دار کے کچھ کہنے کی آواز آئی ــــ پھر زین العابدینؑ کے زنجیروں کی جھنکار گونجی ــــ زینبؑ تڑپ کر درِ زندان تک آئیں اور بے قراری سے پکاریں: "بیٹا ــــ! خیریت تو ہے ــــ رات کے اس پہر داروغۂ زندان تمہیں کہاں لے جا رہا ہے ــــ؟"

زین العابدینؑ قریب آئے: "پھوپھی اماں ــــ! یزید نے بلایا ہے" ــــ

زینبؑ دھک سے رہ گئیں ــــ یزید کی طرف سے کسی نہ کسی نئے ستم کا دھڑکا لگا ہی رہتا تھا لیکن زین العابدینؑ کے خیال سے خود کو سنبھال کر بولیں: "اچھا بیٹا ــــ! اللہ کی امان میں" ــــ پھر ایک آہ سی بھر کر زین العابدینؑ سے بولیں: "میری جان ــــ! میری آنکھوں کی ٹھنڈک ــــ! اس ملعون یزید کے ساتھ نرمی اور ملائمت سے کلام کرنا ــــ وہ بہت ظالم ــــ سرکش اور شقی القلب

ہے ــــ وہ نہ تو خدا اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہے نہ اس کو رسول اللہؐ اور ان کے ولی علیؑ مرتضٰی کی کوئی شرم اور لحاظ ہے"ــــ

زین العابدینؑ نے تسلی دی: "پھوپھی اماں ــــ! آپ خاطرجمع رکھیں ــــ وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا"ــــ

"قیدی چلو دیر مت کرو" ــــ داروغۂ زندان نے بے رحمی سے زین العابدینؑ کی زنجیر کھینچی تو انہیں اس کے ساتھ چلنا پڑا۔

زینبؑ کا بیقرار دل بھی ان کے ساتھ ہی روانہ ہوگیا ــــ زین العابدینؑ کی سلامتی کی دعائیں مانگتیں وہ دروازے سے لگ گئیں ــــ بدطینت حکمران نے بے وقت بلایا تھا ــــ نہ جانے اس کی نیت کیا تھی ــــ؟ کچھ واضح نہیں ہوتا تھا ــــ دل میں ہول سے اٹھ رہے تھے اور خیال زنجیروں کی جھنکار کی طرف لگا ہوا تھا کہ کب زین العابدینؑ کی واپسی کا پتا دیتی ہیں ــــ

دوسری سیدانیاں بھی غم کی تصویر بن گئی تھیں ــــ لمحے کانٹوں پر بسر ہو رہے تھے ــــ رات سولی پر چڑھ گئی تھی اور زین العابدینؑ نہیں لوٹے تھے ــــ دلوں میں ہزاروں وسوسے سر اٹھا رہے تھے ــــ انتظار کی جانکنی ایسی کیفیت سارے زندان پر چھائی ہوئی تھی ــــ

زینبؑ نماز شب کی تیاری کر رہی تھیں کہ زنجیروں کی جھنکار سنائی دی ــــ سب کی جان میں جان آئی ــــ زینبؑ نے سجدۂ شکر ادا کیا ــــ خاک سے سر اٹھایا

تو زین العابدینؑ سامنے تھے ـــ زینبؑ نے پیار سے نچھاور ہوتے ہوئے کہا:

"جان مادر ـــ! پروردگار کا شکر ہے کہ تمہیں سلامت و محفوظ دیکھا ہے"ـــ

زین العابدینؑ زمین پر بیٹھ گئے اور بولے: "پھوپھی اماں ـــ! یزید ہمیں رہا کرنا چاہتا ہے"ـــ

زینبؑ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے: "کیوں ـــ؟ کیا اس کے ظلم و زیادتی کے ترکش میں کوئی تیر باقی نہیں رہا ـــ؟ کیا اس کے انتقام کی آگ ٹھنڈی ہو گئی ہے جو وہ ہمیں رہا کرنا چاہتا ہے ـــ؟"

"مختلف علاقوں میں شورش بپا ہے پھوپھی اماں ـــ! ہر طرف بے چینی ہے ـــ یزید انقلاب کی آہٹیں صاف صاف سن رہا ہے ـــ یہ اسکی سیاسی مجبوری ہے کہ وہ ہمیں رہا کردے ـــ اپنی سلطنت بچانے کیلئے وہ اس تمام سانحے کا ذمہ دار ابن زیاد کو ٹھہرا رہا ہے اور رائے عامہ کو متاثر کرنے کیلئے وہ ہمارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا چاہتا ہے ـــ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہم دمشق میں رہنا چاہتے ہیں یا مدینہ جائینگے ـــ؟ لیکن میں نے اس پر واضح کر دیا ہے کہ میں آپ سے مشورہ کئے بغیر اسے کوئی جواب نہیں دے سکتا"ـــ

مدینے کے نام پر زینبؑ کے دل پر چوٹ سی پڑی ـــ وہ ضبط نہ کر سکیں اور پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے بولیں: "حسینؑ کے بعد مدینہ ویران ہو گیا ہے ـــ اب تو اس اجڑے دیار میں ناناؐ اور ماںؑ کی قبریں ہی ہیں

جنہیں گلے سے لگا کر دل کا حال سنانا ہے"۔۔۔

زین العابدینؑ نے اپنی خون روتی آنکھیں صاف کیں: "پھوپھی اماں۔۔۔! یزید نے کہا ہے کہ اگر ہماری کوئی حاجت ہے تو بتائیں"۔۔۔

"ہماری سب حاجتیں ذات باری سے وابستہ ہیں ۔۔۔ ہمیں کسی بندے سے کوئی غرض نہیں ہے۔۔۔ البتہ اس ملعون سے کہہ دو کہ ہمارا جو اسباب لوٹا ہے وہ واپس کیا جائے۔۔۔ ہمارے نانا رسول اللہؐ کا عمامہ جو حسینؑ پہنے ہوئے تھے۔۔۔ مادر گرامیؑ کی چادر جو میرے سر سے اتاری گئی اور حسینؑ کی خون آلود قمیض۔۔۔ یہ تینوں چیزیں ہماری ماںؑ کے ہاتھ سے کتے ہوئے سوت سے بنی ہیں اور ہمارے خاندان کا سرمایہ ہیں۔۔۔ مجھے یاد ہے اماں حسینؑ کی قمیض کیلئے سوت کاتتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں"۔۔۔

"اور ہاں۔۔۔! اس دشمن خدا و رسولؐ سے یہ بھی کہہ دو کہ ظلم کی انتہا ہے کہ ہمیں حسینؑ اور دوسرے شہداء پر رونے اور نوحہ کرنے سے جبراً روکا گیا۔۔۔ ہمارے ہاتھ پس گردن باندھے گئے اور ہمیں نیزوں سے اذیت دی گئی کہ ہم مظلوموں کا ماتم نہ کریں۔۔۔ ہمارے دل زخمی ہیں اور ہمارا سینہ غم سے جلتا ہے۔۔۔ یزید سے کہو کہ ہمیں دمشق میں کوئی کشادہ مکان خالی کروا کر دے جہاں ہم اپنے مظلوم شہیدوں پر جی بھر کر روسکیں۔۔۔ نوحہ اور ماتم کریں اور دمشق میں موجود قریش اور بنو ہاشم کی جو بھی خواتین

تعزیت کیلئے ہمارے پاس آنا چاہئیں انہیں ہر گز روکا نہ جائے اور نہ ہی انہیں ڈرایا دھمکایا جائے۔ ہمارے عاشورہ محرم سے لیکر اب تک جبراً روکے ہوئے آنسو بہہ جائیں گے تو ہم واپس مدینہ کیلئے روانہ ہو جائیں گے"۔

یزید سیاسی طور پر اس قدر پیچیدہ حالات میں گھر گیا تھا کہ اس کے پاس اہلبیتؑ کے مطالبات ماننے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ مظلومیت کے صبر و استقلال کے سامنے بالآخر ظلم و شقاوت سرنگوں ہو گئی تھی۔ روحانیت کے تاجداروں نے شہنشاہیت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ حسینیتؑ نے یزیدیت کو آپ اپنی شکست کی آواز بنا دیا تھا۔

عمامۂ رسولؐ، چادر زہراؑ اور پیراہن حسینؑ تو بازیاب نہ ہو سکے۔ البتہ دمشق کے محلّہ "دارالحجارہ" میں ایک وسیع مکان خالی کروا دیا گیا۔ زینبؑ جو قیدی کی حیثیت سے شام میں لائی گئی تھیں۔ فاتح کی شان سے یزیدیت کو قدموں تلے روندتی سیدانیوں اور زین العابدینؑ کے ہمراہ شام کے زندان سے نکل کر اس مکان میں منتقل ہو گئیں۔

قیدی زینبؑ کے سچے لفظ شام کے بازار سے، یزید کے دربار سے اور تنگ زندان سے رہا ہو کر سیدھے دلوں میں اترے تھے ـــــ روحوں کا حصہ بن گئے تھے ـــــ لہو میں دوڑتے پھرتے تھے ـــــ بنوامیہ کے چالیس سالہ دور استبداد کی پروردہ یزیدیت خاک ہو کر اڑگئی تھی اور آندھیوں کے مقابل زینبؑ کا جلایا ہوا حسینیت کا چراغ سورج بن کر چمک رہا تھا ـــــ یہ خبر سارے دمشق میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی کہ آل محمدؐ کے لٹے ہوئے قافلے کو قید سے رہا کر دیا گیا ہے ـــــ وہ محلّہ ''دارالحجارہ'' میں ٹھہرے ہیں اور ان سے ملنے پر کوئی پابندی نہیں ـــــ

یہ سنتے ہی شہر دمشق کا رنگ بدل گیا ـــــ گھروں کے دروازے کھل گئے ـــــ عورتوں نے سیاہ لباس پہن لئے ـــــ چادریں سروں سے اتاردیں ـــــ بال کھول دیئے، خاک اڑاتیں، سر و سینہ پیٹتیں، روتیں، فریاد کرتیں، وہ

گھروں سے نکل آئیں اور اپنا رخ محلّہ "دارالحجارہ" کے اس مکان کی طرف کرلیا جسے زینبؑ نے عزاخانہ بناکر حسینؑ کی پہلی مجلس عزاء کا اہتمام کیا تھا۔۔۔ جو رسم عزاداری کی بنیاد بن کر حسینؑ کے زندۂ جاوید مشن کی اشاعت کا ایک ولولہ انگیز ذریعہ بننے والی تھی۔۔۔

نوحہ کرتی عورتوں نے دہلیز کے پار کا منظر دیکھا تو صبر کا یارا نہ رہا۔۔۔ انہوں نے تو مدینے اور کوفے میں زینبؑ اور دوسری سیدانیوں کی شان دیکھی تھی۔۔۔ اب جو ان کا متغیر حال دیکھا تو خود پر قابو نہ رکھ سکیں۔۔۔ چاند سے نورانی چہروں کی روشنی قید خانے کی صعوبتوں نے چاٹ لی تھی۔۔۔ کربلا سے شام تک کی منزلیں طے کرنے میں سیدانیاں اور بچے ہڈیوں کے ڈھانچے بن گئے تھے۔۔۔ کمسن بچیوں کے بال سفید ہوگئے تھے اور تیئیس سالہ زین العابدینؑ کی کمر جھک گئی تھی۔۔۔ اجڑی مانگیں اور خالی گودیں دیکھ کر ہر طرف کہرام بپا ہوگیا۔۔۔ نوحہ و فریاد سے در و دیوار ہلنے لگے۔۔۔ سلگتے آنسوؤں سے فضائیں شرابور ہوگئیں۔۔۔

زینبؑ کی خاموشی میں ہی اتنا درد اور تاثیر تھی کہ تعزیت کے لئے آنے والیوں کی حالت سنبھلتی نہیں تھی۔۔۔ ان کے دل کٹ کٹ کر آنکھوں کے راستے بہتے تھے اور جگر آہوں سے جل رہے تھے۔۔۔ سیدانیاں تو پہلے ہی دکھوں کی چادر میں لپٹی تھیں۔۔۔ ہر ایک کا وجود جیسے ایک آنسو

نظر آتا تھا۔۔۔ انہیں دیکھ کر دل پر قابو نہیں رہتا تھا۔۔۔ نہ جانے کتنے آنسو لمحے اور ہچکیاں لیتی ساعتیں گزریں۔۔۔ پھر زینبؑ بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ مسند پر بیٹھیں اور تعزیت کے لئے آنے والی عورتوں کو مخاطب کیا:

"اے زنانِ شام دیکھو۔۔۔! اس قوم جفا شعار نے آلِ محمدؐ کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا ہے۔۔۔ اگر تم واقعۂ کربلا سے بے خبر ہو تو سنو۔۔۔ میں تمہیں بتاتی ہوں کہ یزید ملعون کے حکم سے حاکم کوفہ ابن زیاد نے حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ کیا کیا ہے۔۔۔؟ میں ہوں اس کی چشم دید گواہ۔۔۔ آؤ۔۔۔! میں تمہیں بتاؤں کہ کربلا میں کیا ہوا ہے۔۔۔؟"

زنانِ شام کے کلیجے منہ کو آگئے۔۔۔ وہ غم و اندوہ کی تصویر بنیں۔۔۔ شدت الم سے قطرہ قطرہ پگھلتیں ہمہ تن گوش ہوگئیں۔۔۔ زینبؑ کے لہجے میں علیؑ کی فصاحت و بلاغت اور فاطمہؑ کا سوز و گداز تھا۔۔۔ ان کا لفظ لفظ تاثیر و دلسوزی کی گھٹا بن کر اہل مجلس کے دلوں پر برسنے لگا:

"آہ۔۔۔! میرا دل سوزاں۔۔۔ میری چشم گریاں ہے۔۔۔ میرے بھائی حسینؑ کس بے دردی سے کنارِ فرات تشنہ لب شہید کئے گئے ہیں۔۔۔

وہ کہتے تھے کہ میرے نانا رسول خداؐ اور میری والدہ فاطمہؑ دختر رسولؐ ہیں۔

مگر ملعون یزیدی کہتے تھے کہ حاکم شقی کی بیعت کرو ورنہ ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔

جس کے جواب میں حسینؑ نے انکار کیا تو حسینؑ پر آب فرات بند کیا گیا جو نجس جانوروں پر مباح تھا۔

حسینؑ کی نورانی پیشانی کو خاک آلودہ کیا گیا اور ریش مبارک کو ان کے خون سے خضاب کیا گیا۔

ان کے طفل شیر خوار کو ذبح کیا گیا۔ ان کی عصمت مآب بیبیوں کی چادریں نیزوں کی انیوں سے چھینی گئیں۔

انہیں قیدی بنا کر بے کجاوہ ناقوں پر سوار کر کے شہر بہ شہر پھرایا گیا۔

حجت خدا، امام وقتؑ کو طوق گراں پہنایا اور زنجیروں میں کس دیا۔

ان کی بیماری کی کسی نے کوئی پروا نہیں کی"۔

"رسولؐ کی بیٹیوں کو ابن زیاد بے حیا اور یزید پلید ایسے سرکش اور منکر خدا اور رسولؐ حاکموں کے سامنے پیش کیا گیا۔

اور وہ دیکھتی تھیں کہ حسینؑ کا سر مبارک جو مثل ماہ تاباں تھا اس بدترین خلائق کے سامنے رکھا تھا۔۔۔

خدا اسکی انگلیاں شکستہ کرے وہ اپنی چھڑی اس طرح حسینؑ کے ہونٹوں اور دانتوں پر مارتا تھا کہ آواز پیدا ہوتی تھی۔۔۔

یہ تمام دشمنی اور عداوت۔۔۔

کفر و جہالت کے حامل ان آباو اجداد کے لئے تھی۔۔۔

جو جنگوں میں اہل دین و حق کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہوئے تھے"۔۔۔

"خاک کربلا پر سلام۔۔۔!

جس میں وہ نفوس قدسیہ سوتے ہیں جو ہمیشہ پاک و پاکیزہ تھے۔۔۔

اور پاک لوگوں سے پیدا ہوئے تھے۔۔۔

خدا کی رحمت ہو ان پاک ہستیوں پر جو کنج لحد میں استراحت فرماتے ہیں"۔۔۔

"اے لوگو۔۔۔! فرزند رسولؐ حسینؑ اور ناموس رسولؐ کی مصیبتوں پر آنسو بہاؤ، ہمیشہ ماتم کرو اور سوگ مناؤ"۔۔۔

زینبؑ کے درد بھرے لفظوں کی گھٹا جیسے جیسے برستی تھی دمشق

کی خواتین کی حالت غیر ہوتی تھی۔۔۔ ان کی آہ و بکا سے زمین کا سینہ شق ہوتا تھا اور آسمان لرزتا تھا۔۔۔ ان کے نالہ و ماتم میں درو دیوار بھی شامل تھے۔۔۔ فضائیں ان کے آہ و فغاں کا جواب دیتی تھیں۔۔۔

"ہائے حسینؑ ۔۔۔! مظلوم حسینؑ ۔۔۔!" کے دلخراش بین محشر بپا کرنے لگے۔۔۔ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔۔۔ زیر آسمان شاید اتنا گریہ و ماتم کبھی نہیں ہوا تھا۔۔۔ زنان دمشق کے بین سن سن کر دل چھلنی ہوتا تھا۔۔۔ تاریخ کی آنکھوں میں یہ منظر نقش ہو گیا تھا۔۔۔ وقت ٹھہر گیا تھا اور اس کے سینے پر "ہائے حسینؑ ۔۔۔! مظلوم حسینؑ ۔۔۔!" لکھا گیا تھا۔۔۔ اس کے ہونٹوں سے "ہائے حسینؑ ۔۔۔! مظلوم حسینؑ ۔۔۔! کی صدائیں آتی تھیں اور زمانہ انگشت بدنداں دیکھتا تھا۔۔۔

دوسرے روز خواتین پھر کھنچی چلی آئیں۔۔۔ زینبؑ نے سانحہ کربلا کو اپنے پر تاثیر بیان سے ان کی آنکھوں کے سامنے مجسم کر دیا۔۔۔ ایک ایک بی بی کا تعارف کروایا۔۔۔ اس کے شہید کی شہادت کا اندوہناک تذکرہ کیا۔۔۔ اپنی قید و بند اور تشہیر کا ایک ایک منظر دکھلایا۔۔۔ یزیدیوں کے غیر انسانی ظلم و ستم کی اذیتناک روداد سے ہر ایک کو آگاہ کیا۔۔۔ پوچھے جانے والے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے اور ایک ایک بات، چھوٹی سے چھوٹی تفصیل کو ذہن نشین کروایا۔۔۔

زینبؑ کے لفظ محض حرف و صوت کی ہم آہنگی نہیں تھی۔۔۔ وہ شہیدوں کے لہو سے گلنار تھے۔۔۔ وہ زینبؑ پر بیتی ہوئی اذیتوں سے تپتے تھے۔۔۔ وہ حسینؑ کے پیغام کے نور سے لو دیتے تھے۔۔۔ ان میں دین اسلام کو یزیدیت کے چنگل سے چھڑانے کی ساری جدوجہد بولتی تھی۔۔۔ ان میں حسینیتؑ کے دلوں کو تسخیر کر لینے والی ادا تھی۔۔۔ بنوامیہ کے گڑھ شام میں، یزید کی شہنشاہی کے مرکز دمشق میں، زینبؑ نے حسینیتؑ کا پرچم اٹھا کر وقت کی پیشانی پر اپنے آنسوؤں سے حق و باطل کے اس عظیم الشان معرکے کی نرالی تاریخ رقم کر کے یزیدیت کے مکروہ چہرے پر ابدی لعنت کی کالک مل دی تھی۔۔۔

زینبؑ نے حسینیتؑ کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔۔۔ ہر دل میں بسایا اور ہر آنکھ میں ہر وقت برستے آنسو بنا دیا۔۔۔ زینبؑ نے حسینؑ کی فتح کا اعلان شام کے ذرے ذرے پر لکھ کر بتادیا کہ حقیقی شاہی حسینؑ کی ہے جس نے اپنا سر نوک نیزہ پر سجا کر حق کو سربلندی عطا کی ہے۔۔۔ وہی دین کا تاجدار اور دلوں کا شہنشاہ ہے۔۔۔

تقریباً سات روز تک مسلسل حسینؑ کی مجلس عزا بپا کرنے کے بعد زینبؑ نے اعلان کیا کہ وہ مدینہ واپس روانہ ہوں گی۔

وہی شام تھا جہاں حسینؑ کو باغی کہہ کر ان کی شہادت پر خوشیاں منائی گئی تھیں ـــ وہی شہر دمشق تھا جہاں زینبؑ اور دوسری بیبیوں کو قیدی بنا کر گلی گلی تشہیر کیا گیا تھا ـــ وہی دشمن لوگ تھے جن کی آنکھیں اور زبانیں شعلے اگلتی تھیں ـــ

وہی شام سیاہ پوش تھا ـــ وہی شہر دمشق سوگوار تھا ـــ لوگوں کے ہاتھوں میں سیاہ علم تھے اور لبوں پر نوحے ـــ وہ روتی آنکھوں اور فریاد کرتے لبوں کے ساتھ ـــ سروں پر خاک اڑاتے ـــ فاتح شام زینبؑ اور ان کے کاروان کو رخصت کرنے کے لئے گھروں سے نکل آئے تھے ـــ تاریخ حیرت سے اس انقلاب کو دیکھ رہی تھی ـــ وقت مظلومیت کے اس معجزے کو دیکھنے کے لئے ٹھہر گیا تھا ـــ

وسیع و عریض سلطنت اور تاج و تخت کا مالک یزید کسی حقیر

کیڑے سے بھی زیادہ بے بس و مجبور ہو گیا تھا۔ جن لوگوں سے بیعت لیکر وہ ان کی جان و مال کا مالک بنا ہوا تھا آج انہیں اپنے گھروں سے نکل کر حسینؑ کے ساتھ اپنی والہانہ وابستگیوں کو ظاہر کرنے سے نہیں روک سکتا تھا۔ آج اس کے کالے قانون کی دھجیاں بکھر گئی تھیں۔ اس کا ظلم و استبداد بے وقعت ہو گیا تھا۔ اس کا سر جھک گیا تھا۔ اس کے ہاتھ کٹ گئے تھے۔ اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ عوام الناس کو آل محمدؐ کے لٹے ہوئے قافلے کو الوداع کہنے سے باز رکھ سکتا بلکہ اپنی سلطنت کو سنبھالا دینے اور عوام کے جذبات کو قابو میں رکھنے کے لئے وہ خود بھی زینبؑ اور اہلبیتؑ کے وقار اور مرتبے کا لحاظ رکھنے کا دکھاوا کر رہا تھا۔

اس نے اہلبیتؑ کے مطالبے پر صحابئ رسول نعمانؓ بن بشیر انصاری کو آل محمدؐ کے لٹے ہوئے کارواں کو واپس مدینہ پہنچانے کی ذمہ داری سونپی۔ کئی سوار اور پیادوں کو ہمراہ چلنے کا حکم دیا اور بہترین اونٹوں پر آراستہ پیراستہ محملیں سفر کے لئے فراہم کیں۔ زینبؑ نے محملوں کی آراستگی دیکھی تو آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ زین العابدینؑ کو بلایا اور رندھی ہوئی آواز میں بولیں: "بیٹا! یزید کے کارپردازوں سے کہو کہ ہمیں یہ آراستہ محمل نہیں چاہئیں۔ ہمیں سیاہ محملیں فراہم کی جائیں تاکہ لوگوں پر ہماری مصیبت ظاہر ہو اور انہیں پتا چلے کہ ہم آل محمدؐ سوگوار ہیں

اور حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے سوگ اور ماتم میں ہیں"۔

زینبؑ کے صبر واستقلال، عظمت و وقار نے ایسی فضا کی تشکیل کر دی تھی کہ یزید ایسا ظالم و مطلق العنان حکمران بھی ان کے کسی فرمان سے سرتابی کی مجال نہیں رکھتا تھا۔ فوراً سیاہ پوش محملوں کا بندوبست کر دیا گیا۔ شام کی روتی، فریاد کرتی، عورتوں نے زینبؑ اور دوسری سیدانیوںؑ کو گھیر لیا۔ ان کے دل ان کی آنکھوں کے رستے بہتے تھے۔ ان کی روحیں لٹے ہوئے قافلے کا طواف کرتی تھیں۔ وہ پشیمانی سے اپنے بال نوچتیں، سر و سینہ پیٹتیں، خود کو اور حکومت کو ملامت کرتی تھیں۔ بالآخر زین العابدینؑ نے انہیں پیچھے ہٹنے کے لئے کہا تاکہ سیدانیوں کو سوار کرایا جا سکے۔

اسی وقت ہٹو بچو کا شور بلند ہوا۔ لوگوں نے راستہ دیا تو یزید کا فرستادہ زریں علم لہراتا ہوا قریب آیا۔ اس کے پیچھے غلاموں کی ایک قطار تھی جو سیم و زر، خلعت ہائے فاخرہ اور دوسرے تحائف سے لدے ہوئے تھال سروں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ زین العابدینؑ کے سامنے تعظیم سے خم ہوا اور بولا: "حاکم یزید ابن معاویہ نے یہ مال و زر آپ کے ہمراہ روانہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ شاید اس سے ان مصائب کی کچھ تلافی ہو سکے جو آپ پر گزرے ہیں۔"

زین العابدینؑ نے حقارت سے اس مال و زر کو دیکھا۔ زینبؑ

نے آہ سی بھری ــــ سنگدل حکمران کی گھٹیا ذہنیت پر ان کا دل کٹ کر رہ گیا ــــ بھلا ہاتھوں کا یہ میل ایک چھوٹے سے چھوٹے لمحے کی تلافی بھی کرسکتا تھا جو آل محمدؑ پر گزرا تھا ــــ جن کی اپنی ٹھوکروں میں دوجہان کے خزانے تھے، وہ مال دنیا کے اس گھٹیا مظاہرے پر کیا نگاہ ڈالتے ــــ زینبؑ نے منہ پھیر کر درشت لہجے میں کہا: "زین العابدینؑ ــــ! اس شخص سے کہہ دو کہ یہ سب کچھ واپس لے جائے اور یزید ابن معاویہ سے کہہ دے کہ وہ کس قدر بے حیا اور سنگدل ہے کہ اس نے حسینؑ ایسے سیدو سردار اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا اور اس کی تلافی کے لئے یہ مال و اسباب بھیجا ہے ــــ کیا اس نے ہمارے نانا محمد مصطفیٰؐ کی یہ حدیث نہیں سنی کہ جو شخص کسی مومن کو پریشان اور رنجیدہ کرے اور اس کے بعد تمام دنیا بھی اس کو بخش دے تو اس حزن وملال کا جو اسے پہنچ چکا ہے بدلہ یا عوض نہیں دیا جاسکتا" ــــ

سیاہ پوش محملوں کا سوگوار کارواں شام کو ملامتوں میں غرق کر کے یزیدیت کی بنیادیں ہلا کے مدینہ کی سمت روانہ ہوا تو آنسو بہاتے۔ پشیماں لوگ اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ وہ شہر سے باہر آکر بھی بہت دور تک کارواں کے ساتھ چلے اور اس وقت تک آنسوؤں کی دھند میں سے انہیں دیکھتے رہے جب تک وہ نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوگئے۔

زینبؑ نے چلنے سے پہلے ہی کاروان کی سمت متعین کردی تھی اور مہاری نے اپنا رخ اس وادیٔ کرب وبلا کی جانب کرلیا تھا جہاں حسینؑ نے اپنے مقدس خون سے تپتی ریت پر اسلام کی سربلندی لکھ کر خاک کو خاکِ شفا اور کربلا کو معلیٰ بنا دیا تھا اور زینبؑ نے تپتی ریت سے حسینؑ کا پیغام اٹھا کر بستی بستی قریہ قریہ میں عام کر کے دلوں پر لکھ دیا تھا، روحوں میں بسا دیا تھا اور لہو کے اس ابدی پیام کو لہو میں رچا کر ہر ایک وجود میں گردش دیدی تھی۔

سیاہ علم اور سیاہ پوش محمل دور ہی سے دیکھنے والوں کو اپنی جانب متوجہ کرلیتے تھے ــــ جو لوگ اس سے آگاہ تھے کہ آل محمدؐ کا لٹا ہوا قافلہ اپنی قربانیوں سے ملوکیت کو سرنگوں کر کے، دین حق کا پرچم بلند کر کے اپنے وطن مدینہ کی سمت جارہا ہے ــــ وہ پہلے ہی ان کے استقبال کیلئے راہوں میں آنکھیں بچھا دیتے تھے ــــ راستوں کے دونوں طرف کھڑے وہ اہل کارواں پر اپنے آنسوؤں کے موتی لٹاتے تھے اور جو لوگ بے خبر تھے وہ سیاہ پوش قافلے کو دیکھ کر اس سیاہ پوشی کا سبب دریافت کرنے رک جاتے تھے ــــ

یہ زینبؑ کی حکمت ودانشمندی تھی کہ عراق سے مدینے تک ہر جگہ، ہر قریے اور ہر آبادی میں حسینؑ کا لافانی پیام خوشبو کی طرح پھیل گیا ــــ جگہ جگہ لوگ اپنے آنسوؤں کی نذر گزارنے، اپنے جذبات کے ہدیے پیش کرنے کیلئے کارواں کو ٹھہرا لیتے تو زینبؑ فصیح و بلیغ خطبوں سے مقصد حسینی کی پہچان جس طرح چاہئے تھی کروا دیتیں ــــ یہ زینبؑ کی عظیم شخصیت کا اعجاز تھا کہ وہ حسینؑ کے پیام کو اپنے ساتھ ساتھ لیکر چل رہی تھیں ــــ وہ جن راہوں سے گزرتی تھیں، حسینؑ کے پیغام کو عوام کے دلوں میں اس طرح بسا دیتی تھیں کہ ان کے لبوں سے بے ساختہ "ہائے حسینؑ ــــ! مظلوم حسینؑ ــــ!" کی صدائیں بلند ہوتیں اور ان کی زندگیوں کا ایک حصہ بن جاتیں ــــ

یہاں تک کہ نہر فرات دور سے چاندی کی ایک لکیر کی طرح چمکی

اور اس کے کنارے پیاسے شہیدوں کی گل رنگ بستی کے پہنچانے ہوئے آثار آہستہ آہستہ قریب آنے لگے ـــ زینبؑ کی آنسو بھری آنکھوں میں وہ سارے دلدوز منظر اب تک روز اول کی طرح زندہ اور جیتے جاگتے تھے ـــ وہ سارے مقام ان کے دل پر کھدے ہوئے تھے ـــ جہاں جہاں ان کے پیاروں نے دین اسلام کو نئی زندگی دینے کی خاطر اپنی زندگیاں قربان کر دی تھیں ـــ یہ وہ قریہ تھا جس کی مٹی میں حسینؑ کا مقدس لہو رچا ہوا تھا ـــ جس کی ہواؤں میں حسینؑ کی خوشبو بسی ہوئی تھی ـــ جس کی فضاؤں میں بقول شاعر حسینؑ کی آواز کی گونج ٹھہر گئی تھی:

"اگر میرے ناناؐ کا دین اس وقت تک برقرار نہیں رہ سکتا جب تک میری رگ حیات قطع نہ ہو جائے ـــ
تو اے خون آشام تلوارو ـــ! آؤ میرا جسم حاضر ہے ـــ
خدا کی قسم میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو تمہارے قبضے میں نہیں دوں گا ـــ
اور نہ ہی غلاموں کی طرح تمہارے سامنے سے بھاگوں گا۔"

دل اس جانب کھنچنے لگے ـــ روح آنکھوں میں سمٹ آئی ـــ ضبط کا یارا نہیں رہا ـــ ابھی اونٹ بٹھائے بھی نہیں گئے تھے کہ زینبؑ نے بیتاب ہو

کر خود کو محمل سے نیچے گرا دیا اور والہانہ قبروں کی اس جیتی جاگتی بستی کی طرف کھنچتی چلی گئیں جو شہر خموشاں کے بجائے ایک آباد اور رستا بستا قریہ معلوم ہوتا تھا— حسینؑ کی قبر پر زیارت کے لئے آئے ہوئے صحابئ رسول جابر ابن عبداللہ انصاریؓ، کچھ بنی ہاشم اور دیگر زائرین پیچھے ہٹ کر پاس ادب سے بہت دور چلے گئے—

زینبؑ والہانہ حسینؑ کو پکارتیں قبر سے یوں لپٹ گئیں جیسے بھائی کے گلے لگ گئی ہوں— ان کے آنسوؤں میں— ان کی آہوں میں— ان کے نالہ و فریاد میں سوا سال کی اسیری کے سارے دکھ بول رہے تھے:

"حسینؑ میرے بھائی— میرے ماں جائے— ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک—!

میں کس زبان سے وہ مصائب بیان کروں جو ہم پر کوفہ و شام میں گزرے—

ناناؐ کی امت نے کس کس طرح ہمیں اذیت پہنچائی ہے، میں کس طرح زبان پر لاؤں—؟

کس طرح ان ناسزا کلمات کا تذکرہ کروں؟ اور کیوں کر اس توہین اور شماتت کو بیان کروں جو اہل کوفہ و شام کے ذریعے ہمیں پہنچی ہے"—

تمام سیدانیاں اپنے پیاروں کی قبروں سے لپٹیں اس طرح گریہ و زاری کر رہی تھیں کہ ہر طرف ایک کہرام سا مچ گیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے زمین و آسمان اور گردو پیش کی ہر شے اس نالہ و ماتم میں شریک ہوگئی ہے۔ میدان کربلا میں محشر بپا تھا۔ بالآخر جابر ابن عبداللہ انصاریؓ نے غم واندوہ سے نڈھال زین العابدینؑ سے استدعا کی کہ سیدانیوں کو تسلی دے کر قبروں سے علیحدہ کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ غم کی شدت سے جان دیدیں۔

اطراف و اکناف کے قریوں اور قبیلوں کو خبر ہوئی کہ آل محمدؐ یزید کی قید سے رہا ہو کر کربلا کی گلرنگ بستی میں اترے ہیں تو وہ جوق درجوق اظہار غم اور تعزیت کے لئے آنے لگے۔ خواتین نے زینبؑ کو گھیر لیا اور اپنے دلی جذبوں کا اظہار کرنے لگیں۔ زینبؑ مسند نشین ہوئیں اور کربلا کی ساری تاریخ اور کوفہ و شام کی کل روداد آنسوؤں اور آہوں میں بھگو کر ان کے دلوں پر نقش کردی۔ انہیں حسینؑ کی ان بے نظیر قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھنے، انہیں دوسروں تک پہنچانے اور آل محمدؐ کے غم میں شریک ہونے کا سلیقہ سکھایا۔ زینبؑ کے ہونے سے حسینؑ کی قبر مبارک زائرین کی آماجگاہ بن گئی اور ہر وقت حسینؑ کیلئے رونے والوں۔ حسینؑ کی قربانیوں کا تذکرہ کرنے والوں کا وہاں ہجوم رہنے لگا اور ہر لمحہ کربلا کی فضا میں

"حسینؑ حسینؑ ــــ! مظلوم حسینؑ ــــ!" کی صدائیں گونجنے لگیں ــــ

زینبؑ کو اپنے دل کے ٹکڑوں کی قبروں کی خبر لینے کی ہوش تک نہیں تھی ــــ ان کے دن اور رات حسینؑ کی قبر پر حسینؑ کے مصائب بیان کرنے اور کربلا کے اردگرد کے قبائل کو حسینؑ کی عزاداری کے آداب سکھانے میں بسر ہوتے تھے ــــ یہاں تک کہ ایک روز زین العابدینؑ زینبؑ کی خدمت میں آئے اور ادب و احترام سے عرض کرنے لگے: "پھوپھی اماں! اجازت ہو تو مدینہ روانگی کا قصد کیا جائے ــــ نعمان ابن بشیر اور دوسرے کارندوں کو ہمیں منزل مقصود پر پہنچا کر اپنے اپنے گھروں کو واپس جانا ہے" ــــ

زینبؑ نے ایک آہ سرد کھینچی: "جان مادر ــــ! میری آنکھوں کی ٹھنڈک ــــ! بیٹا مجھے یہیں اپنے پیارے بھائی کے پاس ہی چھوڑ دو ــــ میں یہیں رہوں گی ــــ یہاں تک کہ مجھے موت آجائے ــــ بیٹا ــــ! میں کس طرح اہل مدینہ سے مل سکوں گی ــــ؟ میں خالی گھروں کو کس طرح دیکھوں گی جن کی رونق یہاں کربلا میں پیوند خاک ہوگئی ہے" ــــ

"آپ بجا فرماتی ہیں پھوپھی اماں ــــ!" زین العابدینؑ کا گلا رندھ گیا ــــ "سب عزیز و اقرباء کو کھو کر ہم کس دل سے مدینہ جائیں ــــ؟ کیونکر ان اجڑے ہوئے گھروں میں رہیں ــــ؟ لیکن خدا کی رضا اسی میں

تھی۔۔ ناناؐ کے دین کی بقا ان قربانیوں کے بغیر ممکن نہیں تھی"۔۔

نہ جانے زینبؑ نے کس دل سے رضامندی دی تو زین العابدینؑ نے نعمان ابن بشیرؓ سے محمل تیار کرنے کو کہا۔۔ کوچ کا وقت ہوا تو رخصت کا لمحہ قیامت بن گیا۔۔ حسینؑ کی قبر سے بچھڑنا آسان تو نہیں تھا۔۔ زینبؑ دل کی زیروزبر کیفیات کے ساتھ آنسو بہاتیں۔۔ کبھی قبر سے لپٹ جاتیں۔۔ کبھی تربت کی مٹی کو حسرت سے چومتیں۔۔ کبھی حسینؑ کے مزار کا طواف کرتیں اور کبھی دکھوں کے بوجھ سے جھک کر قبر پر گر پڑتیں۔۔

زین العابدینؑ نے آگے بڑھ کر انہیں سہارا دیا۔۔ تسلی وتشفی دیتے وہ انہیں تھام تھام کر محمل تک لائے۔۔ زینبؑ حسرت سے مڑمڑ کر دیکھتیں سوار ہوئیں۔۔ قافلہ روانہ ہو گیا اور زینبؑ کے دلخراش بین فضائے کربلا میں گونجتے رہ گئے۔

کالے علم اٹھائے، سیاہ عماریوں کا سوگوار قافلہ جہاں جہاں سے گزرا ـــ جس جس مقام پر اترا ـــ غم سے نڈھال زینبؑ نے اپنے دینی فریضے سے ہر لمحے کو سجایا ـــ ہر منزل اور ہر پڑاؤ پر مردوزن جوق در جوق اپنے جذبات غم کا اظہار کرنے کے لئے اکٹھے ہو جاتے تو زینبؑ کا خیمہ عزاخانہ بن جاتا ـــ زینبؑ کے آنسوؤں کی فصاحت و بلاغت ان کی نیزوں کی انیوں سے چھنی ہوئی چادر پر حسینؑ کے مصائب اور دین اسلام کے لئے ان کی قربانیوں کا خونچکاں احوال لکھتی ـــ عوام کے دلوں میں غم و اندوہ کے بیج بار آور ہوتے اور وہ کربلا کی نرالی گلرنگ داستان اپنے ہمراہ اپنی زمینوں، اپنی بستیوں اور اپنے گھروں میں لے جاتے ـــ اس طرح کہ ان کے سر شرم سے جھکے ہوئے ہوتے، ان کے دل غم سے سلگ رہے ہوتے اور ان کے ہونٹوں پر یہی لفظ ہوتے کہ ہم روز حشر رسول اللہؐ کا سامنا کس

طرح کریں گے کہ ان کے عزیز ترین کے ساتھ ایسا ناروا سلوک ہوا اور ہمیں خبر تک نہ ہوئی ـــ

مقصد حسینی کی تشریح کرتے، ان کی قربانیوں کا احوال کہتے اور یزیدیت کو طشت ازبام کرتے یہ مختصر سا سیاہ پوش قافلہ مدینے کے قریب آن پہنچا ـــ جانے پہچانے راستوں پر بہتی ہواؤں میں بسی اپنوں کی خوشبو آئی تو زینبؑ کے بے قرار دل نے بے ساختہ آہ کی :

"اے ناناؐ کے مدینے ـــ! کہاں ہیں وہ دن جب ہم یہاں سے شادو آباد نکلے تھے اور ہماری جماعت کثیر تھی ـــ

آج ہم تیری طرف پلٹے ہیں تو حوادث زمانہ سے رنجیدہ اور زخم خوردہ ہیں ـــ

ہم نے اپنے مردوں کو کھو دیا ہے اور ہماری گودیاں ویران ہیں ـــ

زمانے نے ہمارے ساتھ کتنا برا سلوک کیا ہے" ـــ

زین العابدینؑ کا چہرہ یوں متغیر ہوگیا جیسے ان کی روح ان کے جسم سے پرواز کر جائے گی ـــ انہوں نے مدینے سے کچھ دور کارواں کو ٹھہرا لیا ـــ پڑاؤ کا ارادہ ظاہر کیا اور نعمان ابن بشیرؓ سے کہا کہ وہ مدینہ جاکر سب کو اطلاع کردے کہ حسینؑ کا قافلہ امت کے ہاتھوں لٹ کر مدینہ

واپس آگیا ہے۔

نعمان ابن بشیرؓ نے گریبان چاک کیا۔ آستینیں الٹیں۔ سر پر خاک ڈالی اور پریشان حال نوحہ و فریاد کرتا ہوا مدینہ کی جانب روانہ ہوگیا۔ زینبؑ بے چین اور مضطرب ہوگئیں۔ کبھی اٹھتیں کبھی بیٹھتیں۔ کبھی خاک پر گر پڑتیں۔ کبھی آہیں بھرتیں۔ کبھی دل تھام لیتیں اور کبھی پریشان خاطری سے کہتیں: "مجھے کسی صحرا کی طرف نکل جانے دو۔ میں کس دل سے مدینے میں قدم رکھوں گی۔؟ اسیری کی اس رسوائی کے بعد میں کس طرح اہل مدینہ کا سامنا کروں گی۔؟ کیونکر ان کے سوالات کے جوابات دوں گی۔؟"

کبھی حسینؑ کو مخاطب کر کے کہتیں: "حسینؑ میرے بھائی۔! آپ کے عزیز و اقرباء آپ کے دوست احباب آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ وہ آپ کے متعلق پوچھیں گے تو ہم انہیں کس طرح بتائیں گے کہ فرزند رسولؐ کو کربلا کے ریگ زار میں کتنی بے دردی سے تہہ تیغ کیا گیا ہے"۔

تمام سیدانیوں کی حالت غیر تھی۔ سب کے دل درد سے پھٹے جاتے تھے۔ کسی کل چین نہیں آتا تھا کہ یکایک دور سے گریہ و بکا کا شور بلند ہوا جو تیزی سے قریب آنے لگا اور لمحوں میں ام المومنین ام سلمیٰؓ،

عباس علمدارؑ کی والدہ ام البنینؓ، دیگر ہاشمی خواتین کے ساتھ پریشان حال روتی پیٹتی، فریاد بلند کرتی، خیموں کے پردے اٹھا اٹھا کر زینبؑ اور حسینؑ کو بے اختیار پکارنے لگیں ـــ ان کے پیچھے ہاشمی مرد اور اہل مدینہ بھی تھے جو سر و پا برہنہ منہ پر طمانچے مارتے، بال نوچتے اور آہ و بکا کرتے تھے ـــ

ام البنینؓ حیرت اور بے یقینی سے ایک ایک بی بی کو تکتی تھیں مگر پہچان نہیں پاتی تھیں ـــ پھر پلٹ کر جھکی ہوئی کمر اور سفید بالوں والے مرد کو دیکھتی تھیں اور دکھ سے سر و سینہ پیٹتی تھیں ـــ انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ یہی تیئیس سالہ جوان زین العابدینؑ ہے ـــ؟ جو عرب و عجم کی شرافتوں کا مرکز نازک مزاج حسین شہزادہ تھا ـــ جس کے سر کے سارے بال سفید تھے، کمر جھکی ہوئی تھی اور اتنی سی عمر میں غمزدہ چہرے پر صدیوں کی مسافتوں کا کرب تھا ـــ اور یہی خدیجہؑ اور فاطمہؑ کے حسن و جمال کا ترشا ہوا پیکر زینبؑ ہیں جن کے چاند چہرے پر کرب و بلا چھائی تھی ـــ جن کی غم کے بوجھ سے جھکی ہوئی کمر سیدھی نہیں ہوتی تھی ـــ جن کی کلائیوں پر رسیوں کے نشان تھے اور جن کا سارا وجود غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا نظر آتا تھا ـــ

عباس علمدارؑ ایسے یکتا روزگار شجاع کی ماں کو ابھی یقین کرنے کے لئے وقت چاہئے تھا کہ ان کے جوانمرد بیٹے کے ہوتے ہوئے یہ سب کس طرح ہو گیا تھا ـــ دوسری ہاشمی خواتین حیرت و افسوس کے ساتھ غم

کی دھوپ میں سنولائے ہوئے چہروں کو پہچاننے کی کوشش کر رہی تھیں —
انہیں شہادت حسینؑ کی اڑتی اڑتی سی خبریں ملی تو تھیں لیکن وہ اس کا تصور
بھی نہیں کر سکتے تھے کہ رسول اللہؐ کی نسل میں سے صرف زین العابدینؑ
ہی سلامت تھے — مگر ان کی حالت بھی ایسی تھی جیسے جیتے جی مر گئے
ہوں — خانوادۂ عصمت و طہارت کی پروردہ بیبیاں اتنی خستہ حال تھیں کہ
سگے رشتے داروں سے بھی پہچانی نہیں جاتی تھیں —

پھر عباس علمدارؑ کی ماں نے غموں کی گرد اور دکھوں کے غبار میں
اٹے چہروں کے مانوس خدوخال کو پہچانا اور بیتاب ہو کر زینبؑ کو گلے سے لگا
کر فریاد کی: "زینبؑ —! یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں —؟ میرا لاڈلا —!
میری آنکھوں کی ٹھنڈک — میرا حسینؑ کہاں ہے —؟ میں نے تو عباسؑ
کو بڑی تاکید کی تھی کہ حسینؑ سے ایک پل کو غافل نہ ہونا — یہ اس کے
ہوتے کیا ہو گیا ہے —؟ وہ کہاں تھا —؟ کیا کر رہا تھا —؟"

عباس علمدارؑ کے نام پر زینبؑ کا دل کٹ کر رہ گیا — اذیت
سے تڑپ کر بولیں: "اماں —! عباسؑ جیسا کون ہے —؟ اس نے تو
وفاداری کی حد کر دی — بچوں کی پیاس بجھانے کو اس نے اپنا خون پانی کی
طرح بہایا — چچا جعفر طیارؑ کی طرح دونوں بازو کٹوا دیئے لیکن علم اسلام کو
گرنے نہیں دیا" —

دوسری ہاشمی خواتین بھی قریب آگئیں۔۔۔ سیدانیوں کو پہچان کر ان کے گلے سے لگ گئیں اور ان بہادر اور نیک سرشت خوبصورت ہاشمی نوجوانوں میں سے ایک ایک کے بارے میں پوچھنے لگیں جو قافلے کے ہمراہ گئے تھے۔۔۔ زینبؑ نے آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ اٹھایا اور جگر خراش لہجے میں بولیں:

"کاش۔۔۔! ہم پر ٹوٹنے والے مصائب بیان میں آسکتے۔۔۔
کاش۔۔۔! بتایا جاسکتا کہ ہمارے پیاروں کو کس بے دردی سے ذبح کیا گیا۔۔۔
کاش۔۔۔! بیان کیا جاسکتا کہ کربلا میں کس طرح آل رسولؐ کا خون بہایا گیا۔۔۔
کس بے حیائی سے ہمارے خیموں میں آگ لگا کر ہماری چادریں چھینی گئیں۔۔۔
ہمارا مال و اسباب لوٹا گیا اور ہمیں قیدی بنا کر شہر بہ شہر پھرایا گیا۔۔۔
اور بدکار فاسق و فاجر حکمرانوں کے درباروں میں پیش کیا گیا"۔۔۔

زینبؑ کے خونچکاں لفظ ہاشمی خواتین پر قیامت بن کر ٹوٹے۔۔۔ وہ

دکھ اور صدمے سے بیتاب ہو گئیں ــــ ان کے نوحہ و فریاد سے زمین و آسماں لرزنے لگے ــــ مدینے والوں نے گریبان چاک کر ڈالے ــــ سروں کے بال نوچے اور خاک اڑانے لگے ــــ ان کی حالت ایسی غیر تھی جیسے روتے روتے ہلاک ہو جائیں گے ــــ بالآخر زین العابدینؑ سنبھلے اور انہوں نے اہل مدینہ کو خاموش ہو جانے کے لئے کہا ــــ رفتہ رفتہ ان کے شدت گریہ میں کمی آئی تو حمد خداوندی کے بعد زین العابدینؑ نے انہیں مخاطب کیا:

"اے اہل مدینہ ــــ! نبیؐ کے نواسے حسینؑ کو شہید کر دیا گیا ہے ــــ ان کے سر مبارک کو بلند نیزے پر چڑھا کر شہروں میں گھمایا گیا اور ہمیں قیدی بنا کر ہر جگہ ہماری تشہیر کی گئی ــــ ہمارے ساتھ کافروں اور مرتدوں کا سا سلوک کیا گیا ــــ حالانکہ ہم نے نہ کوئی گناہ کیا تھا، نہ کسی جرم کا ارتکاب کیا تھا اور نہ اسلام میں کوئی رخنہ اندازی کی تھی ــــ بخدا ــــ! اگر رسول خداؐ نے ہمارے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا ہوتا تو بھی یہ لوگ اس سے زیادہ اور کچھ نہ کرتے جو انہوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے" ــــ

اہل مدینہ میں ایک مرتبہ پھر کہرام برپا ہو گیا ــــ "ہائے حسینؑ ــــ!"

اور "مظلوم حسینؑ ـــ!" کی صدائیں دلوں میں طوفان اٹھانے لگیں ـــ مدینہ کے مرد و زن میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جو گھر سے نہ نکل آیا ہو ـــ کوئی آنکھ ایسی نہیں تھی جو آنسوؤں سے خالی ہو اور کوئی لب ایسے نہیں تھے جو نوحہ و فریاد نہ کر رہے ہوں ـــ

یہاں تک کہ ظہر کا وقت قریب آگیا ـــ زین العابدینؑ نے نماز کی ادائیگی کے بعد مدینہ چلنے کی تیاری کی ـــ زینبؑ نہ جانے کس دل سے چلنے کے لئے اٹھیں اور سب سے پہلے نانا رسول اللہؐ کے مزار اقدس پر حاضری دینے کے لئے کہا ـــ سیاہ علم کھولے گئے ـــ لوگ نوحہ و ماتم کرتے ہوئے ہمراہ ہوگئے ـــ

جیسے جیسے ناناؐ کا مرقد منور قریب آتا تھا ـــ زینبؑ کی آنکھیں برستیں اور دل امنڈتا تھا ـــ غیروں کے ستم سہتے سہتے صدیوں بعد کسی اپنے کی خوشبو آئی تھی ـــ ناناؐ کی شفقتیں ـــ ناناؐ کی آغوش کا تحفظ ـــ ناناؐ کی محبتوں کی ملائمیت ابھی زینبؑ کو بھولی تو نہیں تھی ـــ وہ بے تابانہ مزار تک پہنچیں اور چوکھٹ پر ہاتھ رکھ کر فریاد کی :

"ناناؐ ـــ! میں آپ کے پاس آپ کے پیارے
حسینؑ کی شہادت کی خبر غم لیکر آئی ہوں" ـــ

پھر لڑکھڑاتے قدموں سے اندر داخل ہوئیں اور قبر مبارک سے

یوں لپٹ گئیں جیسے ناناؐ کے سینے سے لگ گئی ہوں اور دل کا درد بے ساختہ لبوں پر آ گیا:

"ناناؐ ـــ! جس حسینؑ کو آپ کلیجے سے چمٹائے رکھتے
تھے اس کا سر تن سے جدا کیا گیا ـــ
اس کے جسم نازنین پر گھوڑے دوڑائے گئے ـــ
جن لبوں پر آپ اپنے لب ہائے مبارک رکھتے تھے ان
لبوں کو چھڑی سے گستاخانہ کھٹکھٹایا گیا ـــ
ناناؐ ـــ! آپ نے تو حاتم طائی کی بیٹی کو بھی چادر
اوڑھائی تھی ـــ
لیکن آپ کی بیٹیاں ـــ پھٹے کپڑوں ـــ کھلے سروں
چہروں کے ساتھ ـــ رسیوں میں بندھیں ـــ
ہزاروں لوگوں کا تماشہ بنائی گئیں" ـــ

زینبؑ کے بین سن سن کر رسول اللہؐ کی قبر مبارک لرزتی تھی ـــ سننے والیاں شدت غم سے بے ہوش ہو ہو کر گرتی تھیں ـــ خود زینبؑ اور دوسری سیدانیوںؑ کی حالت سخت غیر تھی ـــ آخر زین العابدینؑ نے انہیں سنبھالا اور اگلی منزل جنت البقیع کی جانب لے چلے جہاں ماں اور بھائی کی قبروں کی مٹی زینبؑ کی راہ تک رہی تھی ـــ وہ ماں کو اپنے سارے دکھ

سنانے ــــ اپنے تمام زخم دکھانے کے لئے والہانہ کھنچتی چلی گئیں ــــ ان کے تڑپتے ہوئے لفظوں نے ماں کی قبر کو ہلادیا:

"اماں ــــ! آپ تو جانوروں کی پیاس پر تڑپ جاتی تھیں ــــ مگر آپ کے لاڈلے حسینؑ کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیا گیا ــــ!

اماں ــــ! قصاب بھی بھیڑ بکریوں کو اس طرح ذبح نہیں کرتے جس طرح حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا گیا ــــ!

اماں ــــ! آپ نے لوگوں کے بدن ڈھانپے ــــ مگر آپ کی بیٹیاں ہزاروں مسلمانوں کے سامنے اس طرح لائی گئیں کہ ان کی چادریں چھین لی گئی تھیں اور ان کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے ــــ!

اماں ــــ! کسی مسلمان کو مصیبت میں دیکھ کر آپ کا کلیجہ کٹ جاتا تھا ــــ آپ خود تکلیف اٹھا کر بھی اس کی مدد کرتی تھیں ــــ!

لیکن آپ کے کلیجے کے ٹکڑے کا کسی نے خیال نہیں کیا ــــ!!

کسی نے نہیں سوچا کہ یہ فاطمہؑ کی اولاد ہے ــــ جس کے گھر میں وحی آئی تھی اور جس کی تعظیم رسول اللہؐ بھی کرتے تھے ــــ!

اماں ــــ! آپ کا سرسبز و شاداب باغ اجڑ گیا ہے ــــ!!

چند پھول اور ننھی کلیاں زینبؑ کا دل ہی جانتا ہے کہ وہ کس مصیبت سے بچا کر لائی ہے ــــ!

خدا ان کی عمر دراز کرے ــــ!!

اللہ مسلمانوں کو توفیق دے کہ شہادت حسینؑ سے اسلام کے معنی سمجھیں" ــــ!!

زینبؑ اپنے گھر کے بجائے حسینؑ کے گھر میں اتریں تو خالی گھر دیکھ کر کلیجہ منہ کو آگیا۔۔۔ درو دیوار سے برستی ویرانی سارے وجود میں اتر گئی۔۔۔ حسینؑ کی خالی مسند اور اجڑا آنگن دل و جان کو کرچی کرچی کرنے لگے۔۔۔ ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔۔۔ صبر کا یارا نہیں رہا۔۔۔ زینبؑ ٹوٹ کر حسینؑ کی مسند پر گریں۔۔۔ شدت غم سے اپنا سر کئی بار اس سے ٹکرایا۔۔۔ اپنے آنسوؤں سے اسے تر کر دیا اور حسرت سے دونوں ہاتھ اس پر رکھ کر درد سے چھلکتے لہجے میں حسینؑ کو پکارا:

"حسینؑ۔۔۔! میرے ماں جائے۔۔۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔۔۔

آپ کے ناناؐ۔۔۔ آپ کی والدہؑ۔۔۔ آپ کے بھائی۔۔۔ آپ کے عزیز و اقرباء۔۔۔ آپ کے دوست۔۔۔ آپ

کے چاہنے والے ـــ سب آپ کے منتظر ہیں ـــ!

آپ کے متعلق مجھ سے پوچھتے ہیں ـــ حسینؑ میرے بھائی میں انہیں کیا جواب دوں ـــ؟

کس زبان سے انہیں بتاؤں کہ ناناؐ کی امت نے آپ کو کس بے دردی سے ذبح کر دیا ہے ـــ!!

میرے لئے غم کی ایک طویل وراثت باقی ہے ـــ!

اے کاش ـــ! میں حسینؑ سے پہلے اس دنیا سے اٹھ گئی ہوتی اور مجھے بھلا دیا گیا ہوتا" ـــ!!

حسینؑ کا گھر رونے والوں کی ہچکیوں اور آہوں سے چھلکنے لگا ـــ فضا میں آنسوؤں کی نمی تیرنے لگی ـــ حسینؑ کا پرسہ دینے والوں، تعزیت کرنے والوں اور شریک غم ہونے والوں کا تانتا بندھ گیا ـــ دن اور رات کا کوئی لمحہ ایسا نہیں تھا جب حسینؑ کے گھر سے مرثیوں کی صدا نہ آتی ہو ـــ نوحہ و ماتم کا شور بلند نہ ہوتا ہو ـــ "ہائے حسینؑ ـــ! مظلوم حسینؑ ـــ!" کے دردناک بین نہ سنائی دیتے ہوں ـــ

زینبؑ، حسینؑ کے غم کی وارث بن کر مسلسل پندرہ دن اور پندرہ رات تعزیت کے لئے آنے والوں کو حسینؑ کی مظلومیت سے آگاہ کرتی رہیں ـــ کربلا میں گزرنے والے واقعات کی تفصیلات بتاتی رہیں ـــ کوفہ و

شام میں گزرنے والے ایک ایک لمحے کی اذیتناک روداد سناتی رہیں۔ زینبؑ کے ساتھ ساتھ مدینے کی ہوائیں نوحہ کرتی تھیں۔ فضاؤں سے بین سنائی دیتے تھے۔ آسمان سے آنسو برستے تھے۔ زمین خاک اڑاتی تھی۔ روضۂ رسولؐ سے ہمہ وقت صدائے گریہ بلند ہوتی تھی اور جنت البقیع میں دختر رسولؐ کی قبر روتی تھی۔

ہر طرف اداسی اور سوگواری کا موسم چھایا تھا۔ اسی رنگ میں۔ اسی انداز میں ماتمی دن اور گریہ کناں راتیں گزرتی چلی جاتی تھیں کہ ایک روز زینبؑ کے شوہر نامدار عبداللہ ابن جعفرؓ نے امام زین العابدینؑ سے درخواست کی کہ وہ ان کی طرف سے زینبؑ کی خدمت میں استدعا کریں کہ وہ اپنے گھر چلیں۔

زین العابدینؑ نے عزت و احترام سے زینبؑ تک ان کے شوہر کی خواہش پہنچادی۔ زینبؑ حسینؑ کے غم میں اس طرح کھو گئی تھیں کہ انہیں اپنے گھر کا ہوش ہی نہیں رہا تھا۔ عبداللہ بھی تمام وقت یہیں ہوتے تھے اور بیٹیاں بھی ہر روز زینبؑ کے پاس آجاتی تھیں۔ انہوں نے بھی اصرار کیا۔ زین العابدینؑ نے تائید کی تو زینبؑ دل پر پتھر رکھ کر گھر جانے پر رضامند ہوگئیں۔

زین العابدینؑ نے انہیں حسینؑ کی طرح رخصت کیا اور چند قدم

کے فاصلے پر زینبؑ کے گھر انہیں خود پہنچانے کے لئے گئے ـــ زینبؑ نے گھر کی دہلیز پر پاؤں رکھا تو سونے آنگن پر نگاہ پڑی ـــ آگے قدم بڑھائے تو اداسی اور ویرانی نے استقبال کیا ـــ ممتا کی ٹیس نے کلیجے میں آگ دہکادی ـــ بیٹوں کے پیارے چہرے نگاہوں میں پھر گئے ـــ ان کی دلنواز آوازیں سماعت میں گونجنے لگیں ـــ پھر خالی خالی گھر اور بیٹیوں کی آنکھوں میں بھرے آنسوؤں پر نگاہ پڑی تو دل میں ایک ہوک سی اٹھی ـــ اس گھر کی رونق عونؑ و محمدؑ کو صدقہ کر کے بھی وہ امت کے ہاتھوں سے حسینؑ کو نہیں بچا سکی تھیں لیکن قلب و روح اس اطمینان سے بھرے تھے کہ یہ قربانیاں رائیگاں نہیں تھیں ـــ حسینؑ، تو نہیں بچ سکے تھے مگر حسینیت زندہ جاوید ہوگئی تھی اور بنائے لاالہ تھی ـــ

عونؑ اور محمدؑ کو حسینؑ پر سے صدقہ کرنے کے بعد زینبؑ نے پلٹ کر ان کی طرف نہیں دیکھا تھا ـــ اس وقت سے آج تک نہ ان کے لئے روئی تھیں، نہ آنسو بہائے تھے ـــ مگر آج گھر کو ان سے خالی پا کر ممتا کی تڑپ سینہ سلگانے لگی تھی ـــ عبداللہ ابن جعفرؑ نے بڑھ کر تعظیم و تکریم دی ـــ بیٹیوں نے اندر لاکر بٹھایا اور ماں کی دلجوئی کرنے لگیں ـــ

عبداللہؑ نے پوچھا: "زینبؑ بنتِ عم ـــ! میں یہ جاننے کا مشتاق ہوں کہ ہمارے بچوں نے اپنے امام اور ماموں کا حق تو ادا کیا ہے نا ـــ؟ ہم

روز حشر آپ کے نانا رسول اللہؐ اور مادر گرامی کے سامنے شرمندہ تو نہیں ہوں گے ـــــ ؟"

زینبؑ کی آنکھوں میں چمک آئی اور لہجے میں ممتا کا دلار اترا ـــــ وہ فخر سے سر اٹھا کر بولیں: "بے شک عبداللہؓ ـــــ! ہمارے بچوں نے ہمیں سرخرو کیا ہے ـــــ ان کی شجاعت و دلاوری دیکھ کر تو دشمن کے سپاہیوں کی زبان پر بھی ان کے دادا جعفر طیارؓ اور نانا حیدر کرارؑ کا نام تھا ـــــ وہ فرات کے کنارے پیاسے شہید ہو گئے لیکن پانی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا" ـــــ

عبداللہؓ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور ہمیشہ خدا کا شکر ادا کرتے رہے کہ وہ اپنی علالت کے سبب حسینؑ کے ساتھ کربلا نہیں جا سکے تھے تو ان کے بیٹوں نے ان کی نمائندگی کر کے ان کا حق ادا کر دیا تھا ـــــ

عونؑ و محمدؑ کے لئے یہ تڑپ اور بے قراری ممتا کا فطری تقاضا تھا ـــــ جو گھر کو بے رونق دیکھ کر بے ساختہ دل میں امنڈ آیا تھا لیکن اس کے بعد کسی نے زینبؑ کے لبوں پر ان کے بیٹوں کا نام نہیں دیکھا ـــــ نہ کسی نے انہیں ان کے لئے گریہ و زاری کرتے پایا ـــــ ان کی زندگی کا محور و مقصد حسینؑ کی ذات اور ان کی قربانیاں اور مصائب تھے ـــــ زینبؑ کے لئے اب ہر جگہ حسینؑ کا عزاخانہ تھی اور ہر گھر "بیت الحزن" تھا ـــــ جس طرح ان کی والدہ فاطمہؑ نے رسول اللہؐ کے وصال کے بعد تمام زندگی ان

کی یاد میں آنسو بہاتے گزار دی تھی ــــ اسی طرح زینبؑ نے بھی زندگی کے باقی ماندہ دن حسینؑ کے ماتم اور ان کے مقاصد کی اشاعت میں گزار دیئے ــــ

وہ جہاں جہاں سے گزری تھیں، عزائے حسینی کی بنیاد رکھتی آئی تھیں ــــ عوام کو حسینؑ کی یاد منانے کا قرینہ سکھاتی آئی تھیں ــــ تو اپنے گھر کو کیوں نہ عزاخانہ بنالیتیں ــــ کربلا کا سانحہ آل محمدؐ پر ہی نہیں بنو ہاشم کے گھروں میں بھی کرب و بلا بن کر چھا گیا تھا ــــ نہ ان کے گھروں میں چولہے جلتے تھے ــــ نہ کسی نے وہاں سے دھواں اٹھتے ہوئے دیکھا تھا ــــ خواتین نے زیب و زینت ترک کر دیا تھا اور ہمہ وقت ماتم حسینی میں مشغول رہتی تھیں اور اس کا مرکز زینبؑ تھیں ــــ

اس کے علاوہ زینبؑ کی ایک ذمہ داری زین العابدینؑ بھی تھے جن کی آنکھوں سے بہنے والے خون کے آنسو تھمتے ہی نہیں تھے ــــ پانی دیکھتے تو آہیں بھرتے ــــ کسی جانور کو ذبح ہوتے دیکھ لیتے تو ان کی حالت غیر ہو جاتی ــــ بازار سے گزرتے یا ہجوم پر نگاہ پڑتی تو روتے روتے بے ہوش ہو جاتے ــــ ان کی ڈھارس بندھانے، ان کی دلدہی کرنے، انہیں تسلی و تشفی دینے کو زینبؑ ہر وقت ان کے دھیان میں رہتی تھیں ــــ

عبداللہ ابن جعفرؑ حقیقی معنوں میں زینبؑ کے شریک زندگی تھے ــــ زینبؑ کے پاس تعزیت کے لئے خواتین کا ہجوم رہتا تو مرد عبداللہؑ

سے تعزیت کرتے ـــ مدینے کے قرب و جوار کی ساری بستیاں، تمام قبائل، جوق در جوق حسینؑ کا پرسہ دینے مدینے میں آتے تھے ـــ جن لوگوں کو حسینؑ سے عقیدت نہیں تھی انہیں ان کا تجسّس مدینہ کے محلّہ بنوہاشم میں لے آتا تھا ـــ جہاں زینبؑ کا گھر کربلا کی جیتی جاگتی تاریخ تھا اور جہاں خود زینبؑ بحیثیت عینی شاہد کے اپنے آنسوؤں سے اس کی گواہی دینے کو موجود تھیں ـــ

عوام دلوں پر کربلا کا نقش لیکر اپنے بھرے پرے گھروں کو لوٹتے تو ان کی آنکھوں میں حسینؑ کے اجڑے گھر کی تصویر اداسیوں کے رنگوں میں رنگی ہوتی ـــ ان کے وجود کے اندر حسینؑ کا نام دل بن کر دھڑکتا اور ان کے لبوں پر حسینؑ کی قربانیوں کے تذکرے پھول بن کر کھلتے جن کی مہک دور دور تک پھیلتی چلی جاتی ـــ

زینبؑ کا مقصد بڑے ہی غیر محسوس انداز میں ارتقاء کی منازل طے کرتا تکمیل کی جانب بڑھ رہا تھا ـــ حسینؑ کا نام دین بن گیا تھا ـــ حسینؑ ہی بنائے لاالہ تھے ـــ حسینؑ دلوں کے شہنشاہ تھا ـــ حسینؑ روحوں کے تاجدار تھے ـــ حسینؑ کا انکارِ بیعت یزید پر دائمی لعنت کی بوچھاڑ بن کر ہر لحظہ برستا تھا ـــ حسینؑ کی مظلومیت یزید کی لادینیت اور ظلم و استبداد پر ضرب کاری لگا رہی تھی ـــ حسینؑ کی قربانیاں یزید کے نام کو گالی بنا کر

تاریخ کے صفحات پر ثبت کر رہی تھیں۔

اس کے ساتھ زینبؑ، حسینؑ کے زندہ بچ جانے والے اکلوتے وارث اور اقلیم امامت کے چوتھے تاجدار زین العابدینؑ سے بھی غافل نہیں تھیں۔ جس طرح وہ جان کی بازی لگا کر زین العابدینؑ کو کربلا کی قتل گاہ سے بچا کر لے آئی تھیں۔ اسی طرح مدینے میں بھی انہیں حکومت کی عداوتوں اور دشمنوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھے ہوئے تھیں۔

امامؑ وقت سے تبلیغ دین کا فریضہ علیحدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ زین العابدینؑ سے رابطے کے درمیان زینبؑ وسیلہ بنتی تھیں۔ زین العابدینؑ کا نام چھپانے کے لئے ان کی رہنمائی اور علوم کو زینبؑ سے ہی منسوب کر کے عوام تک پہنچایا جاتا تھا اور لوگ اس پر ایمان رکھتے تھے۔ زینبؑ کی عظیم شخصیت عوام اور علماء کے درمیان اتنی ثقہ اور معتبر تھی کہ بنوامیہ کے دور میں جب امیر المومنین علیؑ مرتضٰی کا نام لینا بھی قابل تعزیر جرم تھا تو ان کی روایات بیان کرنے کے لئے ''ابوزینبؑ'' کا لقب استعمال کیا جاتا تھا۔ بنوہاشم روایات بیان کرتے ہوئے بڑے فخر سے ''ہماری عقیلہ نے بیان کیا ہے'' کہہ کر زینبؑ کی روایات بیان کیا کرتے تھے اور اسے معتبر سمجھا جاتا تھا۔

حکومت وقت حالات کی اس کروٹ سے بے خبر نہیں تھی۔

عوام کی صفوں میں پیدا ہونے والی بغاوت ڈھکی چھپی نہیں تھی۔۔۔ یزید اپنے مکروہ چہرے کو دائمی لعنت کی کالک سے سیاہ ہوتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ وہ اپنے سارے وجود کو ایک "گالی" بنتے ہوئے ازخود محسوس کر رہا تھا۔۔۔ اپنے ہی تخت و تاج سے اٹھتے جہنم کے شعلے ہر وقت اس کے وجود کو چاٹتے رہتے تھے۔۔۔ اس پر مدینہ کا حاکم اور دوسرے کارپرداز اسے برابر حالات اور عوام کی ذہنی تبدیلی کی خبر دے رہے تھے۔۔۔ وہ خود بھی سیاست کے الٹ پھیر سے واقف تھا اور اسے بخوبی اندازہ تھا کہ حسینؑ کی تحریک اور مقصد کو ہر آن نئی زندگی عطا کرنے والی ہستی کون ہے۔۔۔؟

زینبؑ کے شب و روز ذکرِ حسینؑ سے کبھی خالی نہیں ہوتے تھے ـــ وہ حسینؑ کے تذکروں کو اپنے آنسوؤں سے سیراب کرتی ہی رہتی تھیں ـــ ان کا گھر ایک ایسا عزاخانہ تھا جہاں ہر وقت مجلس حسینؑ ہوتی رہتی تھی ـــ اسی طرح تقریباً چار ماہ گزر گئے ـــ زینبؑ کے معمولات میں فرق نہیں آیا ـــ

ایک روز زین العابدینؑ ناوقت زینبؑ کے گھر تشریف لائے ـــ زینبؑ متفکر سی ہو گئیں ـــ ان کے صدقے واری ہوتے ہوئے بولیں:

"جان مادر ـــ! خیریت تو ہے ـــ؟"

زین العابدینؑ نے افسردگی سے کہا: "پھوپھی اماں ـــ! آج حاکم مدینہ کی طرف سے یزید ابن معاویہ کا ایک پیغام آیا ہے" ـــ

"کیوں بیٹا ـــ! آخر بات کیا ہے ـــ؟ ہمیں تو ہر وقت تمہاری طرف سے دھڑکا لگا رہتا ہے" ـــ زینبؑ نے فکر مندی سے پوچھا۔

"ان لوگوں سے خیر کی امید کہاں ہے پھوپھی اماں — ! اس نے کہلوایا ہے کہ آپ مدینہ چھوڑ کر کہیں اور چلی جائیں اور وہیں قیام کریں"—

زینبؑ کے لبوں سے آہ نکلی: "ہم تو رسولؐ زادے کے قتل کا غم لئے، رسول کے شہر میں بیٹھے ہیں — کیا اس ملعون حاکم کو یہ بھی گوارا نہیں کہ ہم ناناؐ کی بستی میں رہیں —؟"

"بنت عم —! وہ حسینؑ کے تذکروں میں انقلاب کو کروٹیں لیتے ہوئے دیکھ رہا ہے — اسے اپنے گرتے ہوئے تخت کو سنبھالنا دشوار ہو رہا ہے — وہ جانتا ہے کہ آپ کے ہونے سے نبیؐ کے شہر سے حسینؑ کی قربانیوں کی خوشبو اٹھ اٹھ کر عوام کے اندر رچ بس رہی ہے جو بالآخر اسؐ کے زوال کا نعرہ بن کر گونجے گی" — عبداللہؓ نے کہا۔

زینبؑ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے: "وہ اس بات سے خوب اچھی طرح آگاہ ہے کہ اس نے آل محمدؐ کو کس طرح ستایا ہے —؟ رسولؐ زادیوں کو رسیاں پہنا کر ان کے ساتھ جانوروں سے بھی زیادہ برا سلوک کیا ہے — ہم اب تک ہر طرح کے مظالم برداشت کرتے آئے ہیں — مگر اب ہم ناناؐ کے مدینہ کو کبھی نہیں چھوڑیں گے"—

زینبؑ کے عزم اور حوصلے کو دیکھ کر زین العابدینؑ اور عبداللہؓ خاموش ہو گئے — مگر یزید خاموش نہیں ہوا — اسے جس طرح پورے

عالم عرب میں خوف تھا تو صرف ایک حسینؑ کی ذات سے ــــ اسی طرح وہ اپنی وسیع سلطنت کے لئے زینبؑ کے روحانی مرکز کو ایک بہت بڑا خطرہ سمجھ رہا تھا کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ یہی وہ بیت الشرف ہے جو حسینؑ کے جاوداں تذکروں کو عوام کے دلوں کی دھڑکن بنا رہا ہے اور یہی تحفظ کی وہ گھنی چھاؤں ہے جو حسینؑ کے حقیقی وارث زین العابدینؑ کو ہر سرد و گرم سے بچائے ہوئے ہے اور یہی وہ چار دیواری ہے جہاں امامت آیۂ تطہیر کے سائے میں پھل پھول رہی ہے ــــ

یزید نے پھر فرمان جاری کیا اور حاکم مدینہ نے سختی سے بات کی ــــ تمام بنوہاشم یزید کی ان دھمکیوں کی وجہ سے بہت فکرمند تھے ــــ واقعۂ کربلا کو ابھی کچھ زیادہ دیر نہیں گزری تھی ــــ بنوہاشم کے گھروں کے چولہے ابھی ٹھنڈے تھے اور وہ خاک پر سوتے تھے ــــ ان کی عورتوں نے زینت ترک کردی تھی اور ان کے دن اور رات حسینؑ کے سوگ میں ہی بسر ہوتے تھے ــــ

وہ سب خانوادۂ رسالت کے بچے کھچے دل گرفتہ افراد کو پھر ویسے ہی مصائب میں مبتلا ہوتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتے تھے جن سے گزر کر وہ مدینہ پہنچے تھے ــــ حکمرانوں کی عداوت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی ــــ خود زینبؑ کو سب سے زیادہ فکر زین العابدینؑ کی تھی ــــ وہ یہ ہرگز گوارا

نہیں کر سکتی تھیں کہ یزید کو ان کی طرف متوجہ ہونے کا کوئی بہانہ ہاتھ آئے ۔۔۔ یا اسے ان کی ضرر رسانی کا کوئی موقع ملے ۔۔۔ خاندان کی خواتین نے بھی یہ مشورہ دیا کہ وہ وقتی طور پر مدینہ چھوڑ کر شام چلی جائیں جس کے مضافات میں ان کے شوہر عبداللہؑ ابن جعفرؑ کی آبائی زمینیں تھیں ۔۔۔ جب حکمرانوں کی توجہ اس جانب سے ہٹ جائے تو وہ واپس آجائیں ۔۔۔

ناناؐ کا شہر، زین العابدینؑ کا ساتھ اور عزیزوں کی قرابتداری ایک بار پھر چھٹ رہی تھی ۔۔۔ زینبؑ کو ناناؐ کی سنت دوہراتے ہوئے ایک بار پھر ہجرت کی آزمائش سے گزرنا تھا ۔۔۔ زین العابدینؑ کی سلامتی اور امامت کے تحفظ کے لئے انہیں پھر دل پر پتھر رکھ لینا تھا ۔۔۔ عبداللہ ابن جعفرؑ بھی ہمراہ چلے اور زینبؑ ناناؐ کے مرقد، ماںؑ اور بھائیؑ کی قبروں پر حسرت کی نگاہ ڈالتیں، زین العابدینؑ سے بچھڑنے کا درد دل میں لئے اپنے شہر، اپنی گلیوں اور اپنے لوگوں کی جانب مڑ مڑ کر دیکھتیں شام کی طرف روانہ ہوگئیں ۔۔۔

زینبؑ نے اتنے دکھوں سے نبھا کیا تھا کہ ام المصائب لقب ہو گیا تھا ۔۔۔ انہیں "کعبۃ الرزایا" یعنی مصیبتوں کا کعبہ بھی کہتے تھے ۔۔۔ وہ "باکیہ" یعنی رونے والی بھی کہلاتی تھیں ۔۔۔ ان کے بال سفید ہوگئے تھے اور کمر جھک گئی تھی ۔۔۔ غموں نے انہیں اس طرح کھا لیا تھا کہ دیکھنے والے پہچان نہیں پاتے تھے ۔۔۔ اس پر اپنوں سے مفارقت کا دکھ اور سفر کی صعوبتیں،

زینبؑ پر قیامت بن کر ٹوٹیں ـــ وہ شام گئیں تو پھر ناناؐ کے شہر مدینہ لوٹنا نصیب نہیں ہوا لیکن مدینے کی فضاؤں میں زینبؑ کی پردرد صدا کی گونج ہمیشہ باقی رہی۔

سلام ہو ـــ! کربلا کی سرزمین اور اس کے مکین پر ـــ!

سلام ہو ـــ! اس شہید اعظم پر جس نے اپنے مقدس خون سے اسلام کی کھیتی آباد کردی ـــ!

سلام ہو ـــ! ان پاکیزہ ہستیوں پر جن کے کردار کی روشنی سے پوری دنیا منور ہوگئی ـــ!!

سلام ہو ـــ! ان شیر دل جوانوں پر جنہوں نے اپنے شباب کو قربان کر کے اسلام کو جوانی بخشی ـــ!

سلام ہو ـــ! ان مظلوم شہیدوں پر جن کے مقدس بدن صحرائے کربلا میں گھوڑوں کے سموں تلے پامال ہوگئے ـــ!!

سلام ہو ـــ! ان بے گور و کفن مظلوموں پر جنہوں نے اپنے سر کٹا کر اسلام کو سربلند کردیا ـــ!

سلام ہو ـــ! حسینؑ پر اور حسینؑ کے باوفا ساتھیوں پر ـــ

لاکھوں سلام ـــ"!!

واقعہ کربلا کے تقریباً سترہ ماہ بعد پندرہ رجب ۶۲ھ کو زینبؑ نے یزیدیت پر ایک آخری اور دائمی ضرب لگائی ـــ وہی شام جہاں زینبؑ کو قیدی بنا کر گلیوں اور بازاروں میں بے چادر پھرایا گیا تھا ـــ وہی شام جہاں زینبؑ کو دربار یزید میں قیدی کی حیثیت سے پیش کیا گیا تھا ـــ وہی شام جس کے ہر موڑ پر زینبؑ نے چادر مانگی تھی لیکن کسی نے ان کا سر نہیں ڈھانپا تھا ـــ

اسی شام میں زینبؑ کا مزار بنا اور زینبؑ کی شاہی سارے شام پر قائم ہوگئی ـــ زینبؑ کے آستانے سے ہر روز نذرانۂ عقیدت پیش کرنے والی خواتین کو چادریں عطا ہونے لگیں اور ہزاروں کی تعداد میں چادریں ہر وقت وہاں موجود ہوتی ہیں تاکہ کوئی خاتون بے چادر نہ رہے ـــ

اسی شام میں جہاں دربار یزید کے کھنڈرات عبرت کا نشان بن گئے ہیں ـــ اس کی قبر کا کہیں نشان بھی نہیں ملتا ـــ زینبؑ کی حکومت تیرہ سو سال سے قائم و دائم ہے اور صرف سارے شام پر ہی نہیں ساری دنیا کے حریت پسندوں اور ظلم سے نفرت کرنے والوں کے دلوں پر قائم ہے جو اپنی عقیدتوں کے پھول لئے دور دور سے زینبؑ کے عالی شان روضے پر نذر گزارنے آتے ہیں اور ان کی والہانہ صدائیں ہمہ وقت فضاؤں میں گونجتی رہتی ہیں :

"سلام ہو —! آپ پر کہ آپ نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی خیر خواہی کی اور ان کی مدد فرمائی — اپنے دل سے — اپنی زبان سے —!!

سلام ہو —! آپ پر کہ آپ نے خدا کی راہ میں جہاد کیا — اپنی زبان سے جیسا کہ جہاد کرنے کا حق تھا —!!

سلام ہو —! آپ پر کہ آپ حسینؑ کی کتنی اچھی بہن ثابت ہوئیں اور حسینؑ آپ کے کتنے اچھے بھائی تھے" —!!!

کتابیات

تفسیر نمونہ ------------------- آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی

بحار الانوار ------------------- علامہ محمد باقر مجلسیؒ

ریاض القدس ------------------- علامہ صدر الدین قزوینی

ریاض الاحزان ------------------- علامہ محمد حسن قزوینی

شہادت عظمیٰ ------------------- مولانا سید علی حیدر

شہید انسانیت ------------------- مولانا سید علی نقی النقوی

ذبح عظیم ------------------- مولانا اولاد حیدر فوق بلگرامی

شہید ابن شہید ------------------- جناب صائم چشتی

حماسہ ء حسینی ------------------- استاد شہید مرتضیٰ مطہریؒ

تاریخ عاشورا ------------------- ڈاکٹر ابراہیم آیتی

بنائے کربلا ------------------- ڈاکٹر جعفر شہیدی

سید الشہداءؑ ------------------- آیت اللہ دستغیب شیرازیؒ

زندگانی حضرت زینبؑ ------------------- آیت اللہ دستغیب شیرازیؒ

زینبؑ ــــ زینبؑ ہے ------------------- جناب م۔ صادق (ترجمہ حسن رضا غدیری)

کربلا کی شیر دل خاتون ------------------- ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی

ام المصائب ------------------- مولانا فقیر حسین ضیاء

مظلومہ کربلا ------------------- جناب سید محمد حسین جعفری

مظلومہ کربلا ------------------- جناب سید عالم شاہ

خاتون کربلا ------------------- محترمہ صالحہ عابد حسین

WORLD SHIA MUSLIM ORGANIZATION

لا اله الا الله

محمد رسول الله

جامعہ تعلیماتِ اسلامی پاکستان کی مطبوعات

- اسلام دینِ فطرت
- اسلام دینِ معاشرت
- اسلام دینِ معرفت
- اسلام دینِ حکمت
- فلسفۂ معجزہ
- فلسفۂ شہادت
- فلسفۂ ولایت
- فلسفۂ حجاب
- فلسفۂ احکام
- تاریخِ عاشورا
- گفتارِ عاشورا
- بنائے کربلا
- مرگِ گل رنگ
- مکتب اسلام
- مکتب رسولؐ
- مکتب تشیع
- آخری فتح
- انتظارِ امامؑ
- اسلام کی خاتون اول خدیجۃ الکبریٰؑ
- سیدۃ النساء العالمین فاطمۃ الزہراؑ
- شریکۃ الحسینؑ زینبؑ علیا مقام
- توضیح المسائل آیت اللہ سیستانی
- وسیلۃ النجات
- حکایاتِ القرآن
- حیاتِ انسان کے چھ مرحلے
- مقالاتِ مطہری
- بُت شکن
- مردِ انقلاب
- ہار جیت
- بہلول عاقل
- فُزتُ بربِّ الکعبۃ
- سخن
- ابو طالب۔ مظلومِ تاریخ
- البیان (تفسیر سورۂ حمد)
- حیات پنجتنؑ
- سیر و سلوک
- یَسَّرنَا القرآن
- غدیر کی برکتیں
- تعلیماتِ اسلامی
- پاسدارانِ اسلام
- دعائے خلیل، نویدِ مسیحا
- انسانِ کامل

نیز بچوں کے لئے دلچسپ مذہبی کہانیاں بھی دستیاب ہیں